''اُردو نعت میں غیر اسلامی عناصر کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ''

مقالہ برائے

پی ایچ ڈی

مقالہ نگار:

شید احمد کاکا خیل

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو

اسلامیہ کالج جامعہ پشاور

نگران:

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان

اعزازی پروفیسر قرطبہ یونی ورسٹی پشاور

شعبۂ اُردو قرطبہ یونی ورسٹی پشاور

سال ۲۰۰۸ء

فہرست

انتساب!

اپنے والد محترم مرحوم و مغفور حضرت مولانا میاں خلیل گل صاحب' فاضل

خیر المدارس ملتان'

اپنی پیاری مرحومہ والدۂ محترمہ'

اور

استاد محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر صابر حسین صاحب' کلوروی' مرحوم و مغفور

کے نام' جنہیں جناب ڈاکٹر عطش درانی نے

''اردو کا ملنگ''

کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِیّاکَ نَعبُدُ و اِیّاکَ نَستَعِینُ ؕ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

دیباچہ

نَحمدُہ و نُصلّی عَلٰی رسُولِہ الکریمْط بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اردو نعتیہ شاعری میں ''غیر اسلامی عناصر'' کے موضوع پر یہ تحقیقی مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے باب اول میں نعت کے فنی پہلو کے ساتھ ساتھ نعت کے لغوی اور اصطلاحی معنی' عہد رسولؐ کی نعت' قرآن عظیم الشان میں حضورؐ کے فضائل کا ذکر' احادیث میں فضائل نبویؐ کا ذکر' ''اسلام'' اور ''عقیدے'' توحید اور توحید کے تقاضے' شرک اور شرکیہ اعمال و افعال پر بحث کی گئی ہے نیز نعت میں مبالغے کی وجوہات کے حوالے سے ذیلی عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

باب دوم میں ابتدائے اسلام سے الطاف حسین حالی تک' کی نعت کا جائزہ محسن کاکوروی' امیر مینائی' اور ظفر علی خان کے خصوصی مطالعے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم میں بیسویں صدی کی نعت (نصف اول) ۱۹۰۱ تا ۱۹۴۷ کا جائزہ لیا گیا ہے اور باب چہارم میں ۱۹۴۷ تا ۱۹۷۷ کی نعت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ باب پنجم میں ۱۹۷۷ء تا حال ۲۰۰۸ء کی پہلی سہ ماہی تک کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس مقالے کے آخری باب' ششم میں نعت کے مختلف رجحانات' غیر اسلامی عناصر کی نوعیت' نعت کے معیاری اسالیب' اور مستقبل کی نعت کے حوالے سے' حاصل تحقیق کے طور پر مقالے کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔

میرے اس مقالے کا مقصد قدیم و جدید منتخب' اور اہم شعراء کی نعتیہ شاعری میں غیر شرعی مواد کی نشاندہی کرنا ہے۔ نعت نگار نے جہاں خدا اور بندے کے' الوہیت اور نبوت کے فرق کو مدنظر نہیں

رکھا' مقدور بھر اس کی' اس غیر اسلامی حرکت کی نشاندہی کی ہے نعتیہ شاعری میں ذرا سی بے احتیاطی اور تسامح سے ایمان متزلزل ہوسکتا ہے نعتیہ شاعری کا انتہائی قابل اعتراض پہلو قوالی اور فلمی دُھنوں پر نعت لکھنے اور کہنے کا ہے۔ اس مقالے میں نعتیہ موضوعات کو نعت تک محدود رکھنے اور شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے والے اشعار کی مختلف ابواب میں نشاندہی کی گئی ہے۔ بیشتر شعراء افراط و تفریط کے شکار ہو کر شریعت کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں ایسی شاعری حدِ ادب ہی سے متجاوز نہیں' بلکہ دین کے دائرے سے بھی باہر ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ اس کوشش کے نتیجے میں افراط و تفریط سے پاک وصاف نعتیہ شاعری سامنے آئے گی اور شرک و بدعت' اور مدح رسولؐ کے درمیان حد فاصل قائم ہوجائے گی توقع ہے کہ مستقبل میں نعت لکھنے والوں میں ان مشرکانہ خیالات سے بچنے کا احساس بھی بیدار ہوگا۔ میری دانست میں نعتیہ شاعری کا دیانت دارانہ مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے اس مطالعے سے نہ تو شریعت کے تقاضے مجروح ہوں گے اور نہ ہی اس سے اہانت رسولؐ (خاک بدہن) کا کوئی پہلو نکلتا ہے۔

اس موقع پر میں اپنے اساتذہ کرام جناب پروفیسر ڈاکٹر صابر حسین صاحب کلوروی' جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم صاحب' جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان صاحب' جناب پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب' جناب پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید صاحب' جناب پروفیسر ڈاکٹر آلِ اظہر انس صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی پُرخلوص محبت اور رہنمائی مجھے قدم قدم پر حاصل رہی۔

میرے نگران کار ڈاکٹر کلوروی صاحب نگرانی کے ساتھ ساتھ کتابیں فراہم کرنے میں بھی بھرپور شفقت کا اظہار کرتے رہے ان کی شفقت اور خصوصی توجہ ہمیشہ یاد رہے گی۔ میں اپنے دیرینہ رفقائے کار پروفیسر ڈاکٹر سیّد ظاہر شاہ صاحب' صدر شعبہ نباتات' اسلامیہ کالج پشاور اور پروفیسر ڈاکٹر

سلمان علی بنوری، شعبہ اردو جامعہ پشاور کا خصوصی شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں مجھے اس بات کے کہنے میں ذرا تامل نہیں کہ اس مقالے کے لکھنے میں، شروع سے لے کر آخر تک، ان حضرات کے مسلسل ''کچوکوں'' نے مجھے اس کام کے قابل بنا دیا۔ ان کی محبت اور بے پایاں خلوص ہمیشہ یاد رہے گا۔

مجھے اپنے سابق پرنسپل جناب ڈاکٹر نثار محمد نثار صاحب، اور موجودہ پرنسپل جناب ڈاکٹر محمد رشید فاروقی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے کالج لائبریری کے لئے فراہمی کتب کے حوالے سے، میری ہر درخواست کو پذیرائی بخشی۔ اسلامیہ کالج کی لائبریری کے سابق لائبریرین جناب عبدالحمید خان صاحب اور موجودہ لائبریرین جناب سیار بادشاہ صاحب نے، کتابوں کی فراہمی میں بے پناہ خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا اور میری توقعات سے بڑھ کر مدد کی۔ کالج لائبریری کے دیگر عملے بالخصوص تحسین اللہ صاحب اور جناب سجاد علی شاہ صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں ان سب حضرات نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔

میں اپنے دیرینہ محسن اور کرم فرما جناب پروفیسر افضل حسین اظہر صاحب، سابق صدر شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور کا بھی شکر گذار ہوں جن کی رفاقت قدم قدم پر ساتھ رہی۔ میں اپنے دوستوں پروفیسر ڈاکٹر امیر نواز خان صاحب، پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب خالص، پروفیسر ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار اور پروفیسر محمد عباس کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے میرے اس تحقیقی کام میں دلچسپی لی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ قرطبہ یونیورسٹی کے میجر (ر) ڈاکٹر قادر بخش بلوچ، صاحب ایڈیشنل رجسٹرار کا شکریہ بھی لازم ہے انہوں نے یونیورسٹی سے متعلق انتظامی امور نمٹانے میں میری بھرپور مدد کی۔

میں حضرات علمائے کرام کا بالعموم اور حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، دامت برکاتہ استاد الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، پروفیسر ڈاکٹر اکرام اللہ جان صاحب قاسمی فاضل دیوبند ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی پشاور صدر، جناب مفتی سبحان اللہ جان صاحب جامع مسجد درویش پشاور

صدر، دارالافتاء والارشاد جامعہ الرشید یہ احسن آباد کراچی کے مفتی سید عابد شاہ صاحب اور شعبہ اسلامیات اسلامیہ کالج پشاور یونی ورسٹی کے پروفیسر سلیم الرحمان صاحب کا بالخصوص، صدق دل سے ممنون وشکرگزار ہوں کہ ان حضرات نے مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی نوازا اور یوں اپنے مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا میرا حوصلہ بھی بڑھایا۔

میری مرحومہ والدہ کی دعاؤں نے جو اس تحقیقی کام کے اوائل میں بقید حیات رہیں مجھے اس قابل بنا دیا۔ بارگاہ رب العزت میں اپنے والدین کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین

میں اپنے بھائیوں کا بالعموم اور اپنی شریک حیات اور اپنے بچوں کا بالخصوص شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے مجھے قدم قدم پر پُرسکون ماحول مہیا کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مجھے اپنے پھوپھی زاد بھائی میاں افتخار احمد کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جن کی پُرخلوص محبت کمپوزنگ کے کام میں شامل حال رہی انہوں نے بڑی جانفشانی اور محنت سے تمام مشکل مراحل خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے' اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کے اظہار کی بھرپور کوشش کی ہے۔ پین مین کمپوزنگ سنٹر، یونی ورسٹی ٹاؤن، پشاور کے برادرم محمد مشہود نے بھی کمپوزنگ کے مراحل میں بڑی خوش دلی سے ہاتھ بٹایا ان کا شکریہ بھی لازم ہے۔

جتنے احباب نے مشاورت اور حوصلہ افزائی سے نوازا' ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں سب سے آخر میں اس دعا کے ساتھ بات ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اے ربّ ذوالجلال' مجھے اور میری اولاد کو اتباع سنت رسولؐ کی توفیق عطا فرما۔

پس تحریر!

میرا یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر صابر حسین صاحب کلوروی مرحوم کی نگرانی میں مکمل ہونے کو تھا کہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۸ء کو آپ کی ناگہانی وفات حسرت آیات کے نتیجے میں کام نامکمل رہ گیا۔ اس

صدمے نے مجھ سمیت مرحوم کے شاگردوں' دوست احباب اور متعلقین کو ہلا کے رکھ دیا جب اپنی حالت کچھ سنبھلنے لگی تو میری درخواست پر' قبلہ جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان صاحب میرے نئے نگران کار مقرر کر دیئے گئے پروفیسر موصوف نے بڑی محنت' خلوص اور شفقت کے ساتھ میری بھرپور رہنمائی کی مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ آپ نے پوری توجہ سے میرے اس مقالے کو پڑھا اور متعدد مقامات پر ترامیم اور اضافے کروانے کے مشورے دیئے جو بہت مفید ثابت ہوئے۔ میں ان کی علمیّت' تجربے اور تحقیقی کام میں مہارت سے بہت متاثر ہوا اور یوں یہ مقالہ اردو زبان وادب کی دو ایسی فاضل اجل شخصیات اور تحقیقی میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والے نامی گرامی اساتذہ کرام کی نگرانی میں مکمل ہوا جنہیں بیسیوں محققین کی نگرانی کا اعزاز حاصل رہا ہے۔

میں پروفیسر کلوروی صاحب مرحوم کی بخشش اور مغفرت کے لئے اور موجودہ نگران کار جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان صاحب کی صحت مندی اور درازیٔ عمر کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس معمولی سی کوشش کو قبول فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شید احمدؒ کاکاخیل

استاد شعبہ اردو، اسلامیہ کالج' جامعہ پشاور

باب اول

نعت کا فنی پہلو (لغوی و اصطلاحی معنی)

باب اول: نعت کا فنی پہلو (لغوی ،اصطلاحی معنی)

نعت کے معنی:

لفظ ''نعت'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی وصف کے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق ''نعت (ع) اسم مؤنث' تعریف وتوصیف' مدح' ثنا' مجازاً خاص حضرت سیّدالمرسلین' رحمت اللعالمینؐ کی توصیف'' (۱)

نورالغات کے مطابق ''یہ لفظ نعت'' بمعنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آنحضورؐ کی ستائش وثنا کے لئے مخصوص ہے''(۲)

فارسی زبان میں بھی ''نعت'' کالفظ حضور نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے کے لئے آتا ہے فرہنگ عمید کے مطابق ''نعت'' (ع) (بفتح نون وسکون عین) وصف کردن کسی یا بہ چیزی را بہ نیکی ستائش ونیز بمعنی صفت'نعوت جمع'(۳)

اردو زبان میں نعت کا لفظ آنحضرتؐ کی مطلق صفت وثنا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی مفہوم کے مطابق نعت سے مراد ایسا منظوم اظہار خیال ہے جس میں آنحضرتؐ کی صفات بیان کی جائیں اوران سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا جائے خواہ قطعہ ہو یا رباعی' قصیدہ ہو یا مثنوی' غزل ہو یا نظم' جس صنف میں حضورؐ کی مدح سرائی کی گئی ہوا سے نعت ہی کے نام سے تعبیر کیا جائے گا۔

آنحضرتؐ کی مدح نثر میں بھی ہوسکتی ہے اورنظم میں بھی'اس لئے اصولاً

آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کا ہر ٹکڑا نعت کہلائے گا۔

اگر نعت کے موضوع کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ موضوع بڑی وسعت کا حامل ہے کفار مکہ کی ہجو' اور گستاخیِ رسولؐ کے جواب میں مسلمان شعراء نے حضورؐ کے کردار اور اوصاف کے حوالے سے جو کچھ کہا ہے وہی نعت کا حصہ کہلاتا ہے۔

نعت کا ایک بڑا حصہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ' تعلیمات' فضیلت و برتری' آپؐ کا خاتم النبیین ہونا' اعلان نبوت' ہجرت مدینہ' آپؐ کی فتوحات' واقعہ معراج شریف' آپؐ کی انسانی ہمدردی وغم خواری' عفوودرگذر' شفاعت' روضۂ پاک کی زیارت کی تمنا' آپؐ کے لباس وخوراک' حلیہ مبارک اور آپؐ سے والہانہ محبت پر مبنی بہت سارے موضوعات پر مشتمل ہے۔

نعت کا فن بہت نازک ہے چونکہ اس میں حضورؐ سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے اس لئے نعت لکھتے وقت یہ احساس بے حد ضروری ہے کہ کہیں نعت گو شاعر کی عقیدت اس کے عقیدے پر تو اثر انداز نہیں ہو رہی؟ اس لئے کہ عقیدہ مقدّم ہے اور اسے عقیدت پر غالب نہیں آنا چاہیے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

''نعت گوئی کی فضاء جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے''(۴)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقمطراز ہیں:

''نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم ووسیع موضوع ہے۔اس کی عظمت ووسعت کی حدیں ایک طرف عبد سے دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اوروہ نعت کی بجائے گیا''حمد ومنقبت'' کی سرحدوں میں'اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اورتلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے''(۵)

نعت کسی بھی ہیّت میں لکھی جاسکتی ہے نعت کہنے اورلکھنے والے کے لہجے میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ زبان کے استعمال کوضروری اورمستحسن سمجھا جاتا ہےنعت میں بےادبی اورغلو سے اجتناب ضروری ہے۔

اس حوالے سے نعت کا فن مشکل ترین فن مانا جاتا ہے اس میں احتیاط لازم ہے کیوں کہ حضورؐ کا ادب رکن ایمان ہے ارشاد باری تعالٰی ہے

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرواور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز میں بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہوکہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہوجائے اورتمہیں خبر بھی نہ ہو''

(الحجرات پارہ۲۶آیت۲)

نعت کی صنف کے بارے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریمؐ کی نعت عربی، فارسی اور اردو شاعری کی ایک اہم صنف ہے ....اس صنف سخن کو قصیدہ گوئی کے زمرے میں بھی شمار کیا جاتا ہے لیکن عام قصائد اور حمد و نعت میں یہ فرق ہے کہ جہاں قصائد کی بنیاد صلۂ دُنیوی پر ہوتی ہے وہاں حمد و نعت میں مذہبی عقیدت کا بے لوث جذبہ کارفرما ہوتا ہے .... حمد و نعت کی بنیاد خلوص و محبت اور عقیدت و احترام پر ہے اس میں دنیاوی منفعت یا غرض پوشیدہ نہیں ہوتی .... بعض شاعر نعت میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہیں لیکن یہ اپنے موضوع سے سراسر ناانصافی ہے''(۶)

دراصل نعت کا فن بہت نازک ہے اس میں بلاشبہ حضور نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے لیکن محبت و عقیدت تو اپنی جگہ پر، مگر نعت نبیؐ کے لئے نہایت حزم و احتیاط بھی بے حد ضروری ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیّت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے'' (۷)

نعت کے لوازمات میں حضورؐ سے عشق و محبت کو اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے نعت کی تخلیق کے لئے، آپؐ کے اتباع کے ساتھ ساتھ لفظوں کے استعمال میں احتیاط نہایت ضروری ہے۔ بقول جعفر بلوچ:

ادب شرط ہے یہ سخن عامیانہ نہیں ؎
یہ ہے نعت کوئی غزل یا فسانہ نہیں [1]

علامہ اختر الحامدی ''نعت گوئی اور پاس شریعت'' کے موضوع پر لکھتے ہیں:

''جس طرح عبادت کے لئے کچھ آداب مقرر ہیں اسی طرح نعت گوئی کے لئے بھی کچھ قوانین ہیں جو اتنے سخت ہیں کہ ان کے حدود میں رہ کر نعت کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے اس میں شک نہیں کہ نعت گوئی کا حقیقی شعور توفیق ایزدی سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ جُملہ اصناف سخن میں نعت ہی ایسی صنف ہے جو نہایت دشوار اور مشکل ہے اس میدان میں بڑے بڑے ہوش مند ٹھوکریں کھاتے دیکھے ہیں رنگ مجاز میں آپ آزاد ہیں لیکن نعت کے تقاضوں کو وہی پورا کرسکتا ہے جس کا دل سرکار مدینہؐ کی حقیقی اور سچی محبت سے سرشار ہو اور اس کے ساتھ علم شریعت سے بھی دل پوری طرح باخبر ہو جو دیوانوں کی طرح سوچے اور ہوش مندوں کی طرح لکھے''(۸)

---

[1] نعتیہ مجموعہ ''بیعت'' صفحہ ۳۴

اچھی نعت لکھنے میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے دل عشق رسولؐ کے جذبات سے حقیقی معنوں میں سرشار ہوں اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ عمدہ نعت گوئی تقلید اُسوہ حسنہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

> ''نعت میں وہی ذکر ہونا چاہئیے جو خدا کے نبیؐ کے لئے شایان ہے اور جس کے پڑھنے اور سنانے سے لوگوں پر روحانی اور اخلاقی اثر پڑے اور معلوم ہو کہ کمال بشریت اسے کہتے ہیں'' (۹)

نعت میں عشق رسولؐ کا ذکر کرتے ہوئے حفظ مراتب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ نعت نگاری ہوش کا کام ہے جوش کا نہیں، صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں جناب رسالت مآبؐ سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضورؐ کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق نعت میں موجود ہو نعت میں کسی ایسے لفظ کا استعمال جس سے بظاہر عقیدت، لیکن بباطن آنحضورؐ کے تقدس کے منافی کوئی بات سامنے آتی ہو فصحاء کے نزدیک مناسب نہیں ہے نعتیہ شاعری کا ایک قابل اعتراض پہلو قوالی اور فلمی دُھنوں پر نعت لکھنے اور کہنے کا ہے ایسی نعتیں مذہبی اجتماعات، عید میلاد النبیؐ اور شب معراج کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہیں قوالوں اور گلوکاروں نے نعت جیسی متبرک صنف کو بطور ''گانا'' گانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی ہے۔ جناب عزیز احسن لکھتے ہیں

> ''جوں جوں وقت گزر رہا ہے تخلیق نعت کا عمل تیز تر ہو رہا ہے لیکن بے احتیاطیوں کی شرح بھی بڑھتی جا رہی ہے اس عمل میں

پوپ سنگرز کے لباس میں آ کر موسیقی کے بدل کے طور پر اللہ کے ذکر کی بیک گراؤنڈ آواز کے سہارے نعت پیش کرنے والے نعت خوانوں نے بہت زیادہ، جی ہاں بہت زیادہ بے راہ روی پھیلادی ہے‘‘(۱۰)

حضرت مولانا مفتی سبحان اللہ جان صاحب نے روزنامہ’’ مشرق ‘‘پشاور مجریہ ۱۳ جولائی ۲۰۰۲ء کے شمارے میں، ایک قاری کے استفسار پر ایسی نعتیں پڑھنے اور سننے سے اجتناب کا مشورہ دیا ہے۔ موجودہ دور میں فلمی دھنوں پر مشتمل نعتیں ذرائع ابلاغ سے نشر کی جارہی ہیں یہ نعتیہ شاعری کا انتہائی قابل اعتراض انداز ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

’’مقام و منصب و رسالت کے بارے میں افراط و تفریط، مناظراتی لب ولہجہ، غیر ثقہ روایات جذبۂ محبت رسولؐ کا غیر محتاط انداز بیاں، تلفظ و تراکیب کی اغلاط اور فلمی گانوں کی پٹی ہوئی پامال دُھنوں کے آہنگ کے سبب ان نعتوں کا وہ درجہ و مقام نہیں جو حقیقی نعتیہ کلام کا ہوتا ہے‘‘ (۱۱)

فلمی طرز پر گائی گئی چند نعتوں کے بول حسب ذیل ہیں۔

فلم’’ شاہ جہاں‘‘ میں کے ایل سہگل کے گائے گئے اس معروف گیت

غم دیے مستقل
کتنا نازک ہے دل
یہ نہ جانا، ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ،

کی طرز پر یہ نعت کہی گئی

یا حبیب خدا
یا نبیؐ ، مصطفیؐ
لِللہ آنا، مری بگڑی ہوئی کو بنانا

فلم ''معصوم'' کے بول ''یہ جی چاہتا ہے ہنسیں اور ہنسائیں'' کو نعت میں یوں بدلا گیا

''یہ جی چاہتا ہے کہ روضے پہ جائیں''

فلم ''انٹرنیشنل گوریلے'' کے لئے رجب علی، مسعود رانا اور حمیرا چنا نے یہ نعت گائی ہے

یہ فلک یہ زمیں، تیرؐے دم سے حسیں
تیری نظر کے طابگار ہیں
تیری عظمت کے سچے طلب گار ہیں
تیرے عاشق ہیں بے شک، گنہگار ہیں
سیّدالمرسلین، رحمت اللعالمین

رجب علی اور سائیں اختر کی یہ قوالی بھی نعت کی صورت میں سنی گئی

نہ ملتا گر یہ تو بہ کا سہارا۔۔۔۔۔۔ہم کہاں جاتے
ٹھکانہ بھی نہ تھا کوئی ہمارا۔۔۔۔ہم کہاں جاتے

فلم ''پردیسی'' کے بول ''پہلے جو محبت میں اقرار کیا ہوتا'' کو نعت میں یوں

بدلا گیا

گر خواب میں ملنے کا اقرار کیا ہوتا

ماہرالقادری کی اس نعت کو چھوٹے صالح محمد قوال نے قوالی کے انداز میں گایا

صبا مدینے اگر ہوجانا' نبیؐ سے مرا سلام کہنا
نہ اپنے دل سے مجھے بُھلانا' نبیؐ سے مرا سلام کہنا

شمشاد بیگم کی فلمی طرز کے گانے کے طور پر گائی ہوئی یہ نعت بھی مشہور رہوئی

پیغام صبالائی ہے گلزار نبیؐ سے
آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے
ہر آہ گئی عرش پہ یہ آہ کی قسمت
ہر اشک پہ اک خلد ہے ہر اشک کی قیمت
تحفہ یہ ملاہے مجھے سرکار نبیؐ سے
آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے

بعض نعتیں قوالی کے انداز میں بھی ملتی ہیں احمد رشدی اور سلیم رضا نے فلم'' بھیا'' کے لئے یہ نعت گائی۔

مدینے والے سے میرا سلام کہہ دینا
تڑپ رہا ہے تمہارا غلام کہہ دینا

فلم ''ہمراہی'' کے لئے گلوکار مسعود رانا کی گائی گئی یہ نعت بھی مشہور رہوئی

کرم کی اک نظرہم پر خدارا یا رسولؐ اللہ
پکارا ہے مدد کو یا نبیؐ ہم گناہگاروں نے
تمہارے در پہ جاکر بھیک مانگی بادشاہوں نے
ہمیں بھی آسرا ہے بس تمہارا یا رسولؐ اللہ

عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت :

جتنی اردو زبان پرانی ہے نعت گوئی کی تاریخ اس سے کہیں زیادہ پرانی ہے نعتیہ شاعری کی ابتدا حضور نبی کریمؐ کے زمانے سے ہوئی اس سلسلے میں حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت کعبؓ بن زہیر کے نام سرفہرست ہیں۔ حکیم محمد یحیٰی خان شفا لکھتے ہیں:

''حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اسلامی مؤرخین اور سیرت نگاروں نے ''شاعر دربارنبویؐ'' کے خطاب سے ذکر کیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ آپؓ مداحین رسولؐ کے سرخیل ہیں اور خود نبیؐ پاک نے انہیں یہودی اورمشرک شاعروں کی ہفوات سے اپنے دفاع پر مامور فرمایا تھا۔روایت ہے کہ ایک دن حضورؐ نے بھری مجلس میں صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا ''مخالف شعراء کی ہرزہ سرائیاں حد سے بڑھی جارہی ہیں تم لوگوں نے تلوار سے تو میری مدد کی ہے کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری مدد کرے؟''

اس موقع پر حضرت حسانؓ اٹھے اور کہنے لگے ''یا رسولؐ اللہ' اس خدمت کے لئے یہ ناچیز حاضر ہے'' حضورؐ ان کے جذبۂ خلوص سے خوش ہوکر بولے ''ان میں سے کچھ لوگ میرے اپنے قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے قریبی عزیز ہیں مثلاً ابوسفیان میرا عم زاد ہے اس کے خلاف بھلا تم کس انداز سے کہوگے؟'' حضرت حسانؓ نے کہا ''حضورؐ میں آپؐ کو ان کے بیچ میں سے یوں الگ کرلوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال کو کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے'' (۱۲)

حضرت حسانؓ ابن ثابت' حضرت کعبؓ بن مالک انصاری' اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے علاوہ' بہت سے دیگر شعراء نے بھی حضورؐ کی مدح میں اشعار کہے ہیں دربار رسالت سے وابستہ شاعروں کی نعتوں میں آپؐ کی فضیلت' شجاعت' دیانت' امانت اور سخاوت وغیرہ کا ذکر ملتا ہے اگر چہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ حضورؐ کی تعریف وتوصیف کے ضمن میں سب سے پہلے نعت کس نے کہی؟ تاہم محققین کی اکثریت' حضورؐ کے اوصاف بیان کرنے کے ضمن میں حضرت علیؓ کے ان الفاظ کو نعت کے مماثل قرار دیتے ہیں:

''آپؐ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھاتا ہے جو آپؐ سے تعلق بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپؐ سے پہلے نہ آپؐ کے جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ کے جیسا دیکھا'' (۱۳)

تمام پیغمبروں میں یہ خصوصیت صرف رسول عربیؐ کو حاصل ہے کہ ہر دور، ہر ملک اور ہر زبان کے شعراء نے آپؐ کے اوصاف جمیلہ نظم میں بیان کئے۔ حضور نبی کریمؐ کی امت کے شعراء کے ساتھ ساتھ یہ شرف غیر مسلم شعراء نے بھی حاصل کیا اور بیسیوں شعراء نے نعت پیغمبر کہنے کی سعادت حاصل کی۔ عہد رسولؐ کے شعراء کے کلام پر قرآن و حدیث کے واضح اثرات مُرتّب ہوئے اور تمام شعراء نے قرآن وحدیث کے مضامین شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ اشعار کی صورت میں بیان کئے۔

قرآن مجید میں حضورؐ کے فضائل کا ذکر:

نعت میں مرکز عشق وہ ذات گرامی ہے جس کی تعریف خود خالق کائنات نے کلام پاک میں مختلف پیرایوں میں کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

ورفعنا لک ذکرک (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۴)

ترجمہ:۔ ''اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔''

سورۃ انبیاء پارہ ۱۷ آیت ۱۰۷ میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: ''اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے''

سورۃانعام پارہ ۷-۸آیات۱۶۱تا۱۶۳میں ارشادربانی ہے

ترجمہ:-''اے محمدؐ ' کہو میری نماز' میرے تمام مراسم عبودیت' میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں''

سورۃ احزاب پارہ۲۱ آیات ۴۵ تا ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: ''اے نبیؐ 'ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر' بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر' اللہ کی اجازت سے' اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر' اور روشن چراغ بنا کر'

سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ آیت ۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ: ''یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے اجالے کی طرف' ان کے رب کے حکم سے''

حضورؐ کی محبت نعت گو شعراء سے ادب و احترام کا تقاضا کرتی ہے اس کی تاکید قرآن وحدیث میں بھی آئی ہے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: ''اس کی (رسولؐ) کی تعظیم وتوقیر کرو'' پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۸

نعت کا ایک مقبول انداز حضورؐ پر درود و سلام بھیجنے سے متعلق ہے آپؐ پر

درود و سلام بھیجنا حکم خداوندی ہے۔

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو'' پارہ ۲۲' سورۃ احزاب آیت ۵۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے'' پارہ ۲۶' سورۃ الحجرات آیت ا'۲'

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: ''اور یقیناً تمہارے لئے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو'' پارہ ۲۹ سورۃ قلم' آیات ۳'۴

حضور نبی کریمؐ کے مقامات و مراتب کی رفعتوں اور عظمتوں کا تصور انسانی بساط سے باہر ہے کیوں کہ پروردگار عالم اپنے قرآن کی زبان میں رطب اللسان ہیں کبھی ارشاد ہوتا ہے ''ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے کبھی آپؐ کو معلم کتاب و حکمت اور کبھی بشیر و نذیر' تو کبھی احمد' محمدؐ اور صاحبِ مقامِ محمود'' سورۃ الضحیٰ پارہ ۳۰ میں ارشاد ربانی ہے

ترجمہ: ''اے پیغمبرؐ 'عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ

تم خوش ہو جاؤ گے‘‘

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب کے بقول حضور نبی کریمؐ کے جس بلند مرتبے کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اس سے زیادہ بلندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یقیناً اللہ کے رسولؐ کے فضائل حدود وحساب سے باہر ہیں بقول اثر جونپوری

؎ رفعت نبیؐ کی کوئی بیاں کیا کرے اثر
صدقے ہے جن کی کہکشاں پیروں کی دھول کے

احادیث میں فضائل نبویؐ کا ذکر:

حضرت عائشہؓ کا قول ہے ’’کَانَ خُلُقُہٗ قرآن‘‘ یعنی آپؐ کا خُلق (سیرت) قرآن ہی تو ہے۔‘‘ شمائل ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق حضرت علیؓ آنحضرتؐ کی مجلس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

> ترجمہ: ’’آپؐ جب گفتگو فرماتے تھے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جُھکا کر خاموش بیٹھتے تھے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں‘‘ (۱۴)

اردو کی نعتیہ شاعری میں، نعت گو شعراء نے جس طرح خلاف اسلام باتیں لکھی ہیں ان کی نشاندہی سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت اور مستند علمائے کرام کی آراء کی روشنی میں صحیح اسلامی تعلیمات عبادات، اور عقائد کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ ’’عبادت‘‘ کا لفظ عربی زبان میں خدا کی بندگی، پرستش، اطاعت اور فرمانبرداری کے معنوں میں آتا ہے جب ہر روز اور ہر نماز میں ہم

''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اے خدا ہم تیرے بندے اور غلام ہیں حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یعنی تیرے ساتھ ہمارا تعلق محض عبادت ہی کا نہیں ہے بلکہ استعانت کا تعلق بھی تیرے ہی ساتھ رکھتے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ ساری کائنات کا رب تو ہی ہے اور ساری طاقتیں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور ساری نعمتوں کا تو ہی اکیلا مالک ہے اس لئے ہم اپنی حاجتوں کی طلب میں تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں تیرے ہی آگے ہمارا ہاتھ پھیلتا ہے اور تیری مدد ہی پر ہمارا اعتماد ہے اسی بنا پر ہم اپنی یہ درخواست لے کر تیری خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں'' (۱۵)

اسلام کیا ہے؟ اسلام میں عقیدے کی اہمیّت' عقیدہ توحید' مسائل شرک و بدعت' شرکیہ اعمال و افعال کی تفصیل' اور شریعت وطریقت سے آگاہی حاصل کئے بغیر' موضوع زیر بحث کے حوالے سے غیر شرعی اور غیر اسلامی عناصر کی نشاندہی واضح طور سے مشکل دکھائی دیتی ہے۔

اسلام کیا ہے؟ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۳۰ میں حضرت ابراہیمؑ کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ: اس کا حال یہ تھا کہ جب اُس کے رب نے اس سے کہا مسلم ہو جا، تو اس نے فوراً کہا میں مالک کائنات کا

''مسلم'' ہوگیا۔

اس آیت کی تفسیر میں سیّد ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں

''مسلم وہ جو خدا کے آگے سرِ اطاعت خم کر دے خدا ہی کو اپنا مالک' آقا' حاکم اورمعبود مان لے جو اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے اور اس ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے جو خدا کی طرف سے آئی ہو اس عقیدے اور اس طرزعمل کا نام'' اسلام'' ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین تھا جو ابتدائے آفرینش سے دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں آئے'' (۱۶)

مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں:

اسلام کے معنی اطاعت کے ہیں مذہب اسلام کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کی بنیاد خدا کی اطاعت پر ہے اسلام والا وہ ہے جو اپنی سوچ کو خدا کے تابع کرے جو اپنے معاملات کو خدا کی تابعداری میں چلانے لگے .... انسان خدا کا بندہ ہے انسان کے لئے درست طریقہ صرف یہ ہے کہ وہ دنیا میں خدا کا بندہ بن کر رہے اس بندگی والی روش کا دوسرا نام اسلام ہے غیر اسلام یہ ہے کہ آدمی سرکش بن جائے اور خدا سے آزاد ہو کر زندگی گزارے اس کے مقابلے میں اسلام یہ ہے کہ آدمی اطاعت شعار ہو اور اپنے آپ کو خدا کی وفاداری اور ماتحتی میں دیتے ہوئے زندگی گزارے یہی دوسرے لوگ خدا کی رحمتوں میں حصہ دار بنائے جائیں گے۔ (۱۷)

اسلام میں عقیدے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سیّد مفتی مختارالدین صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں کسی کو کسی درجہ میں شریک کرنا شرک ہے اسی طرح یہ بھی شرک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اجرا اور نفاذ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے صاحب کو صاحب اختیار مانا جائے یعنی اگر یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے اور وہی قادر مطلق، متصرف مطلق اور تمام صفات کمالیہ میں یگانہ ہے لیکن اگر مخلوق جیسے ملائکہ یا ارواح یا کسی انسان یا جن کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مستقل طور پر کچھ انتظامی امور سپرد کر دیے ہیں جیسے بارش برسانا یا مافوق الفطرت طریقہ سے نفع و ضرر پہنچانا یا دعائیں قبول کرنا وغیرہ، اور یہ ان چیزوں کے نفاذ میں اس طرح خود مختار ہیں جس طرح دنیا کے بادشاہ اپنے ماتحت حکام اور افسران کو کچھ انتظامی اختیارات دے دیتے ہیں اور اس کے بعد وہ حکام ان اختیارات کے اجرا و استعمال میں خود مختار ہوتے ہیں اور پھر نہ بادشاہ سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اسے خبر ہوتی ہے اس لئے لوگ ماتحت حکام کو خوش کرنے کے لئے ان کو ہدایا دیتے ہیں اور ان کی چاپلوسی کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے اختیارات اس کے بارے میں نافذ کریں۔ اس طرح کسی بھی مخلوق کے بارے

میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اللہ کی صفت کے اجرا اور نفاذ میں
خودمختار ہیں تو یہ بھی شرک ہے'' (۱۸)

اسلام کے بنیادی عقائد (اجزائے ایمان) میں اللہ تعالٰی پر ایمان' فرشتوں پر ایمان' رسولوں پر ایمان' اللہ تعالٰی کی کتابوں پر ایمان' اور آخرت پر ایمان رکھنے سے مومن کی سیرت ایک مخصوص ڈھانچہ میں ڈھل جاتی ہے ایمان کا مقصد یہ ہے کہ دل کی اصلاح ہو جائے کیونکہ دل کی اصلاح کے بغیر کوئی نیک عمل انسان سے سرزد ہونا ممکن نہیں اس وجہ سے اسلام میں' ایمان کی اس قدر اہمیت ہے کہ اسے اعمال صالحہ سے مقدم رکھا گیا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اعمال صالحہ ایمان ہی کا نتیجہ ہیں۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے گویا ہمارے پیدا کرنے والے کو یہی دونوں مطلوب و محبوب ہیں

ایمان کی تکمیل عمل صالح کے بغیر ممکن نہیں۔ اعمال صالحہ میں عبادات' معاملات' اخلاقیات' عدل و انصاف' خوف خدا' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' بنیادی حقوق کی حفاظت' تعاون و ہمدردی' احترام انسانیت اور اعتدال پسندی جیسی صفات شامل ہیں عمل صالح سے متعلق کلام الٰہی سے چند آیات پڑھ لیتے ہیں

وَاِنّی لغفّارٌ لِمن تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحا ثُم اھتدیٰ پارہ ۱۶
سورۃ طٰہٰ آیت ۴

ترجمہ: ''اور میری بڑی بخشش ہے ان کے لئے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں اور پھر ٹھیک ٹھیک چلتے رہیں''

پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۹۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنّ الذین آمنُو وَعملو الصٰلِحٰتِ سیَجعلُ لَھُمُ الرَّحمٰنُ وُدًّا ۝

ترجمہ: ''بلاشبہ جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں بڑی رحمت والا پروردگار ان کو ضرور محبت سے نوازے گا۔''

سورۃ عنکبوت میں فرمایا:

''والذین امنو وعملو الصٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنھُم سَیّأٰتِھِم وَ لَنَجزِیَنَّھُم اَحسَن الَّذِی کَانُوا یَعمَلُون ۝ط پارہ ۲۱-۲۰ آیت ۷

ترجمہ: اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں ہم ان کی خطائیں معاف اور اُن کی برائیاں دور کریں گے۔ اور ان کو ان کے اعمال کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا بدلہ دیں گے''

کلام پاک کی کئی اور آیات میں بھی اعمال صالحہ کے ثمرات کا ذکر ملتا ہے مولانا محمد منظور نعمانی ''ضروری انتباہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

''ان آیتوں سے یہ سمجھنا کہ دنیا میں حکومت صرف صالحین کو ملتی ہے اور کسی گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا اس کے صالح ہونے کی نشانی ہے بڑی گھٹیا درجے کی غلط فہمی ہے ....''
ان آیات کا مفاد صرف یہ ہے کہ جب دنیا میں ایمان اور عمل صالح والی کوئی امت اور جماعت موجود ہوگی تو اللہ تعالیٰ' اپنی خاص نُصرت اور مدد سے زمین کا اقتدار وانتظام اس کے سپرد کردے گا اور یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام اور مزید ترقیات کا باعث ہوگا'' (۱۹)

توحید سے کیا مراد ہے؟ توحید کا لغوی مفہوم ہے خدا کو ایک جاننا' ماننا' وحدانیت' یکتائی اور اکیلا پن' اور اس کا شرعی مفہوم ہے اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا وتنہا مان کر اس کی عبادت کرنا' کسی اور کو اس کی صفات الوہیّت اور عبادت میں شریک نہ کرنا'۔ اور یہ پختہ یقین کہ میری نماز' میری قربانی میرا جینا میرا مرنا سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے ادارہ معارف اسلامیہ کے مطابق:

''توحید ایک علم ہے جس میں ایمان کے صحیح عقیدوں کو دلائل عقلی سے ثابت کیا جاتا ہے اور اس میں اہل بدعت کی باتوں کو جو سلف (صالحین) اور اہل سنت کے عقیدوں سے منحرف ہو چکے ہوں رد کیا جاتا ہے۔ بہر حال علماء نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں (اللہ عز وجل) اور اس کی صفات سے بحث کی جاتی ہے

رسولوں کا اور ان کی ضروری خصوصیات کا پتہ لگایا جاتا ہے
آخرت اور اس کے احوال کی تفتیش کی جاتی ہے اور آخر میں
ان امور سے بحث کی جاتی ہے جو ان مسائل سے متعلق کر دیے
گئے ہیں‘‘(۲۰)

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب‘ قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند‘ لکھتے ہیں:

’’توحید کے معنی ہیں خدا کو ذات وصفات میں واحد‘ کامل و یکتا
اور بے نظیر سمجھنا۔شریعت میں توحید سے محض وحدت عددیہ یا
عرفِ اہل حساب مراد نہیں بلکہ وحدت عرفیہ مراد ہے اور عرف
میں وحدت کا مفہوم یہی ہے کہ کوئی ذات وصفات میں کامل و
یکتا اور بے نظیر ہو اور جو شخص قرآن کریم کو کلام الٰہی اور رسول
اللہ کو رسولؐ اللہ نہیں سمجھتا وہ نعوذ باللہ خدا کو کاذب سمجھتا ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنا کلام اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اور جملہ انبیاء جن کا ذکر قرآن (حدیث) میں آیا ہے ان
کو اپنا نبیؐ اور رسولؐ فرمایا ہے اور جو شخص اس کا
انکار کرے خدا کی تکذیب کرتا ہے اور جو شخص خدا کو ایک مانے
مگر اس کے ساتھ اس کو کاذب (جھوٹا) بھی کہے وہ ہرگز مؤحد
نہیں ہوسکتا (یعنی وہ کافر ہی ہے) (۲۱)

جب کوئی فرد اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے تو وہ بنیادی طور پر اپنے
تمام باطل عقائد کو رد کرتا ہے اب اس کے دل ودماغ میں ایک مربوط زندگی کا نقشہ
موجود ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے دیا ہے اس نقشے کے مطابق زندگی کی

بنیاد عقیدہ توحید پر ہے کہ وہ ان عبادات کو بجالائے جن کو دین نے ارکان اسلام کے نام سے یاد کیا ہے جب عقیدہ توحید کا اقرار کیا جاتا ہے تو اس کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کے ادا کرنے سے عقیدہ توحید پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز عقیدہ توحید ہے باقی جتنے اعتقادات اور ایمانیات ہیں اسی کے اجزا ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں ۔غرض ہر وہ چیز جو اسلام میں ہے خواہ وہ عقیدہ ہو یا عمل، اس کی بنیاد عقیدۂ توحید ہے۔فلاح ونجات کا راستہ صرف ایک ہی ہے ایمان کے ساتھ ساتھ یہ خیال اور احساس انتہائی ضروری ہے کہ تمام انسانی اعمال واقوال کا مقصد صرف اور صرف حکم الٰہی کی بجا آوری ہے۔ اسلام کے فرائض اولین عقائد ہیں یعنی توحید، رسالت، ملائکہ، قیامت حشر ونشر وغیرہ پر ایمان لانا سورۃ نساء کی آیت ۱۳۶ میں عقائد کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسولؐ پر اور اس کی کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے جس نے اللہ، اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا''

توحید کے تقاضے:

عقیدۂ توحید انسان کے فکر وعمل میں ایک انقلاب برپا کردیتا ہے اور انسان اللہ کے سوا سب سے بے نیاز ہوجاتا ہے اور بقول اکبرؔ الہ آبادی:

؎ خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

جب ایک مسلمان کا اعتقاد یہ ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم اور قانون ساز نہیں اس کے سوا کوئی انسانی زندگی کو منظم اور مربوط کرنے والا نہیں اور وہی ہے جو انسانوں کے کائنات اور اس کے ہم جنسوں سے تعلقات وروابط قائم کرتا ہے تو بے شک وہ نظام شریعت، نظام حیات، نظام معیشت، نظام معاملات اور نظم عدل و انصاف میں اسی سے رہنمائی لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا اسلامی تصور میں توحید کے تقاضے گردانے گا اور ان امور کو پوری طرح سمجھ لینے اور توحید کے تقاضوں کو جان لینے کے بعد ایک مسلمان کے دل میں حقیقت پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہوسکتی ہے اور ان تقاضوں پر پورے طور پر عمل کر کے ایک فرد حقیقی معنی میں مؤحد ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور اس کی ذات وصفات میں جو لوگ بھی اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہیں وہ بڑے ظالم ہیں۔ اس قدر واضح تعلیمات کے باوجود ہمارے اکثر نعت گوشعراء نے توحید کے تقاضوں کا پاس نہیں رکھا اور وہ حضورؐ سے عقیدت ومحبت کے اظہار میں غیر اسلامی عقائد کا پرچار کرنے لگتے ہیں۔ شرک کیا ہے؟ حقیقت شرک وتوحید کے مؤلف حضرت مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے

ہیں :

''قرآن مجید اور احادیث رسولؐ میں جن چیزوں کوشرک قرار دیا گیا ہے ان کو سامنے رکھ کر اگر شرک کی تعریف کی جائے تو اس کی تعریف یہ ہوگی ''خدا کی ذات یا اس کی صفات میں ،جس مفہوم میں وہ خدا کے لئے مستعمل ہیں یا اس کے حقوق میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا'' (۲۲)

علماء نے شرک کی دو قسمیں شرکِ جلی اور شرکِ خفی بتائی ہیں یعنی ایک تو نمایاں اور کھلم کھلا شرک ہے جو شرکِ جلی ہے اور شرک کی دوسری قسم ایسی ہے جس کا تجزیہ کر کے پتہ چلتا ہے کہ یہ شرک ہے مثلاً دکھاوے کی نماز پڑھنا شرکِ خفی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمدؐ حسام اللہ شریفی فرماتے ہیں

''ایک ہے شرک فی المعرفہ یعنی اللہ کی پہچان میں شرک' اور ایک ہے شرک فی الطلب' شرک فی المعرفہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی پہچان میں کوئی کمی ہو' اس کی ذات وصفات کی ضمن میں کسی کو لاکر اس کا ساجھی اور ہم پلہ بنا دیا گیا ہو یہ معرفت خداوندی میں شرک ہے اور اگر مقصود و مطلوب اور محبوب حقیقی ہونے کے اعتبار سے کوئی شے' کوئی شخص' کوئی ہستی' اللہ کے ہم پلہ ہوجائے' دل کے سنگھاسن پر آکر' اگر وہ اللہ کے برابر آکر بیٹھ جائے تو یہ شرک فی الطلب ہے'' (۲۳)

حضرت مولانا مفتی مختار الدین صاحب فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک یہ ہے کہ اس کی مخصوص صفات جیسے خالق ہونا' رازق ہونا' فاعل مختار ہونا' علیم' خبیر ہونا' اور عالم الغیب ہونا وغیرہ' غرض اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے'' (۲۴)

شرکیہ اعمال کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مانگنا' مالک تقدیر کہنا' کسی کو حاجت روا' مشکل کشا' فریادرس' حامی و ناصر سمجھنا' کسی کی پناہ ڈھونڈنا' مدد کے لئے پکارنا' اللہ کے سوا کسی کے آگے سر جھکانا' اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ' مالک الملک اور مقتدر اعلیٰ ماننا' آنحضرتؐ کو حاضر و ناظر' مختار کُل اور عالم الغیب سمجھنا' اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا' رکوع کی طرح جُھک کر تعظیم یا شکریہ ادا کرنا' کرامات و معجزات کے بیان میں مبالغہ آرائی' انبیاء کرام کی توہین و تضحیک کرنا' دلوں کا حال جاننا' اور بعد از وفات بھی پکار سننا وغیرہ۔

بدعت و ضلالت:

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب' قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند' اپنی کتاب ''مسائل شرک و بدعت'' میں بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اور تصرفات و اختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے اور جو کام آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ نے نہیں کیا، بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا ''بدعت'' کہلاتا ہے۔ کفر و شرک کے بعد بدعت بڑا گناہ ہے اور بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن و حدیث میں ان کا ثبوت نہ ملے'' (۲۵)

مولانا سیّد عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح شرک توحید کی ضد ہے اسی طرح بدعت سنت کے مدمقابل ہے سنت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور اس کو (سنت کو) نیست و نابود کر کے اس کی جگہ لے لیتی ہے'' (۲۶)

ہماری نعتیہ شاعری شرک فی الطلب کے مضامین پر مبنی اشعار سے بھری پڑی ہے مولانا عبدالستار خان نیازی جوشِ عقیدت میں ''عبد'' اور ''معبود'' کے فرق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ مانگنے کا شعور دیتے ہیں
جو بھی مانگو ضرور دیتے ہیں
ہم نیازی کسی سے کیوں مانگیں
ہم کو سب کچھ حضورؐ دیتے ہیں (۲۷)

قمر سہارن پوری کے یہ اشعار شرک فی المعرفہ کی غمازی کرتے ہیں:

؎ کاش ہوتا جو کہیں میرے خدا کا چہرہ
ہو بہو ہوتا رسول ِ دوسرا کا چہرہ
جلوہ حسن حقیقی کا سراپا وہ ہے
میرے سرکار کا چہرہ ہے خدا کا چہرہ (۲۸)

قمرالدین انجم کہتے ہیں:

؎ دکھا دو اپنا چہرہ پیارا پیارا یا رسولؐ اللہ
خدا کا جیتے جی کرلوں نظارہ یا رسولؐ اللہ (۲۹)

مولانا عبدالستار نیازی فرماتے ہیں:

؎ اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبی سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکار کا کھاتے ہیں (۳۰)

جسٹس ریٹائرڈ محمد الیاس فرماتے ہیں

؎ جس کی بگڑی کہیں نہ بنا پائی
مصطفیٰؐ نے اسے بنایا ہے (۳۱)

کوثر القادری لکھتے ہیں:

؎ تو بھی وہیں پہ آ، جس در پہ سب کی بگڑی بنتی ہے
ایک تیری تقدیر بنانا، ان کے لئے کچھ بات نہیں (۳۲)

انجم یوسفی فرماتے ہیں:

؎ ہزار رحمتیں اس رب کی ہیں مگر پھر بھی
غلام آپؐ کی رحمت کے انتظار میں ہے (۳۳)

محمد سعید بدر لکھتے ہیں:

؎ میرے کملی والے کی شان ہی نرالی ہے
دوجہاں کے داتا ہیں سارا جگ سوالی ہے(۳۴)

خالدمحمود فرماتے ہیں:

؎ کسی کا احساں کیوں اٹھائیں، کسی کو حالات کیوں بتائیں
تمہیں سے مانگیں گے تم ہی دو گے تمہارے در سے ہی لو لگی ہے(۳۵)

امانت لکھنوی کہتے ہیں:

؎ جسے چاہے کرے ناجی جسے چاہے کرے ناری
محمدؐ مالک و مختار ہے سرکار کے گھر کا (۳۶)

بیخود دہلوی فرماتے ہیں:

؎ مختارِ کارخانۂ قدرت ہے مصطفیٰؐ
ہے ان کو اختیار سپیدوسیاہ کا (۳۷)

حافظ پیلی بھیتی کا انداز ملاحظہ کیجئے:

؎ خدا کی خدائی کے تم ہو خداوند
یہ کیا کہہ دیا میں نے کیا کہتے کہتے (۳۸)

روا ہوگئیں حاجتیں میری کیا کیا
انہیں اپنا حاجت روا کہتے کہتے (۳۹)

''عبد'' اور ''معبود'' کے فرق کو مٹانے کی ایک مثال جعفر بلوچ کے ہاں بھی نظر آتی ہے لکھتے ہیں:

ے آساں اس طرح میری ہوتی ہیں مشکلات
کہتا ہوں یا نبیؐ کبھی کہتا ہوں یا خدا (۴۰)

ے کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر
خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رضا کے بغیر (۴۱)

ہمارے ہاں ایسے شاعروں کی کمی نہیں جو رسولؐ اللہ کی محبت میں خدا کو بھی بھول جاتے ہیں حالانکہ حمد و نعت کے فرق کو محسوس کرنا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ رفیع الدین ذکی قریشی کے حسب ذیل شعر میں حمد و نعت کے فرق کو محسوس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے انہوں نے یہ شعر نعت کہتے ہوئے کہا ہے:

ے انہیں کے حکم کے طابع، ستارے چاند اور سورج
انہیں کے طابع فرماں خدا کی سب خدائی ہے (۴۲)

امید فاضلی کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

ے وہ دو جہاں کا آقا، میں بے نوا وفقیر
میں صرف ایک بھکاری وہ مالکِ تقدیر (۴۳)

خالد محمود خالد نقشبندی فرماتے ہیں:

ے جب تک کہ مدینے سے اشارے نہیں ہوتے
روشن کبھی قسمت کے ستارے نہیں ہوتے (۴۴)

رفیع الدین ذکی' قریشی فرماتے ہیں:

؎ مجھے ایک بار پھر طیبہ بلائیں یا رسول اللہؐ
میری خوابیدہ قسمت پھر جگائیں یا رسول اللہؐ (۴۵)

گذشتہ سے پیوستہ متعدد اشعار میں شعرائے کرام نے حضور نبی کریمؐ کو مالک تقدیر' قرار دیا ہے حالانکہ مالک تقدیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ سب اشعار قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں کلام پاک کی سورۂ عبس' پارہ ۳۰ آیت ۱۹ میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے ترجمہ (''اللہ نے اسے (انسان کو) پیدا کیا اور پھر اس کی تقدیر مقرر کی'')

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی یہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں بن رہا تھا کہ اس کی تقدیر طے کر دی گئی اس کی جنس کیا ہوگی؟ اس کا رنگ کیا ہوگا؟ اس کا قد کتنا ہوگا؟ اس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہوگی؟ اس کے اعضاء کس حد تک صحیح و سالم اور کس حد تک ناقص ہوں گے؟ اس کی شکل اور آواز کیسی ہوگی اس کے جسم کی طاقت کتنی ہوگی اس کی ذہن کی صلاحیتیں کیا ہوں گی کس سرزمین کس خاندان' کن حالات اور کس ماحول میں یہ پیدا ہوگا پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اٹھے گا اس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات' ماحول کے اثرات اور اس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہوگا؟ کیا کردار یہ دنیا کی زندگی میں ادا

کرے گا اور کتنا وقت اسے زمین پر کام کرنے کے لئے دیا
جائے گا؟ اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا نہ اس
میں ذرہ برابر ردّوبدل کرسکتا ہے پھر کیسی عجیب ہے اس کی یہ
جرأت کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے آگے یہ اتنا بے بس
ہے اس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے'' (۴۶)

ترمذی شریف کی ایک حدیث کے مطابق ''حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کہا کہ سرکار اقدسؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ قلم ہے اللہ تعالٰی نے اسے فرمایا' لکھ' قلم نے عرض کیا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر' تو قلم نے لکھا جو کچھ ہو چکا تھا۔ اور جواب تک ہونے والا تھا''

مسلم ومشکوٰۃ شریف کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ خدا تعالٰی نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس قبل مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا اور لوح محفوظ میں ثبت فرما دیا'' (۴۷)

جوش عقیدت میں اللہ تعالٰی کی صفت حضور نبی کریمؐ سے' منسوب کرتے ہوئے یہ شعراء شرکیہ اقدام کے مرتکب ہوئے ہیں تقدیر کے حوالے سے شرکیہ اقدام پر مبنی چند اور اشعار ملاحظہ کیجئے

شکیل بدایونی لکھتے ہیں:

ے میرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا المدد محمدؐ تو ابھر گیا سفینہ (۴۸)

ایک اور نعت گو شاعر ''مرزا'' فرماتے ہیں

ؔ ہر سال کے آنے کا ایک راز ہے مرزا
سرکار جگاتے ہیں تقدیر کمینے کی (۴۹)

بہزاد لکھنوی فرماتے ہیں:

ؔ اس خاکِ آستاں کو کروں گا جبیں سے مَس
سوئے ہوئے نصیب ہیں ان کو جگاؤں گا (۵۰)

فضل گلبرگوی فرماتے ہیں:

ؔ جن کے کام رکتے ہیں ان کا نام لیتے ہیں
ان کا نام لیتے ہیں بن گیا ہے کام ان کا (۵۱)

ساغر صدیقی کا اظہار عقیدت ملاحظہ کیجئے:

ؔ تیرے نقشِ پا ہیں فردوس بریں کے لالہ زار
دو جہاں کے مقدر پر ہے تیرا اختیار (۵۲)

شیخ محمد ابراہیم آزاد فرماتے ہیں:

ؔ ہجر لکھا ہے جہاں وصل رقم ہو جائے
آپؐ کو کیا ہے مقدر کا بدلنا مشکل (۵۳)

قرآنی تعلیمات کی رو سے مقدر صرف اللہ کے اختیار میں ہے اور نعت گو شعراء یہ اختیار حضور نبی کریمؐ کو تفویض کر رہے ہیں۔

نعت میں مبالغے کی وجوہ:

یہ حقیقت ہے کہ شاعری تشبیہ' استعارہ' علامت اور مبالغے کی زبان ہے اور شعر میں جو خطاب ہوتا ہے وہ بھی اکثر تخیّلی ہوتا ہے حقیقی نہیں۔ اس لئے ہم بکثرت مشاہدہ کرتے ہیں کہ شاعر ایسی چیزوں سے بھی خطاب کرتا ہے جن میں خطاب سننے' سمجھنے اور جواب دینے کی اہلیّت نہیں ہوتی جیسے دریا' پہاڑ اور ہوائیں وغیرہ' جبکہ لُغت میں دراصل شعر کہتے ہی ایسے کلام کو ہیں جس میں محض خیالی اور غیر حقیقی مضامین بیان کئے گئے ہوں۔ یہی حال مبالغے کا بھی ہے اس لئے نعت گوئی کے مضامین میں علمائے اسلام نے اس حد تک مبالغے کو جائز ٹھہرایا ہے جس حد تک وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہو۔

مولانا مودودیؒ نعت میں مبالغے کے جواز اور عدمِ جواز کو دو اشعار کی مثال دیتے ہوئے یوں واضح کرتے ہیں۔

؎ ''حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

میں ایسا مبالغہ ہے جس سے صرف یہ مقصود ہے کہ ہمارے نبیؐ کے معجزات و صفات میں ہمہ گیری تھی۔ اس لئے یہ مبالغہ جائز ہے جب کہ اس شعر میں:

؎ کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

جو مبالغہ ہے، اس کی اجازت ذاتِ باری کی شانِ وحدانیت و خلاقیت نہیں

دیتی کیونکہ اس کے ڈانڈے شرک سے جا ملتے ہیں''۔ (۵۴)

''جشن ولادت'' کے موضوع پر ماہرالقادری کی نظم کے متعدد اشعار میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ تاہم یہ مبالغہ نہ تو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے اور نہ ہی عقلاً وعادتاً ناممکن نظر آتا ہے۔ جیسے:

ے چار سُو اللہ کی رحمت کا بادل چھا گیا
پھر محمدؐ کی ولادت کا مہینہ آ گیا
تاجدارِ انبیاء کے خیر مقدم کے لئے
آسماں وقتِ سحر تاروں کا مینہ برسا گیا (۵۵)

عقلاً و عادتاً محال مبالغے ''غلو'' کی ایک مثال حافظ لدھیانوی کے ہاں ملاحظہ کیجیے:

ے عجب انداز ہے حسن سخا کا
عطا کرتے ہیں پہلے التجا سے (۵۶)

بعض شعراء اس حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں کہ نعت نگاری کے تقاضے کیا ہیں؟ اور وہ صرف اپنی قادرالکلامی کے احساس کے تحت محض قافیہ پیمائی اور فنِ بدیع کے محاسن پر نظر رکھتے ہوئے مبالغے کی انتہائی حدوں تک جا پہنچتے ہیں۔

وہ نعت جس کی اساس محض خیال اور مبالغہ پر مبنی ہو نعت کو بے کیف بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حمد و ثناء جس قدر کی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس قدر بے حد و بے حساب ہیں کہ انسان کے لئے ان کا شمار کرنا تو کیا، ان کا تصوّر کرنا

بھی ناممکن ہے۔اس سلسلے میں خود ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ''کہہ دیجئے (اے نبیؐ) کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو وہ بھی ختم ہو جائیں گے لیکن میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اگر چہ ہم اُس جیسی اور مدد بھی لے آئیں'' (الکہف ۱۰۹)

حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل اور برتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں خصوصی شرف و فضل سے نوازا ہے۔حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا ہے:

ے
یا صاحب الجمال و سیّد البشر
مِن وَجهِکَ المنیر لقد نُورّالقمر
لا یُمکن الثناء کما کان حَقّهُ
بعد از خدا بزرگ تُوئی قصه مختصر

حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرنا نظم اور نثر میں بہت بڑی سعادت اور اجر و ثواب کی بات ہے لیکن اس میں حد سے تجاوز کر جانا جائز نہیں۔خود حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ''تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے کیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی تعریف کرتے کرتے اتنا آگے بڑھ گئے کہ ان کو (معاذ اللہ) خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا اور اسی کا عقیدہ رکھنے لگے اور توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو'' (صحیح بخاری، ج دوم،صفحہ ۱۰۰۹) مشکواۃ شریف ج ۲ ص ۹۷۲ کی ایک حدیث پاک کے مطابق ''آنحضرتؐ کو ایک مرتبہ نماز میں سہو (بھول) ہوگیا آپؐ نے فرمایا ''میں بھی

ایک بشر (انسان) ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو‘‘

شاعر نے شرک سے بچنے کے موضوع پر کیا عمدہ بات کہی ہے کہ ؎

کون کہتا ہے کہ تاجدارِ انبیاء نہ کہو
کون کہتا ہے کہ سردارِاولیاء نہ کہو
مگر یہ فلسفہ قُـل اِنَّمـااَنَـا بَشَـر
خدا کے بعد سبھی کچھ کہو خدا نہ کہو

کلامِ پاک میں ایسے مبالغے کی جو عقلاً اور عادتاً محال ہو، نفی کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے،

’’لَا تَغلوا فِی دِیْنِکُمْ‘‘ (پارہ ٦ آیت ١٧١) یعنی دین میں غلو سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ شاہ صاحب آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’تمام مذاہب میں جتنی بھی فرقہ بندیاں ہیں وہ افراط وتفریط کی وجہ سے ہے۔ شریعت سے ناواقف شخص کو ’’پیر کامل‘‘ سمجھ کر اس کے قدموں میں سر رکھ دیا جاتا ہے اور پیغمبر کو محض ’’چٹھی رساں‘‘ یا پیغام پہنچانے والا سمجھ کر ان کی تعلیمات سے روگردانی ہوتی ہے جو بالآخر دنیا وآخرت میں تباہی و بربادی کا

سبب بنتی ہے''۔ (۵۷)

بعض شعرائے کرام شان مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے احتیاط اور شرع کے تقاضوں پر کم توجہی اور حدود و قیود کی عدم پابندی کو محبت کی سرشاری میں، اظہارِ محبت وعقیدت کا ہی ایک انداز سمجھتے ہیں لیکن احترام وعقیدت کے

یہ جذبات بعض اوقات نہایت باریک اور حدِ ادب کے متقاضی ہوتے ہیں، اس لئے تو کہا گیا کہ

'' باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار ''

اسلام میں شعر و شاعری میں انہماک اگر چہ پسندیدہ نہیں ہے تاہم شعر کہنا، سُننا اسلام میں منع بھی نہیں لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اسلام نے اس سلسلے میں ہمیں پوری آزادی دے رکھی ہے کہ ہم اشعار میں جو چاہیں مجاز و استعارہ کی آڑ میں کہہ ڈالیں۔ بلکہ کلام و گفتگو سے متعلق اسلام کے جو واضح اور روشن اصول ہمارے سامنے ہیں، اشعار میں بھی ان کی پابندی ضروری ہے۔ مثلاً ایسے مجاز یا استعارہ کا استعمال شعر میں جائز نہیں، جو کلماتِ کفر کے زمرے میں آتا ہو۔ اس لئے کلمۂ کفر کا تکلم کفر ہے۔ اگر چہ اس کا معنٰی مقصود نہ ہو۔ شعر میں جھوٹ بولنا یا ایسا مبالغہ کرنا، جس پر جھوٹ کی تعریف صادق آئے، بھی جائز نہیں۔

مجاز و استعارہ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کے استعمال سے کسی مقدس ہستی کے حق میں بے ادبی یا کسی مسلّمہ اسلامی عقیدے کا انکار پایا جاتا ہو۔ مثلاً ایسا مجاز جس میں کسی مخلوق کو خالق سے تشبیہ دی گئی ہو یا کسی مخلوق کے وصاف کو بڑھا چڑھا

کراُ سے خالق کے ساتھ ملا دیا گیا ہو، جائز نہیں۔ جناب اسعد گیلانی لکھتے ہیں:

''میں صنعتِ شعر میں نعت گوئی اور منقبت کو سب سے زیادہ دشوار سمجھتا ہوں، اس لئے کہ شاعر اپنی فکر کی پرواز اور عقیدت کے وفور میں پھسل جاتا ہے اور اُن حدود کو غفلت میں پھلانگ جاتا ہے جو حدود، خود اس کے ممدوح نے اس میدان میں مقرر کی ہیں جس کے نتیجے میں شاعر نعت کی حدود سے نکل کر یا تو حمد کے دائرے میں جا داخل ہوتا ہے یا غفلت میں شرک کا ارتکاب کر گزرتا ہے اور لینے کے دینے پڑ جانے کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ حدودِ ادب کے اندر رہ کر نعت کہنا انتہائی دشوار کام ہے۔'' (۵۸)

دیکھا گیا ہے کہ اکثر شعراء ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جہاں اُن کے ظاہری اور حقیقی معنی کے علاوہ، کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ ایسے میں شاعر کے لئے ایک ''چھوٹ'' ضرور ہوتی ہے تاہم نعتیہ شاعری میں ایسے ذو معنی الفاظ کے استعمال میں بھی حد درجہ محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر شاعر کی مراد اُن الفاظ سے ایک ایسا معنی ہے۔

جو شرعاً درست اور صحیح ہوتا ہے، علمائے کرام کے نزدیک پھر بھی ایسے اشعار کا پڑھنا شرعاً ناجائز وحرام ٹھہرتا ہے۔ تالیفات رشیدیہ میں فقیہہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اس قسم کے بعض اشعار کا یہی حکم تحریر فرمایا ہے (فتاوی رشیدیہ، صفحہ ۵۶)، وہ اشعار یہ ہیں:

ؔ محمدؐ سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
محمدؐ کو خدا جانے ، خدا کو مصطفٰی جانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے ، کوئی جانے تو کیا جانے
احد نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اُس کا مرتبہ جانے

نعتیہ شاعری میں جہاں ''غیر اسلامی عناصر'' کی بات ہوتی ہے، وہاں اس سے مراد، ایک طرف تو کھلم کھلا شرک و بدعت اور الوہیّت اور نبوت کے فرق کو مدنظر نہ رکھنے، اور دوسری طرف شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے کی طرف اشارہ مطلوب ہوتا ہے۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں رواج پانے والے مزید ''غیر اسلامی عناصر'' کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے۔

(ا) نعتِ نبی ﷺ میں حروفِ ندا کا استعمال، (یا نبیؐ، یا رسول اللہؐ وغیرہ کہنا) نیز حضور ﷺ کو ''نور'' قرار دینے کا موضوع اکثر زیرِ بحث رہتا ہے، جیسے امیر مینائی کے اس شعر میں کہا گیا ہے:

ؔ نورِ مجسم ، نیّرِ اعظم ، سرورِ عالم، مؤنسِ آدم
نوح کے ہمدم ، خضر کے رہبر، صلی اللہ علیہ وسلم

''یا رسولؐ اللہ کہنے کے حوالے سے حضرت مولانا رفعت صاحب قاسمی فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے بالکل واضح اور قطعی طور پر مندرجہ ذیل امور ثابت ہیں۔

- ایک یہ کہ صرف خدا ہی وہ ہستی ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اور نہ صرف پکار کو سنتا ہے بلکہ دل میں مانگی جانے والی دعاؤں کو بھی سنتا ہے

- دوسرے یہ کہ تمام انبیاء و اولیاء اس کے بندے اور بشر (انسان) ہیں ان میں کوئی مافوق البشر طاقت و صلاحیت نہیں ہے ان سے جن معجزات یا کرامات کا ظہور رہوتا ہے وہ اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ اسے مناسب سمجھے اور روہ ارادہ فرمالے۔

- تیسرے یہ کہ اللہ کے سوا کسی ہستی میں کوئی بھی ایسی صلاحیت فرض کر لینا شرک ہے جو اللہ کے لئے مخصوص ہو .... یہ تینوں باتیں جب قطعی اور اٹل ہوگئیں تو اب کسی بھی دلیل سے ان کے خلاف عقیدہ نہیں رکھا جا سکتا ہر استدلال کو رد کیا جا سکتا ہے مگر قرآن کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ خدا کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں اور یا رسولؐ اللہ کا نعرہ اس عقیدہ کے ساتھ کہ حضورؐ بغیر فرشتوں کے توسل کے خود سن رہے ہیں شرک کی بدترین قسم ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے'' (۵۹)

مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی کا یہ قول فیصل بھی قابل توجہ اور انتہائی اہم ہے۔

’’ اللہ کی ذات کے سوا کسی کو حاضر و ناظر ماننا اور اس کا عقیدہ رکھنا شرک ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ (جہاں پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا جلوہ گر ہوتے ہیں اس میں آپؐ کی توہین ہے بلکہ جو درود شریف پڑھا جاتا ہے صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ ملائکہ فرشتے اس کو لے کر جاتے ہیں اور جہاں پر آپؐ آرام فرما ہیں وہاں پیش کرتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کا درود شریف ہے اس نے آپؐ پر پیش کیا ہے‘‘ (۶۰)

(۲) حضور ﷺ کی شفاعت کے حوالے سے صحیح اسلامی عقیدے اور سوچ کا موضوع، اکثر نعتیہ اشعار میں زیرِ بحث آتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ہر فاسق و فاجر اور مذہبی شعائر کی پابندی نہ کرنے والا بھی حضور ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا؟

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی سے راقم کے استفسار پر جاری ہونے والے فتویٰ نمبر ۶۴۲ ۴۴، فتویٰ ج ۷/۴ کے مطابق ’’اگر عقیدہ ٹھیک ہو یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے ہر جگہ سے سماع پر قدرت یا علم غیب وغیرہ کا اعتقاد نہ ہو تو شعر میں آپؐ کے لئے حروفِ ندا کا استعمال فی نفسہٖ جائز ہے تاہم چونکہ یہ عوام کے لئے دور سے سُننے وغیرہ کے اعتقاد کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے جہاں فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہوگا، وہاں ایسے اشعار کا پڑھنا ممنوع ہوگا۔

حروفِ ندا کے الفاظ پر مبنی حافظ لدھیانوی کا حسبِ ذیل شعر بطورِ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

؎ نگاہوں کو مدینے کی ہے حسرت یا رسولؐ اللہ
نظر آ جائے مجھ کو بابِ رحمت یا رسولؐ اللہ

آنحضرتؐ کو جسماً وحقیقتاً یعنی ایسے معنی میں ''نور'' قرار دینا جس سے آپؐ کی صفتِ بشریت کی نفی ہوتی ہو، ناجائز وحرام، بلکہ قرآن وحدیث کی صریح اور قطعی نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ البتہ مجازاً اور استعارتاً یعنی نورِ ہدایت کے معنوں میں آپؐ کو نور قرار دینا بلا شبہ درست اور جائز ہے۔ اور مجسم کا لفظ اردو محاورہ میں کسی وصف کے بیان میں مبالغہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''صدق مجسم'' اور ''عدلِ مجسم'' وغیرہ، اس لئے اس معنی میں نور کے ساتھ مجسم کا لفظ استعمال کرنے میں بھی حرج نہیں۔ بلکہ حضرت عائشہؓ نے اپنے مشہور شعر میں آپؐ کو سورج سے بھی تشبیہ دی ہے۔ اس لئے اگر عقیدہ درست ہوتو بظاہر حسی نور سے بھی آپؐ کو فی نفسہٖ تشبیہ دینے میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم اس میں چونکہ فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہوسکتا ہے، اس لئے عوام کو ایسی تشبیہ سے منع کیا جائے گا۔

کلمہ گو مسلمان اس حوالے سے خوش قسمت ترین لوگوں میں سے ہیں کہ خواہ وہ متقی و پرہیز گار ہو، یا فاسق و فاجر، حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔ کچھ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے اور کچھ داخل ہو کر ایک مدت تک عذاب چکھنے کے بعد، رسول کریم ﷺ نے ایک روایت کے مطابق خود

ارشاد فرمایا ہے کہ:

''میری شفاعت میری اُمت کے گناہِ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں کے لئے ہوگی''۔ بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت کے الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ''پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی، سو میں جہنم والوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرتا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اس میں سوائے اُن لوگوں کے کوئی باقی نہیں رہے گا جن کو قرآن پاک نے روکا ہوگا''۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپؐ کی مطلق شفاعت تمام مومنین کو عام ہوگی۔ البتہ بعض خاص قسم کی شفاعت جو مثلاً رفع درجات کے لئے ہوگی یا جنت میں دُخولِ اولی کے لئے ہوگی، وہ صرف صلحاء اور اتقیاء کے لئے ہوگی۔ فاسق وفاجر اور آپؐ کی سنت سے اعراض کرنے والے اس سے محروم رہیں گے۔ کتاب وسنت کی تعلیمات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دین میں سنتِ رسولؐ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا سراسر گمراہی اور ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح صحیح اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

''پاکستان میں نعت'' کے خالق جناب راجہ رشید محمود کا یہ جامع تبصرہ نعت گوئی کی حدود وقیود سے متعلق انتہائی اہم ہے۔ لکھتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت جذبات کو زبان دینے پر مائل ہوتی ہے۔ تو شریعت حدود وقیود کی طرف متوجہ کرتی

ہے ۔ایک طرف یہ خیال کہ کوئی ترکیب،کوئی اصطلاح،کوئی
تشبیہ،کوئی استعارہ،کوئی لفظ ، کوئی حرف،کوئی شوشہ،حضورؐ
کے عُلو مرتبت سے فِروتر نہ ہو،اور شعر میں محبوب مجازی کی
تعریف کا عالم پیدا نہ ہو جائے ۔تو دوسری طرف یہ احساس کہ
مداح کہیں ارادت وعقیدت کے بہاؤ میں افراط وتفریط کا
شکار نہ ہو جائے ۔ اسلام تخیل کی کسی غیر ذمہ دارانہ اڑان کی
اجازت نہیں دیتا، ایسا ہوتو قرآن شاعروں کے باب میں
یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُن ' کہتا ہے اور فِی کُلّ وَادٍ یَھِیْمُوْن' کی
وضاحت سامنے آتی ہے لیکن اگر شاعر شعری اور شرعی تقاضوں
کا خیال رکھے تو سرکار ﷺ اس کے لئے اللّٰھُمَّ ہ اَیِّدَہُ
بِرُوْحِ الْقُدُس کی دعائیں کرتے ہیں ۔'' (۶۱)

اردو نعتیہ شاعری میں حضورؐ کی تعریف میں حد سے بڑھی ہوئی زیادتی یا کمی شعراء کی جہالت اور دین کی دوری کی وجہ سے در آئی ہے جس کا جائزہ اس مقالے میں لیا جا رہا ہے ۔

حوالہ جات

(۱) مولوی سیّد احمد دہلوی مُرتبہ: فرہنگ آصفیہ (جلد سوم و چہارم) صفحہ ۱۶۸۱ اردو سائنس بورڈ لاہور، طبع سوم ۱۹۹۵ء

(۲) مولوی نورالحسن نیّر کاکوروی، مُرتبہ: نوراللغات، جلد چہارم، صفحہ ۲۹۵ نیّر پریس لکھنؤ ۱۹۲۹ء

(۳) حسن عمید، مُرتبہ فارسی تالیف فرہنگ عمید، صفحہ ۱۳۹۲، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران

(۴) ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، لکھنؤ کا دبستان شاعری، صفحہ ۵۴۴، اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۷ء

(۵) ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''اردو غزل، نعت اور مثنوی''، صفحہ ۲۶۰، الوقار پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۴ء

(۶) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مولانا ظفر علی خان ادیب و شاعر، صفحہ ۱۶۳، مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۶۷ء

(۷) مولانا احمد رضا خان بریلوی (الملفوظ) حصہ دوم صفحہ ۴، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی س۔ن

(۸) علامہ اختر الحامدی، ''امام نعت گویان'' مکتبۂ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ ھ، صفحات ۳۷، ۳۸

(۹) ڈاکٹر عبدالحق ''چند ہم عصر''، صفحہ ۳، مُرتبہ شیخ چاند لطیفی پریس دہلی، بار اوّل ۱۹۳۷ء

(۱۰) عزیز احسن، ''ہُنر نازک ہے''، صفحہ ۱۱، اقلیم نعت، ذیلی دفتر، آئی ٹن۔ٹو۔اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

(۱۱) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، صفحہ ۵۸۱، اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۰ء

(۱۲) حکیم محمد یحییٰ خان شفا، عربی زبان میں نعتیہ کلام، بحوالہ نقوش'' رسولؐ نمبر (جلد دہم) صفحہ نمبر ۱۲۳، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۴ء

(۱۳) الشمائل ترمذی، باب فی خُلق رسول ﷺ، صفحہ ۱۶، اردو ترجمہ مولانا ذکریا دینی کتب خانہ لاہور۔

(۱۴) ایضاً صفحہ ۳۴

(۱۵) سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (جلد اول، صفحہ ۴۵، ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

(۱۶) ایضاً صفحہ ۱۱۳

(۱۷) حضرت مولانا، وحید الدین خان، اسلام ایک تعارف، دارالتذکیر، اردو بازار لاہور صفحہ ۱۴، ۲۰۰۸ء

(۱۸) حضرت مولانا مختار الدین صاحب، عقیدہ اور عقیدت، صفحہ ۲۶، دارالایمان جامعہ ذکریا کربوغہ شریف کوہاٹ

(۱۹) مولانا محمد منظور نعمانی، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ صفحہ ۱۳۷، مجلس نشریاتِ اسلام ناظم آباد کراچی۔

(۲۰) ادارہ معارف اسلامیہ، صفحات ۴۸-۲۸۳ جلد ۶، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۹۲ء

(۲۱) مولانا محمد رفعت صاحب، قاسمی، مسائل شرک و بدعت، صفحہ ۱۵ مکتبہ خلیل، غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔

(۲۲) مولانا امین احسن اصلاحی، حقیقت شرک وتوحید، صفحہ ۱۸ فاران فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۷

(۲۳) مولانا حسام اللہ شریفی ،ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' صفحہ ۵۵، ۲۷ مارچ تا ۲ اپریل ۲۰۰۶ کراچی

(۲۴) حضرت مولانا مختار الدین صاحب ،عقیدہ اورعقیدت ،صفحہ ۸، دارالایمان جامعہ ذکریا کوہاٹ

(۲۵) مولانا محمد رفعت صاحب، قاسمی مسائل شرک وبدعت صفحہ ۱۵۵، اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء

(۲۶) مولانا سید، عبدالرحیم صاحب، فتاوی، رحیمیہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۸، مکتبہ مفتی اسٹیٹ راندیر

(۲۷) ناصر زیدی، مُرتبہ: ۱۰۱ معیاری نعتیں صفحہ ۸۶

(۲۸) ایضاً ۲۳

(۲۹) ارشد ملک ،مرتب نعتیہ انتخاب کروذکر میرے حضوؐر کا صفحہ ۲۴

(۳۰) ایضاً صفحہ ۳۹

(۳۱) ماہنامہ الملنکیہ'' اوکاڑہ اکتوبر نومبر ۲۰۰۷ صفحہ ۳

(۳۲) کروذکر میرے حضوؐر کا، نعتیہ انتخاب مُرتبہ ارشد ملک صفحہ ۱۹

(۳۳) نعتیں حضوؐر کی ۔ مرتبہ یعقوب مختار صفحہ ۳۶

(۳۴) ایضاً ۸۱

(۳۵) ایضاً ۶۶

(۳۶) ''نقوش'' (رسولؐ نمبر) نعتیہ انتخاب صفحہ ۶۳۶

(۳۷) ایضاً ایضاً صفحہ ۱۳۷

(۳۸) نعت حافظ، صفحہ ۲۷۵

(۳۹) نعت حافظ، صفحہ ۲۷۵

(۴۰) جعفر بلوچ، بیعت صفحہ ۴۴

(۴۱) کرو ذکر میرے حضورؐ کا، مرّتبہ: ارشد ملک شاعر گمنام صفحہ ۵۲

(۴۲) رفیع الدین ذکی قریشی، نور و نکہت صفحہ ۲۱

(۴۳) امید فاضلی، میرے آقا صفحہ ۱۲۴

(۴۴) لب پر نعت پاک کا نغمہ، نعتیہ انتخاب مُرّتبہ: مدثر سرور چاند صفحہ ۳۹

(۴۵) رفیع الدین ذکی قریشی، نور و نکہت صفحہ ۱۹

(۴۶) مولانا، ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد ششم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ صفحہ ۲۵۶/۵۷

(۴۷) مجلّہ نقوش (رسولؐ نمبر) بحوالہ، اعتقادات صفحہ ۲۹۱، جلد ۶ شمارہ ۱۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء ادارہ فروغ اردو لاہور

(۴۸) کرو ذکر میرے حضورؐ کا، نعتیہ انتخاب، مُرّتبہ: ارشد ملک صفحہ ۶۳

(۴۹) ایضاً ص ۱۱۱

(۵۰) انتخاب نعت، ڈاکٹر مرتضیٰ ملک صفحہ ۱۰۴

(۵۱) ماہنامہ ''سیارہ'' لاہور اپریل ۱۹۸۶ صفحہ ۳۸

(۵۲) خیر البشر کے حضور میں، انتخاب ممتاز حسن صفحہ ۱۷۴

(۵۳) مجلّہ ''اوج'' لاہور ۹۳-۱۹۹۲) صفحہ ۱۲۶

(۵۴) ماہنامہ ''محدث'' لاہور (رسولؐ مقبول نمبر) ۱۹۷۶ صفحہ ۲۰۷

(۵۵) ''محسوسات ماہر'' صفحہ ۶۷

(۵۶) مطلع فاران، حافظ لدھیانوی صفحہ ۱۰۶

(۵۷) حضرت مولانا مفتی عبداللہ شاہ صاحب، درس وتفسیر قرآن، ریڈیو براق پشاور مورخہ ۵ دسمبر ۲۰۰۶ء

(۵۸) سید اسعد گیلانی، بحوالہ نعت اور آداب نعت گوئی، مجلّہ ''مفیض'' نعت نمبر ۲۰۰۵ء گوجرانوالہ صفحہ ۱۲۱

(۵۹) مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی، مسائل شرک وبدعت، (قرآن وحدیث کی روشنی میں) مکتبہ جلیل اردو بازار لاہور صفحات ۲۶ - ۲۷

(۶۰) ایضاً صفحہ ۳۷

(۶۱) راجہ رشید محمود، پاکستان میں نعت، ایجوکیشنل ٹریڈرز، اردو بازار لاہور ۱۹۹۴ صفحہ ۱۵

باب دوم

ابتدائے اسلام سے الطاف حسین حالؔی تک، کی نعت کا جائزہ

باب دوم: ابتدائے اسلام سے الطاف حسین حالی تک کی نعت کا جائزہ

نعتیہ شاعری کی ابتدا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ہوئی اگرچہ نعت کے اسلوب اور ہیئت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت ساری تبدیلیاں بھی ہوئیں تاہم مدحت رسول ﷺ کے بنیادی موضوع سے انحراف کبھی نہیں ہوا۔ ڈاکٹر انور سدید کے بقول:

''عقیدت کے ان گلدستوں کو جو تیرہ سو سال سے شفیع المذنبین کی بارگاہ عالی مقام میں پیش کئے جا رہے ہیں، دیکھا جائے تو احساس ہوگا کہ محبت کی فراوانی میں کمی آئی نہ جنونِ اظہار ختم ہوا، اور نہ ہی موضوع کی تنگ دامانی کی کبھی شکایت پیدا ہوئی۔'' (۱)

قدیم نعتیہ شاعری کی تاریخ بڑی پرانی ہے مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی، ندوی لکھتے ہیں:

''یہ صنف شاعری عربی زبان میں اور عہد نبوت ہی میں پیدا ہوگئی تھی اور یقیناً اس عہد میں اسے پیدا ہونا چاہئے تھا شاعری نام ہی ہے حقیقی جذباتِ قلبی کے اظہار کا جو کلام موزوں و مقفٰی کی شکل میں ہو مسلمانوں کو عموماً اور صحابہ کرام کو خصوصاً جو محبت اور دلی وابستگی ذات قدسی صفات حضرت رسالتمآبؐ سے تھی اس کا تقاضا ہی تھا کہ دل کی بات زبان پر آئے اور جب آئے تو کیوں نہ شعر و سخن بن کر آئے اس لئے تقریباً ان تمام صحابہ

کرام نے جوشعر کہتے تھے نعتیہ اشعار کہے ہیں'' (۲)

حضور نبی کریمؐ نے واقعیت اور صداقت کے آئینہ دار اور جھوٹ مبالغہ سے پاک شاعری کو پسند فرمایا۔

حکیم محمد یحییٰ خان شفا لکھتے ہیں:

''ایک شاعر کا مصرع، الا کل شئیٍ ما خلا اللہ باطل ُ
ترجمہ: خدا کے سوا جو کچھ ہے نمود سیمیائی[1] ہے'' آپؐ نے
بہت پسند فرمایا تھا۔ (۳)

حضرت حسانؓ کو مورخین نے شاعر دربار نبوی کے نام سے ذکر کیا ہے۔ حضورؐ کے چچاؤں حضرت ابو طالب، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی نعتیہ شاعری میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت مالک بن عوفؓ، حضرت سفیان بن حارثؓ، حضرت کعب بن مالک، اور حضرت قیس بن بحر الاشجعیؓ جیسے شعرا نے تو بڑی شہرت حاصل کر لی۔

عربی شاعری سے گزر کر جب ہم فارسی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو فخر الدین اسعد گورگانی، شیخ فریدالدین عطار، حکیم سنائی، انوری، خاقانی، نظامی، مولانا جامی، مولانا روم، اور شیخ سعدی وغیرہ نے قرآن و حدیث کو اپنی شاعری کا ماخذ بنا کر نعتیں لکھیں۔ جب ہم اردو شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق:

''مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز

---

[1] اشیائے موہوم، جن کا حقیقت میں وجود نہ ہو، اور لوگوں کو دکھا سکتے ہیں۔

(۸۲۵ھ/۱۴۳۱ء) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے تاہم ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کی رُو سے فخرالدین نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' تصنیف (۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ) میں حمد کے بعد آنے والے اشعار کو نعت کا پہلا مستند نمونہ سمجھنا چاہئیے۔'' (۴)

ڈاکٹر انور سدید کے مطابق:

''اردو کی قدیم ترین نعتوں میں دکن کے فرمان روا، قلی قطب شاہ کی نعت، زبان کی اُس غیر ترقی یافتہ صورت کو ظاہر کرتی ہے۔ جب اظہار بیان کے جملہ اسالیب نشو و نما کی ابتدائی منزل میں تھے۔ زبان کی اس تنگ دامانی کے باوجود قلی قطب شاہ کی نعت میں جذبات کی فراوانی ہے۔''

تجھ مکھ جگت جوت سے عالم دیں ہارا ہوا
تجھ دین کے اسلام کے مومن جگت ہمارا ہو (۵)

قلی قطب شاہ اردو کا وہ پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہے جس نے نعتیہ غزلیں کہی ہیں۔نمونے کا ایک اور شعر حسب ذیل ہے۔

؎ دیا بندے کو حق نبیؐ کا خطاب
حکم دے دیا نُور جوں آفتاب

قلی قطب شاہ کے علاوہ مولانا نصرتی ،غواصی ، اور ولی دکنی نے بھی نعت گوئی

میں طبع آزمائی کی ہے۔ اردو نعت کے دکنی دور میں نصرتی کے اشعار کا منفرد مقام ہے۔ اس نے قصائد میں نعتیہ اشعار اور مضامین کو جگہ دی ہے۔ نمونۂ کلام کے طور پر حسب ذیل اشعار ملاحظہ کریں۔

؎ رہے نامور سیّدالمرسلین
کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
؎ لکھی جائے تا لامکاں کی صفت
کہ اس شرح میں ہے سخن بے سکت

مُلا غواصی نے بھی نعت رسول مقبولؐ کے حوالے سے متعدد شعر کہے ہیں۔ دہلی میں اردو شاعری کے با قاعدہ آغاز کے ساتھ جب ولی دکنی کا دیوان منظرِ عام پر آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ولی کا نعتیہ سرمایہ ان کی غزلوں، قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مثنویوں، مخمس اور مستزاد پر مشتمل ہے۔ ولی کی نعتیں معتدل اور افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ اسلوب بیان صاف ستھرا اور عام فہم ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''جس طرح ولی کی شاعری جنوبی ہند اور شمالی ہند کی شعری روایات اور زبان و بیان کے اسالیب کے درمیان حد فاصل قائم کرتی نظر آتی ہے، اسی طرح ولی کے نعتیہ اشعار اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ ولی کی نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

؎ بعد حمد خدائے بے ہمتا
یاد کر نعت سیّد مُرسل

جس کی ہمت کی ہے ترازو میں
دونوں جہاں مثلِ دانۂ خردل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں
بادشاہوں کا دنگ ہے دنگل''(۶)

سراج اورنگ آبادی بھی اسی دور کے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں دوسری اصناف کے ساتھ ساتھ نعت کے اشعار بھی نظر آتے ہیں۔

تاہم نعت لکھتے ہوئے بعض اوقات ان کے ہاں شریعت کے تقاضے مجروح نظر آتے ہیں مثلاً ذیل کے اشعار میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے بجائے حضورؐ سے مانگنے اور نبیؐ ہی کو خدا سمجھنے کا احساس نمایاں ہے۔

؎ کر سراسر شوق میں بے ہوش مجھ کو یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشہء عرفان کا
تو احد ہے نام تیرا احمدؐ بے میم ہے
زیب پایا تجھ صفت سے ہر ورق قرآن کا (۷)

اس دور کے دیگر شعراء نے بھی نعتیہ اشعار لکھنے کی طرف توجہ دی ہے۔ اردو کی نعتیہ تاریخ میں دکن کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کئی شعراء کو نعت گوئی کے حوالے سے شہرت ملی۔ ان میں خواجہ بندہ نواز، فخر الدین نظامی، شاہ میراں جی شمس العشاق، نوازش علی شیدا، عبدل، شاہی، ملا وجہی، عبداللہ قطب شاہ، احمد بلاقی، ابن نشاطی، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ ابدال پھلواری اور فتاحی وغیرہ شامل ہیں۔ البتہ اس مقام پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی یہ رائے اہمیت کی حامل ہے کہ:

''اردو نعت گوئی کا مؤرخانہ جائزہ صاف بتاتا ہے کہ ایک طویل مدت تک چونکہ کسی اور اردو شاعر نے نعت گوئی سے خصوصی شغف کا اظہار نہیں کیا، اس لئے اُنیسویں صدی عیسوی کے وسط تک نعتیہ شاعری کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو رسمی نعت گوئی کے تحت آتا ہے اور فکر و فن کے لحاظ سے اس کا معیار ایسا نہیں کہ اس کا ذکر ضروری سمجھا جائے۔'' (۸)

نعت گو شاعر شاہ ابدالی پھلواری کے حسب ذیل اشعار شرکیہ خیالات یعنی خدا تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنے کا مفہوم پیش کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم نے شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر جتنا زور دیا ہے اتنا زور کسی دوسرے مسئلے پر نہیں دیا۔

وہ جگ کے سردار محمدؐ نبیوں کے سالار محمدؐ
امت کے غم خوار محمدؐ سب کے پالنہار محمدؐ(۹)
صلی اللہ علیہ وسلم
میں ہوں بہت ناچار محمدؐ ناؤ پھنسی منجدھار محمدؐ
کوئی نہ کھیون ہار محمدؐ تم ہی اتارو پار محمدؐ

پہلے بند میں خالص شرک اور دوسرے میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنے کا انداز نمایاں ہے۔ اللہ کے سوا دوسروں سے مانگنے کا اظہار میر تقی میر کے ہاں بھی نمایاں ہے۔

؎ لطف تیرا عام ہے کرمرحمت
ہے کرم سے تیرے چشم مکرمت

مجرم عاجز ہوں کرٹک تقویت
تو ہے صاحب تجھ سے ہے یہ مسلت (۱۰)

اس دور کے بعض شعرا آپؐ کی برتری اور فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے، دوسرے انبیاءعلیہم السلام کی توہین یا تنقیص کرتے ہیں مثلاً مرزا محمد رفیع سودا کے اس شعر میں دیگر انبیائے علیہم السلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔

کرے جو ہمسری اُسؐ سے کسے تاب
کہ نبیوں سے بڑھ کر ہیں اس کے اصحاب (۱۱)

''سحرالبیان'' کے میر حسن کا یہ شعر بھی دیگر انبیائے علیہم السلام کی توہین کے زمرے میں آتا ہے۔

خلیل اس کے گلزار کا باغبان
سلیمان سے کئی مُہر دار اس کے ہاں(۱۲)

اسلامی تہذیب وتمدن کی بنیاد، اللہ تعالیٰ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان رسولوں پر ایمان اللہ تعالی کی کتابوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان جیسے عقائد پر قائم ہے۔

چونکہ رسولوں نے انسانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پیش کیا جو انسانوں کی فلاح دارین کا ضامن ہے اس اعتبار سے ان کا اتباع اصل دین ہے نہ کہ ان کی توہین وتنقیص کو شاعری کا موضوع بنا دیا جائے اگر مسلمان ان عقائد سے بے پرواہو کر جو، جی میں آئے کہتے اور کرتے چلے جائیں تو انسانیت کے درجے سے گر کر حیوانیت سے بھی بدتر درجے میں ان کا شمار ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بے راہ روی سے بچائیں۔

اگر کسی شخص کا عقیدہ صحیح نہیں ہے تو ان کے سارے اقوال واعمال بیکار ہیں

ارشاد ربانی ہے:

ومن یکفر باالایمان فقد حبط عمله وهو فی الآخرة

من الخسرین ٥

(المائدہ آیت ۵)

ترجمہ: اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین اور اس کے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے جو صحیح عقیدہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور روز آخرت پر ایمان کے ساتھ اس بات پر ایمان کہ اچھی بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ چھ چیزیں ہی صحیح عقیدہ کی بنیاد ہیں جنہیں لے کر اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے اور انہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا۔ ان چھ بنیادوں کے دلائل، کتاب وسنت میں بہت زیادہ ہیں سورۃ بقرۃ آیت ۲۸۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

> ترجمہ: رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسولؐ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں

اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ’’ہم
اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے‘‘

شیخ قلندر بخش جرأت فرماتے ہیں:

اُسی کے عشق میں پابند الفت رہ دلا ہردم
کہ ہووے گا یہی روز جزا موجب رہائی کا (۱۳)

حالانکہ ’’رہائی‘‘ اللہ کے کرم سے ہوگی نہ کہ صرف حضورؐ سے عشق کا دم بھرنے کی وجہ سے، اسی نعت کے ایک دوسرے شعر میں آپ فرماتے ہیں:

بلند اس کا وہ ایوان مراتب ہے کہ واں کب ہے
خیال ساکنان عرش کو یارا رسائی کا (۱۴)

عرش کے ساکن کون ہیں؟ شاعر کو اس کے پہچاننے میں شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔

نظیر اکبر آبادی کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

آسماں تم نے شب معراج کو روشن کیا
عرش وکرسی کو قدم اپنے سے دی نور وضیا (۱۵)

عرش وکرسی کو اپنے قدم مبارک سے نور وضیا دینے کی بات نہ صرف خلاف واقعہ ہے بلکہ غلو کے مترادف ہے۔

؎ تم کو ختم الانبیاء حق بھی حبیب اپنا کہئے
اور سدا روح الامین آوے ادب سے وحی لے

؎ کسی نبیؑ کو یہ مدارج ہیں تمہارے سے ملے
ہے نبوت کا جو اقدس بحرتم اس بحر کے (۱۶)

خود حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ انہیں دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جائے لیکن شاعر کو جوشِ عقیدت میں اس تنبیہ کا احساس ہی نہ رہا۔

شیخ امام بخش ناسخ کے یہ اشعار قابلِ توجہ ہیں

مسیحا بہر بیعت آئے گا چرخ چہارم سے
نہیں موسیٰ سے کم رُتبہ ترے جلوے کے بے خود کا (۱۷)

اس شعر میں حضورؐ کے چاہنے والے کو حضرت موسیٰؑ سے بڑھا دیا یا برابر کر دیا یہ بہت خوف ناک بات ہے صحابہؓ رسولؐ کا مُرتبہ بہت بڑا ہے لیکن وہ بھی کسی نبیؑ کے برابر نہیں۔

معانی قل ھواللہ احد کے ہیں یہاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا (۱۸)

''احمد'' اور ''احد'' کو ایک کر دیا گیا یعنی دونوں ایک ہیں یہ کھلا شرک ہے شیخ امام بخش ناسخ کے ہم عصر شاعر کرامت علی خان شہیدی کا نام نعت کی تاریخ میں عزت سے لیا جاتا ہے تاہم جوشِ عقیدت میں ان کی ''لغزشیں'' بھی ملاحظہ کیجئے۔

ہے سورۃ والشمس اگر روئے محمد
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمد (۱۹)

عقیدت ومحبت اپنی جگہ پر، لیکن کلام پاک کی سورۃ الشمس (پارہ ۳۰) میں حضورؐ کے روئے مبارک اور سورۃ اللیل (پارہ ۳۰) میں موئے مبارک کا کوئی ذکر نہیں ہے یہ صرف شاعر کی ذہنی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔

کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں باردو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ (۲۰)

یہ شعر لایعنی مبالغے کی عکاسی کرتا ہے حضورؐ نے دو عالم کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے بے معنی بات ہے نیز اس میں جو مبالغہ ہے وہ بھی اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔

رضوان کے لئے چلو سوغات شہیدی
گر ہاتھ لگے خاروخس کوئے محمدؐ (۲۱)

حضورؐ نے خود جنت کی ترغیب دلائی ہے لیکن یہاں شاعر حضورؐ کے کوچے کو جنت سے بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں ایسی عقیدت اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے جس کی نعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے کرامت علی خان شہیدی کی اسی نعت کے حسب ذیل شعر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تنقیص پائی جاتی ہے۔

تھا بیش بہا عشق کے بازار میں یوسفؑ
پر ہو نہ سکا سنگِ ترازوئے محمدؐ (۲۲)

شاعر نے اطاعت رسول کے خلاف بات کی ہے حضرت یوسف علیہ السلام سے تقابل کی جو بات کی گئی ہے اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

دوسرے شاعر غلام امام شہید نے بھی غیر شرعی خیالات کا اظہار نعت میں

یوں کیا ہے۔

محمدؐ شمع ہے بزمِ قدم کی
محمدؐ مالک کون ومکان ہے
محمدؐ سے ہوئی تکوین کونین
محمدؐ مدعائے کن فکاں ہے (۲۳)

مالک الملک اور مالک کون ومکان تو اللہ تعالیٰ ہے شاعر نے حضور ﷺ کو مالک کون ومکان قرار دے کر غیر اسلامی تعلیمات، بلکہ شرک کا پرچار کیا ہے۔

غلام امام شہید کے یہ اشعار بھی توجہ طلب ہیں :

جب سے ہوا وہ گل چمن آرائے مدینہ
جبریل بنا بُلبُل شیدائے مدینہ
قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اُس کو جو دیکھ آئے مدینہ (۲۴)

شاعر کے مطابق حضرت جبرئیلؑ حضورؐ کی مدینہ آمد کے بعد مدینہ کے عاشق بنے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ جب مکہ میں تھے تو گویا وہاں جبرئیل نہیں آیا کرتے تھے۔ تاریخی صداقتوں کو جھٹلانے کی یہ باتیں نعت کے حسن کو دھندلا دیتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''اگرچہ حضورؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت اور شرف حاصل ہے مگر اس شرف کے اظہار میں کسی ایسے پیرایہ اور تقابل سے گریز

کرنا چاہئے جس سے دوسرے انبیاء کی شان میں گستاخی یا تو
ہین کا احتمال بھی ہوتا ہو کیونکہ دوسرے انبیاء کی تو ہین گمراہی
اور کفر کے مترادف ہے‘‘(۲۵)

خالد محمود خالد کے اس شعر میں تقابل اور موازنے کے انداز سے حضرت موسیٰؑ کی تو ہین کا پہلو نکلتا ہے۔

یہ طور سے کہتی ہے ابھی تک شب معراج
دیدار کی طاقت ہو تو پردہ نہیں کوئی (۲۶)

غیر مسلم شاعر مہاراجہ کلیان سنگھ، عاشق کے اس شعر میں بھی دوسرے انبیائے کرام کی تو ہین کا پہلو نکلتا ہے۔

محمدؐ کی سب سے بڑی شان ہے
محمدؐ کا چاکر سلیمان ہے (۲۷)

اردو نعت کے مضامین اور فن پر ہندوستانی اثرات بھی مُرتب ہوئے جو اردو نعت گوئی میں غیر اسلامی اثرات میں اضافے کا سبب بن گئے۔ ہندی اصناف شاعری دوہہ، گیت، راگ اور بھجن وغیرہ کے انداز میں نعت کہنے سے، نعت کی پاکیزہ فضا میں محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں مثلاً بالم، راج دُلارا اور من موہن وغیرہ کا استعمال بھی خوب ہوا اور انہیں ناموں سے حضورؐ کو بھی نسبت کی جانے لگی۔ اردو فارسی اور ہندی شاعری میں بھی محبوب کے لئے مستعمل نام نعت میں حضورؐ کے لئے استعمال ہونے لگے جس سے شاعری کے عام محبوب اور حضور ﷺ سے محبت کو ایک جیسے بیان کرنے اور سمجھنے کا رجحان عام ہوا۔ حالانکہ آپؐ کے

مقام ومرتبے، عظمت وتقدس اور فیوض وبرکات کا ذکر پروردگار عالم نے کلام پاک میں متعدد مقامات پر بیان کرتے ہوئے آپؐ کے اخلاق حسنہ، اوصاف حمیدہ، کمالات جلیلہ، اور فضائل ومحاسن کا جس انداز سے ذکر کیا ہے شاعری کے مجازی محبوب سے اس کی کسی نسبت کا تصور بھی ناممکن ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

''قدسیؔ نے حضور ﷺ کا اسم گرامی زبان پر لانے سے پہلے دہن کو ہزار بار مشک وگلاب سے دھونے کی تلقین بھی کی مگر پھر بھی اسے سوءِ ادب سمجھا مگر ہم حضورؐ کا نام لینے اور نعت کہنے سے قبل سادہ پانی سے وضو کرنے کا تکلف بھی نہیں کرتے فریب نفس اور رشوکت نفس کی انتہا سمجھئے کہ ہم نعت گوئی کی محفلیں آراستہ کرتے ہیں قریبی مساجد میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں مگر ہم محفل نعت کے تسلسل میں خلل نہیں آنے دیتے اور تصویر کشی کے بغیر کسی محفل نعت کا حسن تکمیل کو نہیں پہنچتا'' (۲۸)

امجد حیدر آبادی کی نظم ''مدینہ کی جوگن'' میں فنِ نعت کے مطلوبہ احترام اور تقدس کا فقدان ہے:

ے گرنے کو ہوں زمیں پر ہے کون جو سنبھالے
یثرب نگر کے راجہ او کالی کملی والے (۲۹)

ے کرپا کی اِک نظر ہو دکھیا پہ اپنی پیارے
بھولی نہیں میں تم کو، تم کیوں مجھے بسارے (۳۰)

ان اشعار میں حضورؐ سے محبت کے اظہار میں وہی شاعری کے روایتی محبوب کا تصور پایا جاتا ہے جو حضور نبی کریمؐ کی شان اقدس کے خلاف ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید کے بقول:

''جہاں تک مضامین نعت کا تعلق ہے، الوہیت اور نبوت کے اس فرق کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا گیا، جو نعت گوئی کا پہلا لازمہ ہے۔ خدا اور رسول اللہؐ کے مقام اور صفات کو گڈمڈ کر دیا گیا۔ حفظِ مراتب نظر انداز کر دینے سے کئی ایسے مشرکانہ خیالات بھی نعت میں در آئے جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہندو تصوف اور عقائد کے زیر اثر ہی مسلمان نعت گو شعراء نے رسالت کے ڈانڈے توحید سے ملا دیئے اور حضورؐ کو ''احمدِ بے میم'' اور ''عرب بلا عین'' کہا جانے لگا، اور بڑے بڑے شاعر بھی اس انتہائی غلو سے نہ بچ سکے جو آپؐ کی شانِ اقدس کے سراسر منافی ہے۔'' (۳۱)

اس حوالے سے شائق حیدرآبادی کا یہ شعر قابل توجہ ہے:

ؔ ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ
مصطفیؐ کو اُس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ (۳۲)

شیخ غلام ہمدانی مصحفی ، جو سودا اور میر کے ہم عصر شاعر ہیں، ان کی غزلوں میں کہیں کہیں نعت کا شعر نظر آتا ہے جیسے :

ے خداوندا نہیں مشتاق میں سر و صنوبر کا
بہ روزِ حشر ہو سر پر مرے سایہ پیمبر کا

حکیم مومن خان مومن کے ہاں ان کے متعدد قصیدوں اور مثنویوں میں نعت کے اشعار ملتے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ے یہ کیسے فنون اس کو حاصل ہوئے
کہ سارے صحف نقشِ باطل ہوئے
ے نہ کیجئے اگر حسبِ شرع رسولؐ
خدا کی بھی طاعت نہ ہوئے قبول

ان شعراء کے ساتھ ساتھ منیر شکوہ آبادی، میر حسن، جرأت، انشاءاللہ خان انشاء، نظیر اکبرآبادی، سعادت یار خان رنگین، ناسخ، ذوق، اور بہادر شاہ ظفر وغیرہ کے ہاں مثنوی، غزل اور مخمس کی شکل میں نعتیہ شاعری کے اِکّا دُکّا نمونے مل جاتے ہیں۔

شمالی ہند کے چند مشہور نعت گو شعراء جن میں تمنا مرادآبادی، مولانا لطف بریلوی، مولوی کفایت علی مرادآبادی، اور مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی جیسی شخصیات شامل ہیں، نے خود کو نعت گو شعرا کے حوالے سے متعارف کرایا۔

ان شعرائے کرام کے کلام سے بطورِ نمونہ درج ذیل اشعار درج کئے جاتے

ہیں:

؎ جس چاہ میں آبِ دہنِ شاہ پڑا تھا
وہ چاہ بھی ہے چشمۂ کوثر کے برابر (۳۳)

شعر میں ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً و عادتاً تا محال ہے۔

مولانا لطف بریلوی فرماتے ہیں:

؎ کروں کس سے فریاد اے دادرس
تمہارے سوا یا شفیع الوریٰ (۳۴)

عالم دین ہوتے ہوئے کیا وہ نہیں جانتے؟ کہ فریاد صرف اللہ سے کی جاتی ہے۔

؎ سہارا ہے ہر دوسرا میں ترا
نہیں دوسرا یا شفیع الوریٰ (۳۵)

اسلامی تعلیمات کے مطابق سہارا صرف اللہ کا چاہئے لیکن شاعر عقیدت میں غیر اسلامی اور غیر شرعی مطالبات کا اظہار نعت ہی میں فرما رہے ہیں

؎ جہنم سے مجھ کو بچا لیجیو
برائے خدا یا شفیع الوریٰ (۳۶)

حالانکہ اس طرح کی التجائیں صرف اللہ ہی سے کی جاتی ہیں۔

؎ مرا مدعا تم کو معلوم ہے
کروں عرض کیا یا شفیع الوریٰ (۳۷)

حضرت محمد ﷺ کو کسی کا مدعا معلوم نہیں کیوں کہ دلوں کا حال صرف اللہ جانتا ہے۔ سراج الدین ابوظفر، بہادر شاہ لکھتے ہیں:

ے والّیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشمس ہے ترے رُخ پُر نور کی قسم

کلام پاک کی ''واللیل اور والشمس'' دونوں سورتوں کو دیکھا جائے کیا ان میں نبی کریمؐ کی مدح ہے؟ اگر نہیں ہے تو شاعر نے قرآن پر بہتان باندھا ہے۔

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا یہ شعر بھی غور طلب ہے۔

ے ملائک نے کیا تھا اس سبب سے سجدہ آدمؑ کو
کہ پیشانی سے ان کی نور تھا پیدا محمدؐ کا (۳۹)

یہ شعر افسانہ طرازی سے کم مفہوم نہیں رکھتا کیوں کہ اس میں خلاف واقعہ اور بے بنیاد بات کہی گئی ہے۔

عبدالغفور نساخ، عظیم آبادی فرماتے ہیں:

ے طے جو کی معراج میں راہ سما
کیوں نہ ہوں محتاج اس کے انبیاء (۴۰)

احتیاج اللہ ہی پوری کرتا ہے کیوں کہ ہر کوئی اللہ کا محتاج ہے انبیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج کہنا شرکیہ بات تو ہے ہی، انبیاء کی توہین اس پر مستزاد ہے ایک اور نعت گو شاعر شاہ محمد دلدار علی کہتے ہیں۔

؎ سب کچھ ہے عنایات میں تیری مرے آقا
بندہ پہ عنایت رہے مولائے مدینہ (۴۱)

شعر میں مشرکانہ بات کہی گئی ہے سب کچھ عنایات تو اللہ کی جانب سے ہوتی ہیں۔

داغ دہلوی فرماتے ہیں۔

؎ کرو غم سے آزاد یا مصطفیؐ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیؐ (۴۲)

خطاب بھی حضرت محمدؐ سے ہی ہے اور انہی سے مانگا جا رہا ہے جبکہ دینے والا تو سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے۔

اردو نعتیہ شاعری کا یہ سلسلہ محسن کاکوروی تک پہنچتا ہے، جنہوں نے پوری زندگی نعت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اس پر اُس نے کچھ کم فخر کا اظہار نہیں کیا۔

؎ سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری، محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''محسن حسان الہند کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اردو شاعری میں

نعت کی اہمیت دلنشیں کرا دی۔ موصوف نے منتخب تراکیب، اچھوتے اسالیب، دقیق معانی، متنوع ومنفرد تلمیحات، شیریں زبانی، محبت کے میٹھے انداز، پیار کے لطیف پہلو، صداقت کے وفور، حقائق کی فراوانی، تشبیہات واستعارات کی رنگینی، واضح وسلیس توضیحات اور شگفتہ بندشوں کے ذریعہ اپنے نعتیہ کلام کو مزیّن کیا۔ اُنہوں نے نعتوں میں سبھی شاعرانہ لوازم سلیقگی کے ساتھ برتتے ہیں۔'' (۴۳)

محسن کاکوروی نے اپنی نعت میں صنائع بدائع کو بہترین انداز میں پیش کرتے ہوئے بھی قابلِ قدر کام کیا ہے۔ اردو نعت کے جس دور کا خاتمہ محسن کاکوروی پر ہوا، اس میں زیادہ تر نعت حصولِ سعادت اور تسکینِ خاطر کا ذریعہ سمجھی گئی۔ محسن کاکوروی کے کلام کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی سراپا نگاری کے ضمن میں ناک، کان، ہونٹ، دستِ مبارک، اور پائے مقدس کے متعلق بہت سے الگ الگ اشعار کہے ہیں:

؎ مخمس تیری پانچوں انگلیوں کا ایک خاکہ ہے
رباعی چار آبرو کا مقرر سا وہ نقشہ ہے
جو رنگیں قطعہ ہے یاقوت لب کا ایک ٹکڑا ہے
تری زلفِ رسا کا شعر ایک ادنیٰ سا لٹکا ہے
کرشمہ ہے غزل تیری غزالِ چشمِ اسود کا

محسن کاکوروی کا تقریباً تمام سرمایہ شاعری، حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ اُنہوں نے نعتیہ رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک رباعی درج ذیل ہے:

ے مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے
عزت میری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مدّاح پیمبر کی زباں کھلتی ہے

محسن کاکوروی نے زبان و بیان، کردار نگاری و مرقع نگاری، اور مذہبی تلمیحات کی اعلیٰ صفات سے متصف پانچ مثنویاں، ''صبحِ تجلی''، ''فغاں محسن''، ''نگارستانِ اُلفت''، ''چراغِ کعبہ''، اور مثنوی ''شفاعت و نجات'' کے عنوانات سے لکھیں۔ اُن کا مجموعی کلام زبان دانی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ عربی فارسی الفاظ کے استعمال کے ساتھ ساتھ آپ ہندی الفاظ بھی اس مہارت سے استعمال کرتے ہیں کہ بالکل غیر مانوس معلوم نہیں ہوتے۔

ے سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سرو قدان گوکل
جا کہ جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طولِ امل

انہیں فنِ شعر گوئی میں زبردست مہارت حاصل تھی جس کی بدولت ان کے کلام میں صنائع بدائع اور علمِ بیان کے دیگر اسالیب کی جلوہ گری نظر آتی ہے:

ے کیاری ہر ایک اعتکاف میں ہے
اور آبِ رواں طواف میں ہے

ع
سالک ہے چمن میں نہرِ موزوں
مجذوب ہے شاخِ بید مجنوں

ان کا کلام دبستان لکھنؤ کی صناعی اور جذبے کے خلوص کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ محسن کاکوروی کا کلام سلاست اور روانی میں جواب نہیں رکھتا۔ ان کے کلام میں ایک طرف فصاحت کی آن بان ہے تو دوسری طرف بلاغت کی شان ہے۔ کم سے کم الفاظ میں بڑی سی بڑی اور عمدہ سے عمدہ بات کرنا کوئی اُن سے سیکھے۔

ع
گلِ خوش رنگ رسولؐ مدنی و عربی
زیب دامانِ ابد، طرّہ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل، نہ مقابل، نہ بدل

ان کے کلام کا ایک بڑا وصف جدتِ بیان ہے۔ یہ وصف ان کے مشہور قصیدہ ''مدح خیر المرسلین'' سے خصوصی طور سے عیاں ہے۔ یہ قصیدہ لکھنوی صناعیوں اور جذباتِ محبت کے خلوص کی بدولت، ان کی سب سے مشہور نعتیہ نظم ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب میں وہ برصغیر کا ہندوانہ ماحول پیش کرتے ہوئے گُریز کی طرف آتے ہیں اور اسے اسلامی ماحول میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کے کلام کی یہی جدت انہیں دوسرے شعراء سے ممتاز بنا دیتی ہے۔

محسن کاکوروی کے کلام کی ایک نمایاں خصوصیت صنعتِ تلمیح کا خوبصورت استعمال ہے۔ یہ تلمیحات قرآن، احادیث، اسلامی روایات وعقائد وغیرہ سے لی گئی

ہیں اور جہاں بھی استعمال ہوئی ہیں، بلاغت کی شان دکھاتی نظر آتی ہیں۔ الغرض اُنہوں نے اپنی شاعری اور شاعرانہ صلاحیتوں کو مُحسنِ انسانیت، سرکارِ دو عالمؐ کی مدحت سرائی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ انہیں اس سعادت پر فخر ہے کہ ان کا قلم سرور کائناتؐ کا مدحت سرا ہے اور ان کی شدید خواہش ہے کہ اُن کا کلام سوائے سرکارِ دو عالمؐ کی ثنا خوانی کے، کسی اور مضمون کا آئینہ دار نہ ہو:

سب سے اعلیٰ تیری سرکار ہے، سب سے افضل
میرے ایمان **مفصل** کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری خالی
نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ، نہ غزل

محسن کاکوروی کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب حفیظ تائب لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی وہ شاعر ہیں جن کی سعی دلپذیر کی بدولت اردو نعت کو ادب عالیہ میں شمار کیا گیا۔ شعر وسخن کا شوق اور مذہبی رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ پہلی اردو تخلیق ''قصیدہ گلدستہ کلام رحمت'' ۱۲۵۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں ہوئی۔ قصیدہ لامیہ ''مدیح خیر المرسلین'' جسے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی، ۱۲۹۳ھ کی تصنیف ہے۔ اس کی تشبیب کو کاشی اور متھرا کے مناظر کے ساتھ ساتھ ابرِ پنجاب اور برقِ بنگالہ کی سحر آفرینیوں سے جس طرح آراستہ کیا گیا، ان کا اچھوتا پن اس کی مقبولیت کا سبب بھی بنا اور موردِ اعتراض بھی ٹھہرا۔''(۴۴)

محسن کاکوروی نے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت بیان کرتے ہوئے قصیدہ کی تشبیب میں ہندوانی تہذیب کا سہارا لے کر معترضین کو گویا موقع فراہم کر دیا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی نے قصیدے کی تشبیب میں جس مقامی رنگ سے کام لیا تھا، اسے بعض متشرع حلقوں میں ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور طرح طرح کے اعتراضات اٹھائے گئے۔ یہ محض تنگ نظری اور بدذوقی تھی، ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جس علاقے کی زبان میں آنحضرتؐ کی زندگی اور سیرت کا بیان کیا جائے گا۔ اس بیان میں حُسن تاثیر پیدا کرنے کے لئے اس زبان اور اُسی علاقے کی تہذیبی علامتوں سے مدد لینی ہوگی۔ محسن نے یہی کیا ہے۔ اُنہوں نے ہندوانہ رسم و رواج اور اصطلاحات کا استعمال کر کے سیرت کے بیان کو خوش گوار، مؤثر اور دلکش بنایا ہے۔ ان کی اس تشبیب کو جب قصیدے کے گریز کے ساتھ ملا کر پڑھیے تو سارے اعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔'' (۴۵)

محسن کاکوروی کی ساری زندگی نعت کہتے ہوئے گزری لیکن جو نعتیں اُنہوں نے رسمی اہتمام سے کہی ہیں ان کا وہ رُتبہ نہیں ہے جو ان کے بے ساختہ کلام کا ہے۔

نعت میں غلو اور اغراق سے بچنا حد درجہ ضروری ہے لیکن ہمارے اکثر شعراء عموماً احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ محسن کاکوروی جیسے شاعر نے اسی غلو سے کام

لے کر خالق اور مخلوق کی دوئی ہی کو مٹا ڈالا ہے اور نبیؐ کو اللہ کا ہم سر بنا دیا۔

؎ کہاں اب جُبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجئے یا احمدِ بے میم کو سجدہ (۴۶)

اور سجدے کے ضمن میں یہ تذبذب بقول ڈاکٹر تحسین فراقی:

''اُس شخصیت سے متعلق ہے جس نے دوٹوک فرما دیا تھا کہ لائقِ سجدہ صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہے۔'' (۴۷)

محسن کاکوروی کے قابل اعتراض اشعار میں ذیل کے شعر بھی شامل ہیں:

؎ مدینہ کی طرف جائیں کہ لیں کعبہ کا ہم رستہ
نظر آتا ہے ان دونوں گھروں میں ایک ہی جلوہ (۴۸)

؎ ذاتِ احمد تھی یا خدا تھا
سایہ کیا میم تک جُدا تھا (۴۹)

ان اشعار میں اسلام کے تصورِ توحید کو نظر انداز کرتے ہوئے ''عبد'' اور ''معبود'' کے فرق کو بھی ختم کر دیا گیا۔ حالانکہ اس فرق کا احساس، اور اسے برقرار رکھنا اصل ایمان ہے۔

محسن نے عمر بھر نعت کہنے پر فخر کا اظہار کیا اور نعت ہی کو اپنی بخشش اور مغفرت کا ذریعہ قرار دیا۔

؎ خدا کے سامنے محسن پڑھوں گا وصفِ نبیؐ
سجے ہیں جھاڑ یہ باتوں کے لامکاں کے لئے

محسن کاکوروی نے جس بے تکلفی، عقیدت اور اعتماد سے نعتیں لکھیں ہیں، وہ ان کی حضورؐ سے بے پناہ عقیدت کی عکاسی کرتی ہیں۔

؎ خطا ہو کے مُحسن نہ پھیریں مجھے
فرشتوں سے کہہ دو نہ گھیریں مجھے
؎ نہ میں نے کیا کچھ نہ جانا کبھی
بجز سجدۂ آستانِ نبیؐ (۵۰)

''آستانِ نبیؐ'' پرسجدہ کرنا بذاتِ خود قابل اعتراض ہے کیونکہ خالقِ کون و مکاں کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

اگر چہ اس دور کے نعت گو شعراء کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ سے عقیدت اور والہانہ شیفتگی کا بھرپور اظہار سب نعت گو شعراء کے ہاں ملتا ہے۔ تاہم نعت گوئی کے حوالے سے بہت سی غیر شرعی اور غیر اسلامی موضوعات پر طبع آزمائی بھی اسی دور میں نعت ہی میں ہونے لگی۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری رقمطراز ہیں:

''نعت گو شعراء نے عبد اور الہ کے درمیان وہ حدود توڑ دیں جن کو برقرار رکھنے کی تاکید خود خدا، اور رسولؐ نے کی تھی۔ نعتیہ شاعری میں وہ الفاظ اور وہ معنی و مفاہیم استعمال کئے گئے جو مجازی شاہدوں کے لئے تو موزوں ہو سکتے تھے لیکن شاہد حقیقی کے لئے ان کا استعمال کسی طرح روا نہیں رکھا جا سکتا۔ حفظ مراتب کا خیال یکسر بھلا دیا گیا اور اس طرح داخلی اور خارجی دونوں قسم کی نعتیہ شاعری

بے احتیاطی کا شکار ہوگئی۔''(۵۱)

محسن کاکوروی کا حسب ذیل شعر بھی خلاف شرع، اور ''عبد'' اور ''معبود'' کے فرق کو مٹانے کے مترادف ہے

؎ نازل ہے زمین پر کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی (۵۲)

امیر مینائی اردو کے مسلم الثبوت استاد، محقق اور فن نعت میں زبردست مہارت رکھنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ محامد خاتم النبین اور مراۃ الغیب' کے نام سے نعتیہ دیوان یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے ایک ایک شعر سے عشق رسولؐ جھلکتا ہے اور ان کا شعر ہے۔

؎ کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ دعا ہے کہ امیر
نزع کے وقت سلامت مرا ایمان رہے

تو ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے۔ ان کے کلام میں زبان و بیان کے بہترین نمونے ملتے ہے۔ انہوں نے نعت کی روایات کو بڑی خوبصورتی سے برتا اور اس میں ادبی شان پیدا کی۔

سکہ رائج جب دین مصطفیؐ کا ہوگیا
غلغلہ ساری خدائی میں خدا کا ہوگیا
جب سے دل دیوانہ محبوب خدا کا ہوگیا
مصطفیؐ اس کے ہوئے وہ مصطفیؐ کا ہوگیا

دوسرے نعت گوشعرا کی پیروی میں انہوں نے بھی سراپائے رسولؐ سے متعلق

خوبصورت اشعار کہے ہیں مثلاً یہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

خوبان عالم کی تجھے خالق نے دی ہے افسری
گالوں پہ صدقے حورعین، بالوں پہ صدقے ہے پری
جبیں وہ لوح کہ جس میں نقوش رحمت حق
جمال پاک وہ نور خدا کہ صل علیٰ

اکثر مشہور و معروف نعت گو شعرا کے ہاں بعض مشترک خامیوں مثلاً حضور نبی کریمؐ سے مانگنا حد سے زیادہ مبالغہ یا غیر مستند واقعات کو نظم کرنے کا رجحان عام سی بات ہے نظر آتی ہے اور یہی سب کچھ امیر مینائی کے ہاں بھی موجود ہے امیر مینائی کو اس طرح کے غیر مستند واقعات نظم ہو جانے کا احساس خود بھی تھا اس نے اس تصور کا اعتراف کر کے ایک مقام پر لکھا ہے۔

''اور جو روایات نامعتبرہ ان مئولفات میں موزوں ہو گئے ہوں ان سب سے ہی میں توبہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول فرمائے''(۵۳)

نبیﷺ سے مانگنے کے غیر اسلامی عنصر پر مبنی، امیر مینائی کا یہ شعر قابل غور ہے۔

؎ چاہیے مجھ پہ عنایت شہ دیں تھوڑی سی
دیجئے قبر کو یثرب میں زمیں تھوڑی سی (۵۴)

حضورؐ کو مالک مہر و ماہ و لوح و قلم قرار دیتے ہوئے، خدائی صفات نبیؐ کو منتقل

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ غل ہے معراج کی شب شاہِ امم آتے ہیں
مالک مہر ومہ ولوح وقلم آتے ہیں (۵۵)

حضورؐ سے استمداد اور فریاد کے حوالے سے یہ شعر بھی شرعی حدود سے متجاوز ہے۔

فلک ہے برسر فریاد یارسول اللہؐ
بچایئے مجھے فریاد ہے یا رسول اللہؐ

مولانا الطاف حسین حالی اردو نعت گوئی کے حوالے سے ایک معتبر نام ہے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

''اردو نعت کے ارتقا میں حالی ایک سنگ میل ہے جس پر نظر
ودر سے ہی جا پڑتی ہے۔ حالی کی نعت گوئی کا اعلیٰ ترین نمونہ
ان کے مسدس میں ملتا ہے'' (۵۷)

قومی وملی شاعری کے حوالے سے حاؔلی نے مسلمانوں کو ان کے عظیم ماضی کی جھلک دکھا کر پھر سے اُس ماضی کو زندہ کرنے کا بھرپور تصوّر پیش کیا۔ ''مسدس'' ہی میں انہوں نے مسلمانوں کو ان کی زبوں حالی سے بھی مطلع کیا اور ان اسباب پر روشنی ڈالی جو مسلمانوں کو عروج سے زوال کی طرف لائے۔ حاؔلی کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ انہوں نے اپنی عقیدت کو کبھی جذبات کے حوالے نہیں کیا بلکہ نرم، خوبصورت، اور سادہ الفاظ میں حضورؐ کی سیرت کے کچھ ایسے نقوش ابھار دیئے ہیں کہ ان کا اثر دیرپا ہو گیا ہے۔

حالؔی کی مشہور ترین نعت:

؎ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

اعلیٰ پائے کی نعت ہے۔ اردو شاعری میں مشکل سے کوئی نعت اس کے برابر ملے گی۔

حالؔی کی شاعری کا میدان نہایت وسیع ہے۔ ظریفانہ، طنزیہ و مزاحیہ، اسلامی و اصلاحی، علمی و اخلاقی، شاعری کی بدولت انہیں بڑی شہرت حاصل ہے۔ ان کی زبان کی سادگی اور جذبات کی پاکیزگی ان کی شاعری کے خاص اوصاف ہیں۔ ان کی شاعری کا اہم پہلو ''قومی راگ'' ہے جس کا برملا اظہار ''مسدس'' میں کیا گیا ہے۔ ان کی نظمیں ہوں یا غزلیں، سادگی، سچائی اور خلوص سے معمور ہوتی ہیں۔ آپ کے کلام میں جن افکار و نظریات کی روشنی ملتی ہے وہ درحقیقت قرآنی تعلیمات کا نور ہے۔ وہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور آپ کے دل میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جو خلوص اور سادگی حالؔی کے اشعار میں جھلکتی ہے وہ خود حالؔی کی روحانی پاکیزگی کی آئینہ دار ہے۔ حالؔی کی ایک اور نعت جس میں انہوں نے سرورِ کونینؐ کے حضورؐ

اُمت کی فریاد کی ہے، یوں شروع ہوتی ہے:

؎ اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

آگے چل کر حالیؔ اپنے آپ کو روک دیتے ہیں کہ کہیں فریاد شکایت کی صورت اختیار نہ کرے:

؎ ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گِلا ہے
ہے تجھ کو خبر یہ بھی کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

یہ عجز، یہ انکسار سب حضورؐ سے محبت ہی کے طفیل ہے۔ میر تقی میرؔ نے سچ کہا ہے کہ:

؎ عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

اردو کے بیشتر نعت گو شعراء کے ہاں نعت کی تخلیقی سچائیوں کا فقدان نظر آتا ہے۔ زیادہ تر نعتوں میں حضور ﷺ کے مردانہ حُسن و جمال اور ظاہری خدوخال کے شاعرانہ بیان کے عمدہ نمونے تو ملتے ہیں لیکن حضور نبی کریمؐ کے اوصافِ حمیدہ مثلاً رحمت و شفقت، انسان دوستی، حلم وعدل، صداقت و امانت اور بُردباری وغیرہ کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی نعتوں میں نعت کا اصل مقصد پسِ

پردہ ہی رہتا ہے۔ ممتاز حسن لکھتے ہیں:

''صفاتِ رسول محض پیکرِ نبوی کے حُسن و جمال کا نام نہیں، یہ نام ہے اُس خلقِ عظیم کا جو ساری نوعِ انسانی کے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم مقصد بعثت سے اُس وقت تک واقف ہی نہیں ہو سکتے جب تک ہم پر حضور خیرالبشرؐ کی سیرت کے مختلف پہلو منکشف نہ ہوں۔ جناب رسالتمآبؐ کی زندگی سارے انسانوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اگر حضورؐ کی زندگی چند مافوق الفطرت واقعات کا مجموعہ ہو کر رہ گئی ہوتی اور اس میں عام انسانوں کے رنج و راحت، مسرت و غم، مصیبت اور کامرانی، یہ سب موجود نہ ہوتے تو ہم بحیثیت انسان اس زندگی سے کوئی سبق نہ سیکھ سکتے۔'' (۵۸)

حالؔی کے پیشرو شعراء کے یہاں کہیں کہیں حضورؐ کی سیرت کا ذکر مل جاتا ہے لیکن یہ خصوصیت صرف مولانا حالؔی ہی کو حاصل رہی کہ انہوں نے بڑی تفصیل سے سیرتِ طیّبہ کو اپنے مسدس میں اُجاگر کیا۔

؎ خطا کار سے درگذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حِرا سے سُوئے قوم آیا
اور اِک نُسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مولانا حالؔی نے نعتیہ قصائد بھی لکھے اور مسدس میں بھی نعتیہ اشعار کہے جو کمالِ فن اور خلوص کا آئینہ دار ہیں۔ انہوں نے سچائی کو شاعری کے لئے لازم قرار دیا۔ اردو شاعری میں مبالغہ کو انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھا۔ انہوں نے شاعری میں اصلاح کی نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ حالؔی کی شاعری اردو کلاسیکی شاعری میں زوال، تصنّع، اور غیر فطری جذبات کے خلاف ایک واضح ردِعمل ہے۔ انہوں نے شعر و ادب کی بہت سی اصناف میں گراں بہا خدمات انجام دیں جو اولیت کا درجہ رکھتی ہیں اور مقصدی شعر و شاعری پر بھی زور دیا۔ مسدسِ حالؔی برصغیر کے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو پھر سے زندہ کرنے کے لئے لکھی گئی، جو بے حد پسند کی گئی۔ حالؔی کی شاعری میں دلکشی اور توانائی کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس میں جلال و جمال کا شکوہ بھی ہے جو دنیا کے لئے مشعلِ راہ اور آخرت کے لئے زادِ راہ سے کم نہیں۔ اُن کا اسلوبِ نگارش لائقِ تحسین اور قابلِ تقلید ہے کیونکہ انہوں نے شاعری اور نثر دونوں میں انفرادیت کا ثبوت دے کر اردو شعر و ادب کی تاریخ میں ممتاز مقام حاصل کرلیا ہے۔ حالؔی نے جس خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے اسلامی اقدار کو اپنی شاعری میں پیش کیا، اقبال کے بعد شاید ہی کسی دوسرے شاعر کے ہاں اس کی مثال ملے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

> ''پرانی غزلوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری کا شاید ہی کوئی جزو ہو جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت اور پیغام کا عکس صاف نظر نہ آتا ہو''۔(۵۹)

اردو نعتیہ شاعری کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

ہمارے اکثر شعراء نے نعت کے اصل لوازم اور مقتضیات کو بالعموم پر پیشِ نظر نہیں رکھا لیکن مولانا حالؔی نے وحدانیت کی تعلیم دے کر نعت میں توحید کو مدغم کر دیا۔ صرف دو بند ملاحظہ ہوں:

ے کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

نصاریٰ کے مانند دھوکہ نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رُتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرافگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

حالؔی کو اپنی مثالی اور انفرادی حیثیت کا بھرپور احساس تھا۔ انہوں نے اردو شاعری کا تصور بدل دیا۔ ان کے سوا کون کہہ سکتا تھا؟

ے گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا
یہ دفتر کسی دن ڈبونا پڑے گا

اُنہوں نے قومی، ملی، تہذیبی اور معاشرتی مسائل پر خوبصورت نظمیں لکھ کر اردوشعراءکوایک نیا راستہ دکھادیا۔ ان کی شاعری اردوادب میں ایک تحریک اور ایک رجحان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے شاعری کومشرف بہ اسلام کیااوراردوادب میں اسلامی شاعری کی بنیادرکھی۔ حاؔلی کو اپنی انفرادیت اورشاعرانہ عظمت کا احساس رہا،اسی لئے تو انہیں کہنا پڑا:

ے ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے
کچھ رنگِ بیاں حاؔلی سب سے ہے جدا تیرا

مولانا الطاف حسین حاؔلی کے بعد ظفر علی خان نے اردو نعت کو نئی رعنائی بخشی۔ ان کی تمام شاعری میں صرف نعت ہی ایسی صنف ہے جو زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی سیاسی نظمیں ایک مخصوص سیاسی دور کے لئے تو مؤثر ہوسکتی تھیں لیکن جب وہ دورتمام ہوا تو یہ سیاسی نظمیں بھی اپنی کشش کھوبیٹھیں۔ لیکن ان کی نعتیں آج بھی وجد وسرور کی فضا پیدا کرتی ہیں جس کی وجہ مولانا ظفر علی خان کا ہادئ برحق حضرت محمد ﷺ سے سچا عشق ہے۔ اسی عشق نے ان سے ایسی نعتیں لکھوائی جو یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے خود کہتے ہیں:

ے جب نبیؐ کی نعت میں مصروف ہوتا ہے قلم
کیسے کیسے خوشنما موتی پروتا ہے قلم

اُن کی زبان دانی اہل زبان کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ اُنہیں حضور ﷺ سے والہانہ عشق تھا، چنانچہ اُن کی نعتیں اور ملی نظمیں جذبات سے بھرپور ہیں۔ اُنہیں فی البدیہہ گوئی پر بڑا عبور حاصل تھا۔ الفاظ کے استعمال پر اُنہیں ایک گونہ قدرت حاصل تھی۔ فن اور زبان کے اعتبار سے اُن کا حریف مشکل سے ملے گا۔

مولانا ظفر علی خان ایک قادر الکلام شاعر تھے، انہوں نے عربی فارسی الفاظ و تراکیب کو بڑی خوبی سے استعمال کیا ہے۔ موضوعات کا جتنا تنوع ان کے ہاں ملتا ہے، اس دور کے کسی شاعر کے ہاں نہیں ملتا۔ زبان اور محاورے پر انہیں پوری گرفت حاصل تھی۔ قافیوں کے تو وہ بادشاہ تھے۔ بڑی بڑی شخصیات نے مولانا ظفر علی خان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے نہیں، پوری صدی کے شاعر اور ادیب ہیں۔ ظفر علی خان کا پُرشکوہ لہجہ، ان کے شعری سرمائے کو مؤثر اور پُر کیف بنانے کا سبب بنا ہے۔ اُن کی ایک مشہور نعت ''شمع حرا'' کے اشعار بچے بچے کی زبان پر جاری ہو گئے ہیں۔ اس کی تاثیر نے مسلمانوں میں بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا۔ اس نعت کے یہ چند شعر زبانِ زدِ خاص و عام ہیں:

؎ وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:

''جب تک مسلمان صفحہ ہستی پر موجود ہیں اوران کے دل جذبۂ عشقِ رسولؐ سے معمور ہیں۔اس نعت کی اثر افرینی اوردل آویزی میں کمی نہیں آسکتی۔''(۶۰)

اُن کی ساری نعتیں پُرسوز ہوتی ہیں۔بعض نعتوں کی ردیف تم ہو،تمہی تو ہو، کی بنا پر، اسے بعض نقاد حضور نبی کریم ﷺ کے اظہارِ محبت وعقیدت کے خلاف سمجھتے ہیں جیسے:

؎ محمدؐ مصطفیٰؐ گنج سعادت کے امیں تم ہو
شفیع المذنبین ہو رحمۃ اللعالمین تم ہو

ان کی شخصیت کا روشن ترین پہلو ان کا جذبۂ عشق رسولؐ تھا۔عشق رسولؐ کا جذبہ جس جوش، کیف اورشکوہ کے ساتھ الفاظ کے پردے میں جلوہ گر ہے اس کی مثال نہیں ملتی ان کے عشق رسولؐ کی کیفیت یہ ہے۔

؎ نماز اچھی ہے، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

؎ ہوئی تکمیلِ دیں تم سے کہ ختم المرسلین تم ہو
رسالت ہے انگشتری، اس کے نگیں تم ہو

''مدینے'' کی بجائے ''یثرب'' کا استعمال اکثر علماء کے نزدیک نا

پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی نعتوں میں ایک طرف حُسنِ عقیدت اپنے عروج پر ہے تو دوسری طرف حُسنِ کلام بھی اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کو مشکل سے مشکل قوافی تلاش کرنے میں یدطولیٰ حاصل ہے۔ وہ اگرچہ قافیے میں نُدرت تو پیدا کر لیتے ہیں تاہم ان کی نظموں میں صوتی حُسن کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ سنگلاخ زمینوں میں شعر کہنے پر انہیں خود بھی ناز تھا، کہتے ہیں:

؎ نواسنجانِ دہلی کو صدائے عام دیتا ہوں
کہ دادِ فکر دیں ان قافیوں میں، ان ردیفوں میں

ذیل کے اشعار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مانگنے کا عیب نمایاں ہے۔

؎ ہم بھلے ہیں یا بُرے، تیرے رہیں آخر غلام
ہم کو ہم چشموں میں اے آقا نہ ہونے دے **ذلیل** (۶۱)

؎ اے شفیع المذنبین! اے رحمت اللعالمین
انت کہفی، انت ہادی، انت لی نعم الوکیل (۶۲)

مولانا ظفر علی خان نے آنحضورؐ کی صفاتِ حمیدہ کا بیان کرتے ہوئے دوسرے نعت گو شعراء کی طرح مبالغہ سے کام نہیں لیا بلکہ قرآن وحدیث سے اُن کے جن اوصاف کا پتہ چلا ہے انہی کو نظم کیا ہے۔

شورش کاشمیری ان کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اُن کے نعتیہ کلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے شعراء کی طرح غلو سے کام نہیں لیتے بلکہ حضورؐ کی سیرت کا نقشہ اور ان کے محاسن کی تصویر اس کمال سے کھینچتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے سیرت النبیؐ چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔''(۶۳)

ان کے کلام میں جا بجا قرآن وحدیث کی تلمیحات مثلاً صاحبِ قاب قوسین، رحمتہ اللعالمین، صلو علیہ وآلہ، انک انت الاعلیٰ وغیرہ کے ٹکڑے ملتے ہیں جو ان کے عالمانہ رنگ کے باوجود عام فہم اور دلنشیں ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری میں سوز و گداز اور فکر کی گہرائی ملتی ہے۔ لفظ نہایت سادہ، آسان اور لطیف ہیں۔ ظفر علی خان کے خیالات میں سمندروں کا طوفان اور دریاؤں کی سی روانی ہے۔ ظفر علی خان نے نعت گوئی کے حوالے سے نعت کے لئے ایک ایسی مضبوط بنیاد فراہم کی ہے جس پر آنے والے دور کے شعراء نے قصر تعمیر کئے ہیں۔

نعت کے معاملے میں مولانا ظفر علی خان نے بڑی انفرادیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ بلا شبہ نعت میں محسن کاکوروی کا پایہ بڑا بلند ہے لیکن مولانا ظفر علی خان نے جیسی نعتیں لکھی ہیں، ان کا شمار بھی نہایت عمدہ نعتیہ کلام میں ہوتا ہے۔ ان کی بیشتر نعتیں ان کے مجموعے ''بہارستان'' میں موجود ہیں۔ بیشتر نقادوں نے ان کے جس فنی کمال کو سراہا ہے وہ ان کی ''آمد'' ہے۔ سب نقاد اس بات پر متفق ہیں کہ مولانا ظفر علی خان کے ہاں روانی حد درجہ کی ملتی ہے اور آورد کی جگہ آمد زیادہ ہے۔ ان

کے ہاں حالیؔ کی طرح مبلغانہ انداز تو نہیں ہے لیکن دردمندی اور سوز کا احساس حالیؔ ہی کی طرح کا ہے۔ درحقیقت نعت ان کے کمالِ فن کا عمدہ نمونہ ہے اور جب تک اردو زبان دنیا کے کسی بھی خطے میں بولی جاتی ہے، ظفر علی خان کی نعت جذبہ وشوق سے پڑھی جائے گی۔

اردو کی نعتیہ شاعری، ابتدا سے لے کر مولانا الطاف حسین حالیؔ تک، کے دور کی شاعری کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسمی اور روایتی طور پر نعت ہر دور کے شعراء کے ہاں ملتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک حمد و نعت، ہر کتاب کے آغاز سے قبل برکت، عقیدت اور ثواب کی خاطر شامل کی جاتی رہی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر شعراء کے ہاں تقلیدی اور رسمی انداز نمایاں ہے۔

چونکہ اردو کی نعتیہ شاعری عربی فارسی کے تتبّع میں وجود میں آئی ہے، اس لئے اردو نعت گو شعراء عربی فارسی کے اثرات سے کافی حد تک متاثر بھی نظر آتے ہیں۔ بڑی مدت تک اردو نعت کی ارتقائی منزل کا سفر نہ صرف سست روی کا شکار نظر آتا ہے بلکہ اردو کا کوئی ایسا بڑا شاعر بھی نظر نہیں آتا جس نے نعت کی صنف کو بامِ عروج پر پہنچا دیا ہو۔ شمالی اور جنوبی ہند کے اکثر و بیشتر شعراء نے نعت لکھنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن نعت گو شاعر کی حیثیت سے سوائے چند ایک کے کسی کو شہرت نہیں ملی۔ مختلف ادوار میں نعت کی موضوعاتی اور ہیئتی تقسیم میں بھی نمایاں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ اردو نعتوں میں عربی فارسی کے نعتیہ عناصر، اور ماحول مکمل طور پر عرب اور ایران کا رہا۔ محسن کاکوروی نے پہلی بار نعت میں مقامی رنگ کو جگہ دی تو نعتیہ شاعری میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے اثرات بھی در آئے، جس کے اچھے اور

بُرے اثرات مرتب ہوئے اور محسن کاکوروی کو بعض حلقوں کی جانب سے طعنوں اور اعتراضات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ محسن کاکوروی کے عہد کو اردو نعت گوئی کا عہدِ زریں کہا جا سکتا ہے۔ محسن کاکوروی کے ساتھ ساتھ امیر مینائی اور مولانا حالؔی بھی اردو نعتیہ شاعری کے دو اہم ستون ہیں۔ دونوں نے اردو نعت کے تاریخی ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کیا جس سے بعد میں آنے والے اکثر شعراء نے روشنی حاصل کی۔ انہیں شعراء کی بدولت اردو نعت کو ادب عالیہ میں شمار کیا جانے لگا۔

نعتیہ موضوعات یعنی آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کی صفت و ثنا، جمالِ ظاہری، شجاعت وسخاوت، امانت و دیانت، حضورؐ کے خلق وہدایت کے بیان اور باطنی حسن کی تعریف کے ساتھ ساتھ اردو کی نعتیہ شاعری افراط وتفریط کا بھی شکار رہی اور بہت سے غیر اسلامی اور غیر شرعی موضوعات بھی نعت کا حصہ بنے۔ نعت گوشعراء نے وفورِ جذبات سے مغلوب ہو کر عبد اور الہٰ کی وہ حدود توڑ دیں جن کو برقرار رکھنا، خدا اور رسولؐ کے نزدیک لازمی اور ضروری تھا۔

دیگر شعراء کے مقابلے میں محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولانا حالؔی اور ظفر علی خان نے سوائے چند استثنائی مثالوں کے، خود کو بڑی حد تک نعتیہ شاعری میں بے اعتدالیوں سے بچا لیا ہے۔ نعتیہ شاعری کے لئے حضور نبی کریم ﷺ سے جس خلوص ومحبت اور سچی عقیدت کا ہونا ضروری ہے، وہ محسن، امیر مینائی، حالی اور ظفر علی خان کے ہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔ مولانا حالؔی نے تو اردو کی مجموعی شاعری کو مشرف بہ اسلام کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ظفر علی خان ایسے شاعر نظر آئے جس

نے نعت کی حدودِ شرعیہ کا بڑا خیال رکھا ہے اور نعت گوئی کے حوالے سے نعت کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کی۔

ظفر علی خان کی تمام شاعری میں صرف نعت ہی ایک ایسی صنف نظر آتی ہے جو زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مولانا حاؔلی کی طرح انہوں نے بھی نعت میں مقصدیت کو سامنے رکھا۔ شاعری میں نعت کو فنی حیثیت دینے والے تو محسن کاکوروی تھے۔ امیر مینائی اور حاؔلی نے بھی خوبصورت نعتیں تحریر کی ہیں۔ دونوں شعراء نے سادگی اور خلوص کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے فریاد و استمداد بھی کیا اور حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کو بھی موضوع بنایا ہے اور عصری مسائل کو اپنی نعت کا موضوع بنا کر مولانا حاؔلی نے کہا ہے:

؎ اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے
؎ دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے مگر حال بُرا ہے

بیسویں صدی میں اردو نعت تمام اصناف میں سب سے زیادہ لکھی گئی کیونکہ سیاسی زندگی میں مسلمانوں کی حالت سب سے زیادہ زبوں تھی، اس لئے شاعروں نے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے التجائیں، فریادیں اور

دُعائیں بھی کی ہیں۔ اس حوالے سے چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل:

تیرگی ہے کہ اُمڈتی ہی چلی آتی ہے
میرے ہادی کوئی پیدا ہو سحر کی صورت
سخت درماندہ ہیں کشمیر و فلسطین میں ہم
اب تو آ جائے نظر فتح و ظفر کی صورت

(عابد نظامی)

فارس و کابل و اقصٰی میں ہے محشر برپا
ارضِ کشمیر بھی مضطر ہے رسولِؐ عربی

(ریاض حسین چودھری)

سقوطِ ڈھاکہ:

؎ یا رحمت اللعالمین یا رحمت اللعالمین
یہ کشورِ دولخت، پاکستان کی یہ سرزمیں

(عبدالعزیز خالد)

مولانا حالیؔ کے بعد اردو کی نعتیہ شاعری سے وابستہ شعرائے کرام کا ذکر انشاءاللہ اگلے صفحات میں کیا جائے گا۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۵۷

(۲) مولانا سیّد عبدالقدوس ہاشمی، ندوی، مقدمہ ارمغان نعت، مُرتبہ: شفیق بریلوی مرکز، علوم اسلامیہ ۵ گارڈن کراچی صفحہ ۱۷

(۳) مجلّہ نقوش (رسولؐ نمبر) بحوالہ عربی زبان میں نعتیہ کلام، از حکیم محمد یحییٰ خان شفا، ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۲۳

(۴) ادارہ دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۲۲ طبع اول ۱۹۸۹ء صفحہ ۴۰۳

(۵) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۶۰

(۶) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، صفحہ ۲۲۹

(۷) سراج اورنگ آبادی، ارمغان نعت، مُرتبہ شفیق بریلوی صفحہ ۹۸

(۸) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء صفحہ ۲۹۵

(۹) شاہ ابدال پھلواری، ارمغان نعت صفحہ ۱۰۲

(۱۰) میر تقی میر، ارمغان نعت صفحہ ۱۰۶

(۱۱) کلیات سودا، جلد دوم صفحہ ۸۶

(۱۲) میر حسن، سحر البیان صفحہ ۱۳۰

(۱۳) شیخ قلندر بخش جرأت، ارمغان نعت صفحہ ۱۰۸

(۱۴) ایضاً ۱۰۸

(۱۵) نظیر اکبرآبادی، ارمغان نعت صفحہ ۱۱۵

(۱۶) ایضاً ص ۱۱۵

(۱۷) شیخ امام بخش ناسخ، ارمغان نعت ص ۱۱۸

(۱۸) ایضاً ص ۱۱۸

(۱۹) کرامت علی خان شہیدی، ارمغان نعت ۔ ص ۱۱۹

(۲۰) ایضاً ص ۱۱۹

(۲۱) ایضاً ص ۱۱۹

(۲۲) ایضاً ص ۱۱۹

(۲۳) غلام امام شہید، ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور۔ ص ۳۰۶

(۲۴ ایضاً ص ۳۱۷

۲۵) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، صفحہ ۲۶

۲۶) پروفیسر خالد پرویز، نعتیہ بیت بازی ص ۴۱

۲۷) ماہنامہ ''سب رس'' کراچی ستمبر ۱۹۸۸ء ص ۵۳

۲۸) پروفیسر محمد اقبال جاوید، اسم محمدؐ نعت کے آئینے میں، بحوالہ مجلّہ نعت رنگ شمارہ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۵

۲۹) ریاض امجد، حصہ اول ص ۱۲

۳۰) ایضاً ص ۱۲

۳۱) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، ص ۵۷، ۵۶

۳۲) کلیات شائق ص ۱۳۸

۳۳) تمنا مرادآبادی، پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور،

ص ۳۴۵

۳۴) ارمغان نعت مُرتبہ: شفیق بریلوی ص ۱۳۸

۳۵) ایضاً ص ۱۳۸

۳۶) ایضاً ص ۱۳۸

۳۷) ایضاً ص ۱۳۸

۳۸) ایضاً ص ۱۲۷

۳۹) ایضاً ص ۱۳۰

۴۰) ایضاً ص ۱۴۰

۴۱) ایضاً ص ۱۴۲

۴۲) ایضاً ص ۱۴۷

۴۳) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، اردو شاعری میں نعت (جلد اوّل)، نسیم بُک ڈپو لکھنؤ، باراوّل ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۲۱

۴۴) حفیظ تائب، اردو نعت، مجلّہ ''نقوش'' (رسولؐ نمبر) جلد دہم، شمارہ ۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء، ادارۂ فروغ اردو، لاہور صفحہ ۱۸۱

۴۵) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء صفحہ ۳۰۵

۴۶) کلیات محسن کاکوروی ص ۲۴۱

۴۷) ڈاکٹر تحسین فراقی، جستجو (تنقیدی مقالات)، القمر انٹر پرائز ز لاہور، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۱۳

۴۸) کلیات محسن کاکوروی ص ۲۴۱

۴۹) ایضاً ص ۲۳۲

۵۰) ایضاً ص ۲۵۲

۵۱) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، اردو شاعری میں نعت (جلد اوّل)، نسیم بُک ڈپو لکھنؤ، باراوّل ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۴۶

۵۲) ارمغان نعت مُرتبہ: شفیق بریلوی ص ۱۴۸

۵۳) امیر مینائی کی نعتیہ شاعری بحوالہ ''اردو شاعری میں نعت'' (جلد اول) از ڈاکٹر محمد اسماعیل فتح پوری، ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۷۱

۵۴) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، صفحہ ۳۵۷

۵۵) ایضاً ص ۳۵۳

۵۶) ایضاً ص ۳۵۷

۵۷) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۶۳

۵۸) ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں، ادارۂ فروغ اردو لاہور، ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۰

۵۹) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء ص ۳۱۶

۶۰) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مولانا ظفر علی خان ادیب و شاعر، مکتبہ خیابان ادب لاہور ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۶

۶۱) اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید ص ۴۳۷

۶۲) ایضاً ص ۴۳۷

۶۳) شورش کاشمیری ''نقوش'' شخصیات نمبر بحوالہ مقالہ ''اردو نعت'' ادارہ فروغ اردو، اردو بازار لاہور۔ صفحہ ۹۸

باب سوم

بیسویں صدی کی نعت، نصف اوّل (۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء)

باب سوم: بیسویں صدی کی نعت ،نصف اول (۱۹۰۱ تا ۱۹۴۷)

تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیبی ، سیاسی، مذہبی اور ادبی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ یہ ایک نئے دور کا نقطۂ آغاز تھا، جس نے مسلمانوں کے فکر وخیال کے سابقہ دھاروں کا رُخ تبدیل کیا۔ ایک طرف مسلمان طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار ہوئے تو دوسری طرف حساس ذہن رکھنے والے مسلمانوں کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور وہ انگریزوں کے ظلم و بربریت کے خلاف عملی اقدامات کا سوچنے لگے۔ چنانچہ ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ علماء اور شعراء نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس دور میں ہندوستانی مسلمانوں کو متعدد مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔ سیاسی محکومی کے ساتھ ساتھ ذہنی محکومی کے آثار بھی نمایاں ہونے لگے۔ بدلے ہوئے ماحول میں ادیبوں اور شاعروں کا ایک ایسا گروہ اُبھرا جس نے اردو شاعری کو تنگنائے غزل سے نکال کر ملکی اور قومی مسائل کے بیان کے لئے مختص کیا۔ ان شاعروں اور ادیبوں میں دین سے شغف رکھنے والے شعراء نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ علمائے کرام نے اس دور میں اپنا مؤثر اور عظیم کردار ادا کیا۔ وہ آزادی کے لئے لڑنے والوں کی صف میں سب سے آگے آگے تھے۔ ان علماء و شعراء میں مولانا رضی الدین بدایونی ،منیر شکوہ آبادی، اسیر دہلوی، مولانا فضل حق خیرآبادی وغیرہ، وہ شعراء ہیں جنہوں نے اردو شاعری کا رُخ موڑنے کی کوشش کی اور جنگِ آزادی میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ نعتیں بھی لکھیں۔ جنگِ آزادی سے لے کر قیامِ پاکستان تک مسلمان جن تحریکوں سے گزرتے رہے، اردو نعت ان تحریکوں کا اثر قبول کرتی

رہی۔ اس دور کے شعراء نے نعت میں حضور اکرم ﷺ کی لافانی سیرت اور دین کے حوالے سے دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کے موضوع پر خصوصی توجہ دی۔ مولانا حالیؔ، اسماعیل میرٹھی، شبلی نعمانیؔ، علامہ اقبال، ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، اور نظم طباطبائی وغیرہ نے شاعری میں حُبِ وطن اور مذہبی جوش و عقیدت کے موضوعات کو بڑی خوبی سے پیش کیا۔

مولانا حالیؔ نے یہی موضوعات مثنوی ''مدوجذر اسلام'' لکھ کر بیان کئے، جسے بعد میں ''مسدسِ حالیؔ'' کے نام سے قبولِ عام ملا۔ انہوں نے پہلی بار مسلمانانِ عالم کی زبوں حالی اور زوال کے نقشے دکھا کر مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا۔ انہوں نے لکھا: ؎

؎ سمرقند سے اندلس تک سراسر
انہیں کی رصدگاہیں تھیں جلوہ گستر
کہ جن کی رصد کے یہ باقی نشاں ہیں
وہ اسلامیوں کے منجم کہاں ہیں (۱)

انہوں نے مسلمانوں کو اُن کے عظیم ماضی کی جھلک دکھا کر پھر سے اس ماضی کو زندہ کرنے کا بھرپور تصور پیش کیا۔ اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب رہے۔ دیگر شعراء نے بھی اپنی شاعری میں سیرت پیغمبرؐ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا اور اظہارِ بیان کے لئے نعت کا سہارا لیا۔ بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کے ہاتھوں نعت گوئی کی روایت مزید آگے بڑھی۔ ان میں مولانا لیاقت علی آلہ آبادی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا فضل احمد اسیر، مفتی غلام سرور، اور بیدم وارثی کے نام قابلِ

ذکر ہیں۔

مولوی کفایت علی کافی، صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔ درود وسلام کے موضوع پر اُن کی شاعری کا ایک وافر حصہ ملتا ہے۔نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

اس رُخِ پاک کا جس بزم میں چرچا ہوگا
در و دیوار سے واں نور برستا ہوگا
زیارت گاہِ عالم ہے مکانِ مولدِ حضرتؐ
شفائے اہل ایماں ہے بیانِ مولدِ حضرتؐ

بیسویں صدی کے ابتدائی بیس پچیس سال اردو نعت، آنحضرتؐ کے حضور فریاد واستمداد کے مضامین پر مشتمل ہے۔

مُفتی سیّد احمد خان نے اپنے زمانۂ اسیری میں ''جزائر انڈیمان'' میں آنحضرتؐ کے حضور ایک منظوم عرضداشت لکھی۔اس کے چند شعر درج ذیل ہیں:

؎ لٹا گھر دیارِ وطن بھی چُھٹا
چُھٹے سب کے سب دوست اور آشنا
؎ اسیری بہت اس پہ اب شاق ہے
یہ سیّد رہائی کا مشتاق ہے

ڈاکٹر معین الدین عقیل کے بقول:

''معروف شاعروں میں مولانا حالؔی، مولانا ظفرعلی خان اور علامہ اقبال کی دربارِ رسالت مآب میں عرضداشتیں انتہائی مؤثر اور دلدوز ہیں'' (۲)

نعت گوئی کی ایک روایت صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ہاتھوں پروان چڑھی۔ ان بزرگوں نے اعلیٰ درجے کی نعتیں بھی کہیں اور اپنے نعتیہ کلام کے مجموعے بھی مُرتّب کئے۔ نعت گوئی کو پروان چڑھانے میں میلاد کی محافل کا انعقاد بھی ایک اہم وجہ ہے۔ بریلوی مسلک کے علمائے کرام کے حلقوں میں یہ محفلیں آج بھی مقبول ہیں اور ان محافل میں نعت کے ساتھ درود و سلام بھی بڑے جوش وخروش سے پڑھا جاتا ہے۔

''میلاد'' اور ''نعت'' میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے محمد مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

> ''میلاد اور نعت میں ایک نازک سی حدِ فاصل ہے۔ میلاد میں بالتخصیص حضور ﷺ کی ولادت مقدسہ سے متعلق احوال و برکات کا بیان اور اس سے حصولِ ثواب و شفاعت طلبی'' اور خیر جوئی مقصود ہوتا ہے۔ نعت آپؐ کی پوری سیرت پر محیط ہے۔ میلادیہ منظومات میں بھی صفات رسول ﷺ یا مناسبات و متعلقات رسولؐ میں کسی پہلو کو زیبِ عنوان بنایا جاتا ہے۔ نعت کے موضوع کا دائرہ منظومات کی نسبت بہت وسیع ہے اور اس میں آپؐ کی تمدنی و سماجی زندگی کی نسبت سے انسانی زندگی کے مختلف النوع سماجی، سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی پہلو بھی نعت کے موضوع میں درآئے ہیں۔ (۳)

چونکہ مولانا الطاف حسین حالؔی کی نعت گوئی پر سیر حاصل بحث باب دوم میں

ہوئی ہے اس لئے بزرگانِ دین،صوفیاءاورعلماء کے ضمن میں یہاں دوسرے نعت گو شعراء کی شاعری پرتوجہ دی جائے گی۔

مولانا حالیؔ کے ہم عصر مولانا شبلی نعمانی کے نعتیہ کلام پر سیرت نگاری کے موضوعات کا غلبہ ہے۔ انہوں نے بھی حالیؔ کی مسدس کی طرح ''صبح اُمید'' لکھی جس میں مسلمانوں کو شاندار مستقبل کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کی نعتیں سوز اور تاثیر سے پُر ہیں۔ہجرت نبویؐ میں حضور اکرمؐ کے مدینہ منورہ پہنچنے کا منظر اس طرح بیان کرتے ہیں:

؎ یاں مدینے میں ہوا غُل کہ رسولؐ آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
؎ لڑکیاں گانے لگیں شوق میں آ کر اشعار
نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اُٹھے گھر

برصغیر کے معروف عالمِ دین اور بریلوی مکتبِ فکر کے بانی،مولانا احمد رضا خان بریلوی، کئی کتابوں کے مصنف اور ''حدائق بخشش'' کے نام سے مشہور نعتیہ مجموعے کے خالق ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید کے بقول:

''محسن کاکوروی کے بعد اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فردِ واحد نے شعرائے نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں تو وہ بلا شبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے'' (۴)

آپ کی شاعری پر قرآن و حدیث کا اثر بہت نمایاں ہے۔ قرآنی تلمیحات

کے حوالے سے بھی آپ کی شاعری مزیّن ہے۔ بطور نمونہ یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

کلام پاک کے سورۂ یوسف (پارہ۱۲) میں ارشادِ ربانی ہے

فَلَمَّا رَاَیۡنَہٗۤ اَکۡبَرۡنَہٗ وَ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَہُنَّ

ترجمہ: ''پھر جب دیکھا اس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ''۔
اسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مرزا غالب کہتے ہیں:

؎ سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں

مولانا احمد رضا خان کی شاعری کے موضوعات کے حوالے سے آپ ہی کی ایک رباعی کے آخری دو مصرعے بہت اہم ہیں:

؎ قرآن سے نعت گوئی سیکھی میں نے
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

مولانا احمد رضا خان کی زبان صاف اور سادہ ہے۔ انہیں محاورات اور روزمرہ کے استعمال پر زبردست قوت حاصل تھی۔ چونکہ مولانا جید عالم دین تھے اس لئے قرآنی آیات اور احادیث کا استعمال، اُن کے ہاں بہت برجستہ اور فطری ہے۔ تاہم مذہبی علوم سے آگاہی نہ رکھنے والا قاری، اس قسم کی نعتوں کو سمجھنے میں تشریح کا محتاج ہوتا ہے۔

مولانا کی نعتوں خصوصاً درود و سلام میں قصیدوں کا سا شکوہ اور مثنوی کی سی روانی ہے۔ اُن کا قصیدہ سلامیہ اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ ہے، جس کا یہ شعر تو زبان زدِ خاص و عام ہے۔

؎ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

علمِ بیان و بدیع اور صنائع کی خوبیاں ان کے کلام میں بے شمار ہیں جن میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، ایجاز، تلمیح، مجاز مرسل، لف ونشر، حُسنِ تعلیل اور مراعاۃ النظیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

؎ بلبل نے گل اُن کو کہا، قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
گل، مشبہ بہ، اُن مشبہ، سروِ جانفزا مشبہ بہ
؎ واللہ جو مل جائے مرے گُل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول
گل، استعارہ، پسینہ، تشبیہ، عطر، مشبہ بہ دلہن پھول، مشبہ بہ

علم بیان کی ایک اور قسم، مجاز مرسل، (جُز بول کر کُل مراد لینا) کی یہ خوبصورت مثال ملاحظہ کیجئے:

؎ بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنویں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

یہاں چھینٹا کہہ کر پانی کی کثیر مقدار یعنی بحرِ سائل مراد لیا ہے۔ مراعاۃ النظیر یعنی باہم مناسبت رکھنے والی چیزوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہوئے متعلقات کا ذکر کرنا

جیسے باغ کے ذکر کے ساتھ پھول، خوشبو، ٹہنی اور پتی کا ذکر کرنا، اس سے کلام میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ کیجئے:

؎ دل بستہ و خوں گشتہ، نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں، ہے میرے آقا کا دہن پھول

ان کے نعتیہ کلام کی جان اور اصل ان کا سرمایۂ عشق رسولؐ ہے۔ ان کا سلیقۂ، نعت ان کی محبت رسولؐ کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''نعت کے باب میں اگر مولانا احمد رضا خان کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ اُن کے زیرِ اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ عاشقانِ رسولؐ کے لئے آج بھی اُن کا کلام ایک مؤثر تحریک نعت کا درجہ رکھتا ہے'' (۵)

ایک عالمِ دین ہونے کے ناطے، ان کی نعت میں حفظ مراتب کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے۔ البتہ جوشِ عقیدت میں بعض مقامات پر قرآنی تعلیمات کی نفی کرتے ہوئے فرما گئے ہیں کہ:

؎ میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پر کڑوڑا تیرا [۱] (۶)

مولانا مرحوم و مغفور سے زیادہ بہتر کون جانتا ہوگا کہ تقدیر بدل دینا صرف اللہ

---

[۱] کڑوڑا، حاکموں کا حاکم، افسر اعلیٰ

ہی کے اختیار میں ہے۔ دارالافتاء والارشاد، ناظم آباد کراچی سے راقم کے استفسار پر فتویٰ ج ۷ ہ نمبر ۲۴۲ ۶ ۴۴ کے مطابق ماورائے اسباب، غیر اللہ سے استعانت و استغاثہ جائز نہیں۔ البتہ جس سے خطاب کیا جائے، اُس کے قادر علی السماع، مشکل کشا یا فریاد رَس ہونے کا عقیدہ نہ ہو تو اس طرح پر اس قسم کے خطاب و استغاثہ پر مشتمل اشعار کے پڑھنے، سُننے میں فی نفسہٖ کوئی حرج نہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حسب ذیل اشعار میں لفظ ''مالک'' کے استعمال پر بڑی لے دے ہوتی رہی ہے۔

؎ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا (۷)

محبوب کو ''مالک'' کا درجہ عطا کرنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ کو خدا کہا جائے یا تسلیم کیا جائے۔

؎ روزِ جزا کے مالک و آقا تمہی تو ہو
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب (۸)

حضور ﷺ کو ''روزِ جزا'' کا مالک قرار دینا شرک ہے۔ اس مصرعے کی مزید کسی تاویل کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی۔

اسی طرح ان کی پہلی ذکر شدہ نعت کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

؎ اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء جاتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا (۹)

حضورؐ کے در پر اغنیاء کے پلنے میں بھی غیر اسلامی عقیدہ نمایاں ہے۔ مولانا صاحب کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے۔

؎ بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے
یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا (۱۰)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹے جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید کرتا رہے گا میں تیری سب کوتاہیوں کو معاف کرتا رہوں گا اور مجھے کوئی پروانہیں اے ابن آدمؑ اگر تیرے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی نچھلی سطح پر بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگتا رہے تو میں تجھے معاف کردوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں اے ابن آدمؑ! اگر تو زمین کو گناہوں سے بھر کر میرے سامنے پیش کرے اور پھر مجھ سے معافی مانگے لیکن شرط یہ ہے کہ (میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) تو میں اتنی وسعت سے اپنی مغفرت سے تجھے نواز دوں گا (ترمذی شریف صفحہ ۱۹۳ مشکواۃ شریف صفحہ ۲۰۴)

حضرت مالک بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریمؐ نے فرمایا اور میری شفاعت اُسی کو مفید ہو سکتی ہے جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا (ترمذی شریف صفحہ ۶۷ مشکواۃ شریف صفحہ ۴۹۴)۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنایا جائے نہ حکم میں، نہ عبادت میں اور نہ پکارے جانے

میں خدا اور رسول کو گڈ مڈ کرنے کی یہ روش بیشتر شعرا نے سوچے سمجھے بغیر اپنائی۔

محدث العصر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ فرماتے ہیں ''صدافسوس کہ آج کل کلمہ گو مسلمان نے شرک میں اللہ تعالی کی صفات مختصہ مثلاً عالم الغیب، حاضر و ناظر، مختارکل، نافع و ضار، رازق پناہ دہندہ، فریادرس، مشکل کشا، حاجت روا اور دافع البلاء والوباء ہونا وغیرہ۔

غیر اللہ وعلی الخصوص حضرت انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم الصلواۃ والسلام کے لئے نہ صرف ثابت کرتے ہیں بلکہ اپنی اس کاروائی پر مصر بھی ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کرتے ہیں بلکہ معاذ اللہ، خدا اور رسول کو رسول اور پیر کو حتیٰ کہ خدا اور پیر کو گڈ مڈ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں''(۱۱)

بعض اوقات جوش عقیدت میں جذبات بے قابو ہو جاتے ہیں ایسی ہی صورت حال ذیل کے اشعار میں بھی دکھائی دیتی ہے۔

ے ایسے بندھے نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے (۱۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اظہارِ عقیدت حضور ﷺ کی شان کے مطابق ہے؟

ے اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں (۱۳)

یہ شعر نعت کی بجائے ''حمد'' کا ہونا چاہئے تھا کیوں صفت خدواندی ''غنی'' کی حضور کریمؐ سے نسبت کرنا، اسلامی عقائد کی رو سے درست نہیں ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کا ایک اور شعر ملاحظہ کیجئے

؎ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث (۱۴)

شعر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کن اور مکن کے اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکے تھے اور پھر آپؐ کی طرف سے یہ سب اختیارات حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کو حاصل تھے یہ عقیدہ کھلے شرک کے مترادف ہے کیوں کہ یہ عقیدہ ایک ہی الہ کے تسلیم کرنے سے انکار اور عقیدہ توحید سے بھٹکنے کی غمازی کرتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان کے بھائی مولانا حسن رضا خان بھی نعت گوئی کی طرف مائل رہے۔ ''ذوقِ نعت'' کے عنوان سے نعتیہ مجموعہ چھپ چکا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سراپا نگاری کے حوالے سے بھی انہوں نے کئی نعتیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے حضورؐ کے جمالِ ظاہری کو خوبصورت تشبیہوں اور استعاروں میں بیان کیا ہے جیسے:

؎ یہ گردنِ پُر نور کا پھیلا ہے اُجالا
یا صبح نے سر اُن کے گریباں سے نکالا

ان کے ہاں بھی جذباتیت پائی جاتی ہے اور جب جذبات بے قابو ہو جاتے

ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں:

؎ بے لقائے یار ان کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبرئیل سدرہ چھوڑ کر (۱۵)

حالانکہ حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام پہنچانے آتے تھے محمدؐ رسول اللہؐ کا چہرہ مبارک دیکھنے نہیں۔ ایک اور نعت گو شاعر خواجہ محمد یار صاحب نے اردو وفارسی پر مشتمل ''دیوان محمدی'' کے نام سے ایک مجموعہ یادگار چھوڑا۔ 'دیوان محمدیؒ سے حسب ذیل غیر اسلامی اشعار ملاحظہ کیجئے:

؎ خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰؐ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے (۱۶)

؎ احمد احد میں فرق نہیں اے محمد
عشاق یار رکھتے ہیں ایماں نئے نئے (۱۷)

؎ گر محمد نے محمدؐ کو خدا مان لیا
پھر تو سمجھو کہ مسلمان ہے دغا باز نہیں (۱۸)

خدا اور ''پیر'' کو گڈمڈ (معاذ اللہ) کرنے سے متعلق یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

؎ صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
علّم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی (۱۹)

؎ کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی (۲۰)

خود ساختہ عشق پر مبنی ایک اور شعر ملاحظہ کیجئے:

بندگی سے آپ کی ہم کو خداوندی ملی
ہے خداوندِ جہاں بندہ رسول اللہؐ کا (۲۱)

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ اے لوگو! لا الہ کہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ (مسند احمد جلد۴ نمبر صفحہ۶۳)

تو ابولہب نے کہا ''بے شک وہ بے دین جھوٹا ہے (العیاذ باِ اللہ تعالیٰ) مستدرک جلد ۱ صفحہ ۱۵۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ رقمطراز ہیں:

''یہ وہی ابوجہل ہے جو آنحضرتؐ کو سچا مانتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ آپ کو ہم نہیں جھٹلاتے لیکن جو مسئلہ توحید آپ پیش کرتے تھے اس کو سن کر وہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا بس یہی حال آج بھی ہے کہ شرک کے شیدائی حضرت محمدؐ کو سچا مانتے اور عقیدت کا دم تو بھرتے ہیں (گویا محبت کے ٹھیکدار ہی یہی لوگ ہیں) مگر جو مسئلہ آپؐ نے بیان فرمایا تھا اس کا انکار بھی ہے جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کو یہ تمام تکالیف صرف خدا تعالیٰ کی الوہیت اور توحید خالص سنانے کی وجہ سے پیش آئیں اور حقیقت میں توحید کا لطف ہی جب آتا ہے کہ اس کو صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر کے صرف ایک ہی خدا کو حاجت روا اور مشکل کشا اور مسجود یقین کیا جائے گو دنیا سب ہی ناراض ہو جائے۔

ـــــــ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے (۲۲)

اسماعیل میرٹھی کی شاعری میں بھی حالی کی طرح قومی اصلاح کا جذبہ غالب رہا عاشقانہ اور صوفیانہ مضامین پر مبنی نمونہ کلام کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

ـــــــ صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر
اور اس کی سب آلِ صفا پر
اور اس کے اصحابِ وفا پر
اور اس کے احبابِ اتقیا پر

اردو کے بعض نعت گوشعراء جیسے شاہ نیاز بریلوی اور بیدم شاہ وارثی وغیرہ کے ہاں حقیقت اور مجاز کا رنگ اس طرح مدغم ہو گئے ہیں کہ انہیں الگ کرنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔آگے بڑھنے سے پہلے ڈاکٹر تحسین فراقی کی یہ وقیع رائے درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ:

''اردو کے وہ نعتیہ شعراء جن کا اردو ادب میں مقام بنتا ہے، الّا ما شاء اللہ نعت کے اُس انقلابی تصور سے دور رہے ہیں جو اپنی نہایت متنوع اور جمیل ترین صورت میں اقبال کے یہاں جلوہ گر نظر آتا ہے۔وہ شاد عظیم آبادی ہوں یا امیر مینائی، محسن کاکوروی ہو یا بیدم وارثی، اُن کے یہاں عقیدت کا اظہار تو خوب خوب جھلکتا ہے لیکن محبت کے گوہر شب تاب بہت کم نظر آئیں گے۔نغمۂ جبرائیل، صورِ اسرافیل اور شیرین دیوانگی کا جو امتزاج نعت اقبال میں دکھائی دیتا ہے، قریب قریب ہر

شاعر کے یہاں معدوم ہے''۔ (۲۳)

ڈاکٹر فراقی کی مذکورہ رائے کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی اس رائے سے بھی تقویت ملتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''شاہ نیاز بریلوی اور بیدم شاہ وارثی صوفی بھی تھے، شاعر بھی، اس لئے ان کی عاشقانہ شاعری کو عشقِ حقیقی کی ترجمان کہنا پڑے گا لیکن میں پوری شاعری کو نعت سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کے یہاں مرشد و ساقی اور محبوب و مطلوب سے مراد آنحضرتؐ ہی ہیں لیکن میرے نزدیک ان کے حقیقی مخاطب حضور اکرمؐ کے سوا بھی ہیں، اس لئے میں ان کی شاعری کے صرف اس حصے کو نعت قرار دوں گا جس میں حضورؐ کی ذات وصفات کے اظہار میں واضح علامتیں استعمال کی گئی ہیں'' (۲۴)

بیدم شاہ وارثی کے کلام سے حسب ذیل اشعار بطور نمونہ پیشِ خدمت ہیں:

؂ نام اسی کا بابِ کرم ہے دیکھ یہی محرابِ حرم ہے
دیکھ خمِ ابروئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم

؂ پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ
اور لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفیٰؐ

اُردو نعتیہ شاعری کے دو اور مشہور شعراء مفتی غلام سرور اور منیر شکوہ آبادی کی نعتیہ شاعری کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ مفتی غلام سرور بہت بڑے عالم اور

نعت گو شاعر ہیں، شاعری پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کے گہرے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ چند شعر دیکھئے:

ے حضرت حق آپ ناطق ہیں نبیؐ کے وصف میں
جا بجا مداح قرآن ہے رسول اللہ کا

ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُق عَظِیْم o (سورۃ قلم)

لَوْ لاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلاک (حدیث)
ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی۔

اس موضوع پر متعدد شعراء نے طبع ازمائی کی ہے مثلاً ظفر علی خان فرماتے ہیں:

ے گر ارض وسما کی محفل میں 'لو لاک لما'' کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں مین یہ نور نہ ہو سیاروں میں (۲۵)

سعادت یار خان رنگین، دہلوی فرماتے ہیں:

ے بڑا ہے عرش سے بھی ان کا پایا
کہ سب کچھ جن کی خاطر ہے بنایا (۲۶)

اکثر شعراء نے اس موضوع پر ضعیف روایات کی بنیاد پر طبع آزمائی کی ہے۔ جناب رؤف خیر لکھتے ہیں ''لولاک لما خلقت الافلاک'' جیسی موضوع روایت آج ہر کس وناکس کے دل و دماغ پر مسلط ہے حالانکہ یہ روایت صحاح ستہ تو کجا، احادیث کے کسی متداول ذخیرے میں بھی موجود نہیں قرآن وسنت سے نابلد شعرا موضوعات کبیر کی اس من گھڑت روایت کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں میں یہاں تک کہ اقبال سہیل جیسا سنجیدہ شاعر بھی کہتا ہے۔

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکاں موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم، صلی اللہ علیہ وسلم (۴۷)

منیر شکوہ آبادی حضرت علامہ اقبال سے قریب قریب نصف صدی کے پہلے شاعر ہیں۔ بچپن ہی سے انہیں مذھبیات سے گہرا لگاؤ تھا۔ مثنوی کی ہیئت میں انہوں نے اچھے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ انہوں نے تاجدار مدینہ سے اپنے قلبی شغف کا اظہار متعدد اشعار میں کیا ہے۔ ایک مقطع ملاحظہ ہو:

ے پہنچا دے ہند سے جو مدینہ میں اے منیؔر
یہ بات ہے عنایتِ خالق سے دور کیا

واقعہ معراج کے حوالے سے ایک طویل مثنوی میں موقع و محل کے مطابق واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ے نبیؐ رخصت ہوئے عرشِ علا سے
چلے گھر کی طرف حکمِ خدا سے

عالم اسلام کے مرد خود آگاہ، اور دنیائے علم و ادب کے درخشندہ ستارے حضرت علامہ اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا لیکن انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں شرکت سے ان کے مزاج اور شاعری میں واضح فرق نظر آنے لگا نیز یورپ کے ماحول (۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے اقبال کے نقطۂ نظر میں انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ مغرب کے لئے تنبیہہ اور محکوموں کے لئے مسیحا بن گئے۔ چنانچہ انہوں نے اب اسلامی روایات کا دامن سنبھالنے کی طرف اشارہ کیا:

ع بچا کے دامن بتوں سے اپنا، غبارِ راہِ حجاز ہو جا

اس دور کی شاعری ایک دُکھے ہوئے دل کی پکار ہے وہ بتاتے ہیں کہ صرف اسلامی نظام ہی دنیا میں رہنمائی کرسکتا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ اسلامی دنیا کی حالت بڑی یاس انگیز ہے۔ انہوں نے صاف صاف بتادیا کہ ہم مذہب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے:

؎ گر تو مے خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

حالؔی نے جس قسم کی شاعری کا آغاز کیا تھا، اقبال نے اُسے بامِ عروج پر پہنچایا۔ آپ کو حضور نبی کریمؐ سے والہانہ شیفتگی تھی۔

جس شاعری کا آغاز حُبِ وطن کے موضوعات سے ہوا، اس کا اختتام حُبِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ پر ہوا۔

اقبال نے براہِ راست نعتیہ اشعار کم لکھے ہیں لیکن جستہ جستہ نمونے ان کے کلیات میں بہت زیادہ ہیں۔ ان کی پوری شاعری کا محور سیرتِ محمدیؐ اور اُسوۂ رسولؐ ہے۔ ان کی فارسی شاعری کے ساتھ ساتھ اردو شاعری میں بھی نعت کے بلند پایہ شعر مل جاتے ہیں، مثلاً

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(بال جبریل)

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

(بالِ جبریل)

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

(بانگ درا)

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(ایضاً)

اقبال کو جب ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی اور کسمپرسی کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں:

؎ شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے

(ضربِ کلیم)

علامہ اقبال نے حکیم سنائی کے مزارِ مقدس پر جانے کے موقع پر جو نظم کہی اس میں نعت کے چند لاجواب شعر ہیں۔ اقبال کی زبانی سُنیئے:

؎ وہ دانائے سُبل، ختم الرُسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

(بالِ جبریل)

؎ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(بال جبریل)

حضرت علامہ اقبال کی نعت گوئی اور عشقِ رسولؐ کے حوالے سے ڈاکٹر تحسین فراقی کی یہ رائے اہمیت کی حامل ہے کہ:

''علامہ نے کلاسیکی نعت گوئی سے الگ ایک رستہ نکالا اور آج یہی رستہ خود کلاسیک کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ ہمارے آج کے نعت گو شعراء پر اقبال کا فیضان اتنا واضح ہے کہ اس کے لئے کسی مثال کی ضرورت نہیں۔'' (۲۸)

اقبال کے کلام میں جہاں جہاں نعتیہ اشعار ملتے ہیں، وہاں وہاں ان کا طرز اظہار سب سے منفرد اور جداگانہ نظر آتا ہے۔ ''ذوق وشوق'' کے عنوان سے لکھی ہوئی نظم کا ہر شعر عشقِ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہے جس کے ایک دو شعر پہلے درج کئے جا چکے ہیں۔

علامہ اقبال کے ہاں اسلامی تعلیمات کا بے پناہ ذخیرہ موجود ہے۔ وہ مغربی تہذیب سے نالاں اور قول رسولؐ ہاشمی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں:

؎ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

(بال جبریل)

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ لکھتے ہیں:

''بیسویں صدی اس اعتبار سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس صدی میں عظیم شاعر و ادیب، صحافی اور لیڈر پیدا ہوئے اور انہوں نے زندگی کے ہر شعبے پر اپنا اثر ڈالا۔ علامہ اقبال نے حکمت و فلسفہ اور دین کا گہرا شعور عطا کیا۔ ظفر علی خان اور ابوالکلام آزاد نے صحافت، شاعری اور ادب میں نام پیدا کیا۔ ظفر علی خان کا اصل میدان صحافت نہیں، شاعری ہے جس میں ان کی صلاحیتیں خوب چمکتی ہیں۔'' (۲۹)

اقبال کے کلام میں بڑی ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ ان کی شاعری کا زیادہ تر حصہ قرآنی تعلیمات اور عشقِ رسولؐ کے موضوعات پر مبنی ہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے دور کے شعراء کو متاثر کیا بلکہ بعد میں آنے والی نسلیں بھی اس کے فکر و انداز کو اپنانے پر مجبور ہوں گی۔ اگر چہ علامہ اقبال کو رسمی معنی میں نعت گو شاعر نہیں کہا جا سکتا لیکن بقول فرمان فتح پوری:

''نعت کے غیر رسمی معنوں میں علامہ اقبال اردو کے اہم ترین نعت نگار ہیں۔'' (۳۰)

یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ہاں ''اسرارِ خودی'' سے لے کر ''جاوید نامہ'' تک سیکڑوں جگہ آنحضرتؐ کی سیرت و کمالات کا والہانہ اظہار پایا جاتا ہے۔ اقبال کے زیادہ تر نعتیہ اشعار فارسی میں ہیں تاہم اردو مجموعوں بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم میں متعدد نظمیں، مثلاً بانگِ درا کی نظمیں شکوہ، جوابِ شکوہ،

حضورؐ رسالتماب میں، صدیقؓ ،''پیام عشق'' اور ''شب معراج'' کے موضوعات پر لکھی گئی نظموں کو نعت کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا۔ بانگِ درا کی بعض غزلیات میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں مثلاً:

؎ اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بے چاری کے دیں بھی گیا دُنیا بھی گئی

بالِ جبریل کی نظمیں ذوق وشوق، ''فقر'' اور بعض غزلوں میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں مثلاً:

؎ اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری

؎ تو اے مولائے یثربؐ آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زناری

ضربِ کلیم کی نظمیں اے روحِ محمدؐ، اور ''حسین احمدؐ '' کے موضوع پر بھی نعتیہ نظمیں ہی ہیں۔ حسین احمدؐ کے موضوع پر لکھی گئی نظم کا یہ شعر تو زبان زدِ خاص وعام ہے:

؎ بمصطفیٰ برسان خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہماری اردو فارسی شاعری میں مدینہ کو ''یثرب'' کہنے کی مثالیں بہت زیادہ ملتی ہیں۔ علامہ اقبال نے بالِ جبریل کے مذکورہ شعر کے علاوہ بانگِ درا میں بھی ''یثرب'' استعمال کیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ ''بلال'' کے عنوان سے نظم میں

اُنھوں نے لفظ یثرب کو یوں استعمال کیا ہے۔

ے خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُس کا
خوشا وہ دور کہ دیدارِ عام تھا اُس کا (۳۱)

مدینہ منورہ کو پرانے نام ''یثرب'' سے یاد کرنا بھی نعتیہ شاعری میں کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اس لفظ کے استعمال سے احتراز واجب ہے۔ کیونکہ کسی پہلو سے بھی اس کے معنی اچھے نہیں ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تاریخِ مدینہ میں اس کی جامع تحقیق فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی تاریخ میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اُس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں ۱۰ مرتبہ مدینہ کہے اور امام احمد اور ابوالاعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے تو چاہیئے کہ جناب باریٔ تعالیٰ میں استغفار کرے۔ اس کا نام طابہ ہے۔ انہی روایات کے مثل دوسری بھی آئی ہیں۔ لفظ یثرب سے کراہت کی وجہ، اس کا مشتق ہونا ثرب کی وجہ سے ہے یا تثریب سے، جس کے معانی مواخذہ اور عذاب کے ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ یثرب ایک کافر کا نام بھی ہے لہٰذا اس کے نام پر اس مقام شریف کا نام رکھنا، جس کی عزت غبارِ شرک اور کفر سے پاک و بَری ہو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اور جو قرآن مجید میں آیا ہے، یَـا اَھْلَ یَثْرَبَ لاَ مُقَامَ لَکُمْ بعضے منافقوں کی زبان سے ہے کہ مدینہ منورہ کا نام، اس نام سے

رکھ کر داغِ نفاق دیتے تھے اور بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پیشتر کا حکم ہے۔

واللہ اعلم۔'' (۳۲)

مذکورہ تحقیق کی رو سے جناب حفیظ تائب نے کیا خوب فرمایا ہے:

حکمِ نبیؐ ہے اُس کو جو یثرب پکار لے
توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیبہ (۳۳)

ممکن ہے نعت گو شعراء نے نعت میں لفظِ یثرب کو لاعلمی کی بنا پر استعمال کیا ہو تاہم اس سلسلے میں حزم و احتیاط لازم ہے۔ دارالافتاء والارشاد کراچی کے فتویٰ نمبر ۲۴۲ ۴۴ ج ۴۷ کے مطابق لفظ یثرب کے لغوی معنی کی روشنی میں مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ کے لئے اس نام کے استعمال سے احتراز کیا جائے اور اس کو مدینہ، طابہ یا طیبہ کہا جائے۔

لفظ یثرب کے استعمال کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

؎ طور پہ جا کے پریشان ہوئے مفت کلیمؑ
اس سے یثرب میں چلے آتے تو اچھا ہوتا (۳۴)

؎ خاکِ یثرب نے جو مولاؐ کے قدم چومے ہیں
سربلندی میں وہ اب عرشِ بریں ہے گویا (۳۵)

؎ نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم اٹھا اٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

(علامہ اقبال)

ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

؎ وہ خاک میری آنکھ کا سُرمہ، وہ فضا نور
جو بات بھی یثرب کی ہے مصری کی ڈلی ہے

(خاطر غزنوی)

؎ شاہِ یثرب ہے عجب اُمتِ مرحوم کا حال
اب نہ احساس ہے باقی نہ حمیّت باقی

(محسن احسان)

؎ اے خوش نصیب لوگو، یثرب کے جانے والو
عیشِ ابد کما لو رنجِ سفر اٹھا کر

(علامہ تمنا عمادی)

چونکہ مولانا ظفر علی خان کی نعتیہ شاعری پر باب دوم میں تفصیلی بحث ہوئی اس لئے ظفر علی خان کے بعد جو شاعر، اسلام کی تاریخ اور شعائرِ مذہبی کو شدّ و مد سے اپنی شاعری کا موضوع بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ''شاہنامہ اسلام'' کے خالق حفیظ جالندھری ہیں۔ شاہنامہ اسلام کے سبب تالیف میں حفیظ اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

؎ تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

ان کی ''شاہنامہ اسلام'' مسلمانوں کی منظوم تاریخ ہے۔ ان کے خیالات پاکیزہ ہیں۔ تاریخی واقعات کو صحت کے ساتھ بیان کرنا ان کی بڑی خوبی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کی تاریخ بیان کرنے سے ان کا مقصد مسلمانوں میں قومی غیرت و حمیّت پیدا کرنا تھا۔ شاہنامہ اسلام میں رسول اللہ کی سیرت طیبہ کو بڑی عقیدت و محبت سے بیان کیا ہے۔ ''محبوب سبحانی'' کے عنوان سے ایک ''سلام'' بھی ہے، جس سے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کی عقیدت و محبت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو ان کے تاریخی حقائق کا پر جوش بیان بھی ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کا کلام سلاست، روانی اور دلکشی کا اچھا نمونہ ہے۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ پورے کا پورا شاہنامہ دائرہ نعت میں آجاتا ہے اور عشقِ رسولؐ کا رنگ ہر جگہ نمایاں اور واضح نظر آتا ہے۔ خالص نعت کے ٹکڑوں میں وہ معروف اشعار ہیں جو ولادت رسول اکرمؐ کی شکل میں ہیں۔ اس ''سلام'' کے چند شعر درج ذیل ہیں:

سلام اے آمنہؓ کے لالؐ اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم! انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

حفیظ نے سیرتِ رسولؐ کو اپنے ایک شعر کے دو مصرعوں میں جس طرح بیان کیا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے:

ے تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

ابوالاثر حفیظ جالندھری کی شاعری ایک رنگا رنگ گلدستہ ہے۔ پُر اثر قومی و ملی نظمیں اُن کے شعری کارناموں میں شامل ہیں۔ شاہنامۂ اسلام میں انہوں نے عہدِ رسالت کے واقعات کو تاریخی احتیاط، خوش اسلوبی اور شاعرانہ دلکشی کے ساتھ پیش کیا۔ اس نظم کے لفظ لفظ سے عقیدت، محبت، خلوص اور پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ اُن کی شاعری میں مقصدیت اور قومی جذبہ حاؔلی اور اقبؔال سے منتقل ہوا۔

حفیظ جالندھری نے سیرت النبیؐ کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام کے جملہ واقعات کو شاہنامہ اسلام کے متعدد جلدوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نعت کے فنی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کے لئے ان کا ایک ہی شعر کافی ہے:

ے محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں گر ہو خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

شاہنامہ اسلام کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے حفیظ جالندھری فرماتے ہیں:

ے کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

ے تخیّل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خامے کی

ے نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں

؎ یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اُجالے کا

اس دور کے نعت گوشعراء کے نام سیکڑوں تک جا پہنچتے ہیں۔ غیر مسلم شعراء نے بھی نعت گوئی میں طبع آزمائی کرتے ہوئے اس میدان کو خالی نہیں چھوڑا۔ ہری چند اختر کی نعت کے یہ اشعار تو بہت مقبول ہوئے:

؎ کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیّا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

چودھری دلّو رام کوثری نے عقیدت کے نذرانے یوں پیش کیے ہیں:

؎ نبیؐ کے واسطے سب کچھ بنا ہے بڑی ہے قیمتی جانِ محمدؐ
شریعت اور طریقت اور حقیقت یہ تینوں ہیں کنیزانِ محمدؐ

سردار بشن سنگھ بیکل کا اظہارِ عقیدت ملاحظہ کیجیے:

؎ اِک جہالت کی گھٹا تھی چار سُو چھائی ہوئی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اُٹھی، تیری جب جلوہ آرائی ہوئی

بحیثیت مجموعی اس دور میں نعت کو بھرپور پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ نعت کی اس مقبولیت کی وجہ صوفیائے کرام، اور بزرگانِ دین کی نعت گوئی سے دلچسپی بھی اہم نوعیت کی حامل ہے۔ اس عہد کے شاعروں کی فہرست بڑی طویل ہے

تاہم چیدہ چیدہ شعراء کے نام درج ذیل ہیں:

میر اعظم علی خان شائق، مولانا علی احمد خان بدایونی، اکبر وارثی، اکبر آلہ آبادی، جگر مراد آبادی، عزیز لکھنوی، بہزاد لکھنوی، حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، اقبال سہیل، حمید صدیقی لکھنوی، جلیل مانک پوری، فائق مخدوم پوری، غلام مصطفیٰ عشق، بیکس جبل پوری، ممتاز جہاں گنگوہی، عزیز صفی پوری، سیماب اکبر آبادی، امجد حیدر آبادی، شاد عظیم آبادی، ماہر القادری، عبدالباری آسی، احسن مارہروی، آسی غازی پوری، حافظ لطف علی خان لطف، ضیاء القادری، اور کوثر سندیلوی کے نامِ نامی شامل ہیں۔ ممکن ہے بعض نام درج ہونے سے رہ گئے ہوں۔

نعت گو شعراء کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی نعت گوئی میں دلچسپی، سے گراں قدر اضافے ہوئے۔

بعض مذکورہ بالا شعراء کے ہاں چند غیر اسلامی عناصر پر مبنی اشعار سے چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔ آسی غازی پوری کے اس شعر میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزے ''قم باذن اللہ'' کی تضحیک کا پہلو پایا جاتا ہے۔

اگر مردہ سنے زندہ ہو دم میں
دم عیسیٰ ؑ ہے گفتار محمدؐ (۳۶)

احسن مارہروی فرماتے ہیں:

خدا شاہد بڑی مشکل میں تھے اللہ کے بندے
کہ وہ تشریف لائے دفعتاً مشکل کشا بن کر (۳۷)

خدائی صفات میں مخلوق کو خالق کے مشابہہ قرار دے کر حضورؐ کو مشکل کشا کہنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالی نے کلام پاک میں صاف طور پر فرما دیا ہے۔

ترجمہ: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے (پارہ ۴ النساء آیت ۴۸)

مولانا محمد رفعت صاحب، قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے اور کسی اور کو (حضرت علیؓ وغیرہ کو مشکل کشا کہنا درست نہیں۔۔۔ مشکلات حل کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو آواز دینا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس سے مشکلات حل ہوتی ہیں غلط ہے اور مشابہہ کفر ہے اور اس سے توبہ وحتیاط لازم ہے'' (۳۸)

ایک اور نعت گو شاعر کوثر سندیلوی فرماتے ہیں:

تو وہ بندہ ہے تری شان جو دیکھے وہ کہے
بندہ ہونا ہی حقیقت میں خدا ہونا ہے (۳۹)

جوش عقیدت میں بندے کو خدا سمجھ لیا گیا ہے جو کھلا شرک ہے۔

فائق مخدوم پوری کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

لگاؤ گے تم پار نیا محمدؐ
بھنور میں جو اپنا سفینہ پڑے گا (۴۰)

اللہ تعالیٰ کی خدائی میں اس کے سوا کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں اور کوئی بھی ہستی اس کے سوا ایسی نہیں جس کے قبضہ اور اختیار میں کچھ ہو سورۃ احزاب میں فرمایا گیا ہے۔

''ترجمہ: اے نبیؐ آپؐ ان مشرکوں سے کہیئے بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ کسی بُری حالت میں تمہیں مبتلا کرنا چاہے یا تمہارے ساتھ کچھ مہربانی کا ارادہ کرے اور نہیں پا سکتے وہ اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار'' (پارہ ۲۰ آیت ۱۶)

علامہ تمنا عمادی فرماتے ہیں:

؎ بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہیں بنائے
بیٹھے ہیں آپؐ ہی سے سب آسرا لگا کر (۴۱)

علامہ تمنا عمادی کا مذکورہ شعر بھی سورہ احزاب پارہ ۲۰ آیت ۱۶ کی رو سے شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

قمر میرٹھی کے حسب ذیل شعر میں، دیگر انبیاء سے مقابل کے ساتھ ساتھ، حضرت عیسیٰؑ کی توہین کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

؎ فلک نشین ہیں جو عیسیٰؑ ہوا کریں مجھے کیا
مرے مسیح، مرے درد کی دوا تم ہو (۴۲)

خالد محمود خالد کی مشہور نعت کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے (۴۳)

حضور نبی کریمؐ کی حدیث پاک ترجمہ: تم یہ نہ کہا کرو کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور محمدؐ چاہیں گے (بلکہ یوں کہا کرو) جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی ہوگا' (کنز العمال ۲ ص ۱۳۴ و کتاب الاعتبار ص ۲۴۳)

اس حدیث پاک کی تشریح میں جناب مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص مشیت خداوندی میں آنحضرتؐ کو اور کی دوسری ذات یا ہستی کو بھی شریک ٹھہرائے تو بھی کافر اور مشرک ہوگا'' (۴۴)

جو اللہ کو منظور ہوگا وہ ہوگا اور حضورؐ کی اس تردید کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے گا وہی ہوگا خالد محمود خالد کا مذکورہ شعر بھی شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ کیوں کہ جو صفت رب کی ہے اس سے مخصوص ہے اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا بھی شرک ہے۔

بیسویں صدی کی نعت (نصف اوّل) ۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے نتیجے میں ہندوستانی مسلمانوں کی دیگر شعبہ ہائے حیات کی طرح ادبی شعبے میں بھی دور رس تبدیلیاں

آ ئیں ۔شعراء،ادباء،علماءاورصوفیائے کرام نے اردوشاعری کونیا رُخ دے دیا۔ شاعری میں ملکی اورقومی مسائل بیان ہونے کی ابتدا ہوئی۔شعراء نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کی کوشش کی اورنعت گوئی کی طرف نہ صرف بھر پورتوجہ دی بلکہ آنحضرتؐ کے حضور بھی فریادو استمداد کے موضوعات بھی نعت کا خصوصی حصہ بننے لگے۔

پروفیسر سمیع اللہ قریشی لکھتے ہیں :

''اُمتِ مسلمہ جب بھی اور جہاں بھی جبر اور استحصال کا شکار ہوتی ہے، اس کے شعراء نے بالخصوص حضور اکرم ﷺ کی رحمتِ ذات کے تصور کو معاشرے اور معاشرتی رویوں میں عملی اورفکری سطح پر عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔آڑے وقتوں میں حضورؐ کی ذات کا تصور جیسے ایک امید اور آسرا بن جاتا ہے۔شائد اس لئے کل اور آج کی نعتوں میں قومی وملی اور ذاتی دکھوں کی جھلک اور پرچھائیں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ یوں نعت دُعا اور التجا یا عرضداشت بھی قرار پاتی ہے اور یہی نعت روحِ عصر بھی ٹھہرتی ہے۔'' (۴۵)

سیرتِ رسول ﷺ اوردرودوسلام کے موضوع پر چنداشعارحسب ذیل ہیں :

؎ راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
اُس پر چھڑکی پیار کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلّم

جتنے فضائل جتنے محاسن ممکن ہیں ہو سکتے ہیں ممکن
حق نے کی ہے سب اُن میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلّم

(اقبال سہیل)

ے دشمن بھی تیرے خلق و دیانت کا معترف
کافر بھی تیرے لطف و عنایت سے شرمسار

(یوسف ظفر)

ے زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پرتو
میں نے پائی ہے ستم سہنے کی عادت تجھ سے

(عارف عبدالمتین)

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی نعت گوئی میں دلچسپی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ نتیجے میں اعلیٰ درجے کی نعتیں لکھی جانے لگیں۔ اور نعتیہ مجموعے مرتب ہونے لگے۔ اس دور کے بیشتر شاعروں نے سیرتِ رسولؐ کو اپنی نعت کا خصوصی موضوع بنایا ہے۔

حوالہ جات

(۱) مسدس حالی صفحہ ۲۹

(۲) ڈاکٹر معین الدین عقیل تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ، انجمنِ ترقی اردو کراچی، صفحہ ۴۲۳

(۳) محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، اردو میں میلاد النبیؐ، فِکشن ہاؤس لاہور، ۱۹۹۸ء، صفحہ ۹۷

(۴) پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور، طبع اوّل ۱۹۹۰ء، صفحہ ۴۰۹

(۵) .... ایضاً ....، صفحہ ۴۲۰

(۶) حسان ابن ثابت سے حفیظ تائب تک (منتخب نعتیں) صفحہ ۶۷

(۷) ایضاً ص ۶۸

۸) ماہنامہ ''نعت رنگ'' کراچی نمبر ۶ صفحہ ۱۹

۹) ارمغان نعت مُرتبہ: شفیق بریلوی صفحہ ۱۶۲

۱۰) حدائق بخشش صفحہ ۵۰

۱۱) محدث العصر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ ۲۰۰۴ صفحہ ۱۷

۱۲) حدائق بخشش صفحہ ۱۰۵

۱۳) ایضاً حصہ اول صفحہ ۴۰

۱۴) ایضاً حصہ دوم صفحہ ۸

۱۵) ارمغان نعت، شفیق بریلوی صفحہ ۱۵۱

۱۶) بحوالہ ''گلدستۂ توحید'' ازمولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر صفحہ ۱۷

۱۷) ایضاً ص ۱۷

۱۸) ایضاً ص ۱۷

۱۹) ایضاً ص ۲۷-۱۷

۲۰) ایضاً ص ۲۷-۱۷

۲۱) ایضاً ص ۲۷-۱۷

۲۲) ایضاً ص ۱۲

۲۳) ڈاکٹر تحسین فراقی، جستجو، (تنقیدی مقالات)، القمر انٹر پرائز ز لاہور ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۱۲

۲۴) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء، صفحہ ۲۹۰

۲۵) ارمغان نعت، مرّتبہ: شفیق بریلوی صفحہ ۱۱۷

۲۶) ایضاً ۲۰۲

۲۷) رؤف خیر دکن کے رتن، اور ارباب فن (تنقیدی مضامین) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۵ ص ۱۲۵/۱۲۴

۲۸) ڈاکٹر تحسین فراقی، جستجو، (تنقیدی مقالات)، القمر انٹر پرائز ز لاہور، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۴۱

۲۹) پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ، تحقیقی وتنقیدی مقالات، مجید بک ڈپو لاہور ۱۹۹۰ء، صفحہ ۳۳۰

۳۰) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو غزل، نعت اور مثنوی، الوقار پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۴ء، صفحہ ۳۲۰

۳۱) علامہ اقبال، بانگ درا، نظم بلال صفحہ ۱۳، ایجوکیشنل ٹریڈرز لاہور۔

(۳۲) حضرت شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی (ترجمہ تاریخِ مدینہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، صفحہ ۷)

۳۳) حفیظ تائب، وسلمو تسلیما صفحہ ۱۰۱

۳۴) افسر صدیقی، امروہوی ۱۰۱ معیاری نعتیں مُرتبہ: ناصر زیدی صفحہ ۱۳

۳۵) ظہیر رضوی ایضاً صفحہ ۷۴

۳۶) ارمغان نعت، مُرتبہ: شفیق بریلوی صفحہ ۱۵۹

۳۷) ایضاً ۱۷۸

۳۸) مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی، مسائل شرک وبدعت، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ صفحہ ۳۰

۳۹) ارمغان نعت، شفیق بریلوی صفحہ ۲۰۳

۴۰) ایضاً صفحہ ۲۲۲

۴۱) ایضاً صفحہ ۲۳۴

۴۲) ایضاً صفحہ ۳۱۴

۴۳) کرو ذکر میرے حضور کا، نعتیہ انتخاب، مُرتبہ: ارشد ملک صفحہ ۲۳

۴۴) محدث العصر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مکتبہ گوجرانوالہ ۲۰۰۴ صفحہ ۴۸

۴۵) پروفیسر سمیع اللہ قریشی، مضمون نعتیہ رویہ، بحوالہ مجلّہ ''اوج'' گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور ۹۳-۱۹۹۲ء، صفحہ ۹۱

باب چہارم

۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۷ء
تک کی نعت کا جائزہ

باب چہارم: ۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۷ء تک کی نعت کا جائزہ

مولانا الطاف حسین حالی، علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، ظفر علی خان اور اقبال سہیل کو جدید نعت گوئی کے پیش رو کی حیثیت حاصل ہے۔ اُن کے بعد آنے والے شعراء نے ان سے روشنی حاصل کی ہے۔

اس دور کی نعتیہ شاعری میں قومی و ملی موضوعات و مسائل پر بھر پور توجہ دی گئی ہے۔ یہ دور نعتیہ شاعری کے فروغ کے لئے بڑا سازگار رہا۔ اس سے قبل اردو نعت بھی دیگر اصنافِ سخن کی طرح روایتی اور رسمی مضامین تک محدود رہی۔ بیشتر نعتیں عشقِ مجازی کی آمیزش سے پاک نہیں رہ سکیں۔ نعت گو شعراء عشقِ رسولؐ میں ڈوب کر نعت لکھنے کی بجائے ایسا سرمایہ فراہم کرتے رہے جو حقیقی معنوں میں نعت گوئی کے معنوں پر پورا نہیں اُترتا۔

آج ہم مسلمانوں کی سب سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ ہم نے سیرتِ رسولؐ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپؐ کی مثالی سیرت سے خود کو محروم رکھا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں کتنے لوگ ایسے ملیں گے، جن کو ''صادق'' و ''آمین'' کہا جا سکے گا؟ اس لئے بار بار کہنا پڑتا ہے کہ اُسوۂ حسنہ پر عمل کئے بغیر ایسی نعت گوئی، حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

بیشتر نعتیں غزل کی طرح ہجر و وصال کے مضامین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ ایک

طرف اگر زبان و بیان کی بے احتیاطیاں ہوئیں تو دوسری طرف تشبیہات وتلمیحات کا ناموزوں استعمال بھی خوب ہوا۔ جناب رؤف خیر لکھتے ہیں:

''قرآن و سنت سے نابلد علماء وشعراء بہت سے من گھڑت واقعات کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ یہی حال'' قاب قوسین'' والی آیت کا ہے۔سورۂ نجم کا مطالعہ کریں اور کسی مستند مفسرِ قرآن کی تفسیر کو پڑھیں تو پتہ چلے کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلے کا معاملہ اللہ اور رسولؐ کے مابین نہیں، بلکہ جبریلؑ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔قرآن کے بجائے قوالی سے رغبت رکھنے والے ذہن و دل اس میں عجیب عجیب جلوے دیکھتے ہیں۔ کچھ لوگ تو یہاں تک جرأت و جسارت کرتے ہیں کہ حج تو بہانہ ہے، دراصل جانا تو مدینہ ہے۔

؎ میں جھوٹ نہ بولوں گا مُلّا کے ڈرانے سے
جاتا ہوں مدینے کو میں حج کے بہانے سے''(۱)

سیرتِ رسولؐ کی عظمت کا خیال بھی پیشِ نظر نہیں رہا۔ مدحت نگاری کی یہ روش عرصے تک چلتی رہی۔ (شمشیر ضیاء بار) کے خالق،معروف نعت گو شاعر رحمان کیانی کو کہنا پڑا ؎

ان کی توصیف میں سُوئے ادب کی باتیں
نعت میں ساقی و مے، بزمِ طرب کی باتیں
بے حجابانہ قد و عارض و لب کی باتیں

شامِ ہجراں کا بیاں، وصل کی شب کی باتیں

مولانا حالی، علامہ اقبال اور ظفر علی خان کی شاعری سے قبل، جب ہم اردو کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو کچھ زیادہ خوش گوار صورتِ حال سامنے نہیں آتی۔ عرصۂ دراز سے اردو نعت گوئی میں ''غیر اسلامی عناصر'' کی نشاندہی مختلف اہلِ علم وقلم، وقتاً فوقتاً کرا رہے ہیں۔ اور جس کے نتیجے میں، مستقبل میں بہترین نعتیہ شاعری کے سامنے آنے کے، قوی امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ ''اردو نعت کا شرعی محاسبہ'' کے عنوان سے شمس بدایونی نے، اردو کی نعتیہ شاعری کو شرعی نقطہ نظر سے پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

مؤلف نے عالمانہ طرزِ تحریر سے، اُن سب غیر شرعی موضوعات مثلاً آنحضرت ﷺ کا مختارِ کُل ہونا، آپؐ کا علمِ غیب، آنحضرت ﷺ کا نور من اللہ ہونا، سایہ مبارک کا نہ ہونا، سببِ تخلیقِ کائنات ہونا، دیگر انبیاء سے مقابل پر، اور حضور ﷺ کی ''محبوبیت'' کے حوالے سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ وہ نعت میں ان مضامین کو اسلامی تعلیمات سے متصادم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ بعض محققین نعت کو ایسی کڑی شرائط کے ساتھ لکھنے کے حق میں نہیں ہیں، تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ میرے اس تحقیقی مقالے کی ضرورت اور افادیت بہت پہلے ہی سے محسوس کی جا رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے بھی اپنے اساتذۂ کرام کی خواہش اور مشورے پر، اپنی بساط کے مطابق، اس مشکل موضوع پر لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔

مولانا حالؔی نے ''مسدس مدوجزرِ اسلام'' میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو

بدلنے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قومی شاعری کے لئے وقف کر دیں۔ ادب وشعر کے مذاق کو سنوارنے کی کوشش کی اور یوں وسیع کائنات کے اہم حقائق حالؔی کی شاعری کا مرکز بن گئے۔ فرسودہ اور روایتی شاعری کے بے جان قلب میں اُنہوں نے نئی روح پھونک دی، اس لئے اُنہیں کہنا پڑا ؎

مال ہے نایاب پر گاہک ہیں اکثر بے خبر
شہر میں کھولی ہے حالؔی نے دُکاں سب سے الگ

یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ حالؔی کے نظریہ شاعری کے اثرات دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ ''نعت'' پر بھی مُرتّب ہوئے اور بعد میں آنے والے اکثر شعراء نے حالؔی کی روش اختیار کرنے میں عافیت جانی اور شاعری میں حالؔی کا تتبّع کرتے ہوئے نعت کے مقبول شعراء میں اپنے لئے جگہ بنائی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ چند استثنائی صورتوں کے سِوا، اردو کے ابتدائی دور کی شاعری سے لے کر حالی، علامہ اقبال اورظفر علی خان کے عہد تک، نعتیہ ادب کے مقدار میں اضافہ ضرور ہوا ہے لیکن معیاری کلام کا فقدان بُری طرح کھٹکتا رہتا ہے۔

اپنے مقالے کے اس چوتھے باب میں، ہمیں ۱۹۴۷ء کے بعد ۱۹۷۱ءتک کی، پاکستان میں نعتیہ شعری کاوشوں کا جائزہ مطلوب ہے اور ادبی سطح پر نعت کی اہمیت، اسلوب اور مواد کو بھی پرکھنا ہے نیز یہ دیکھنا ہے کہ کن کن شعراء نے اس صنف کو باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنایا اور اس کے کیا نتائج مُرتّب ہوئے؟

قیام پاکستان کے ابتدائی دور کے نعت گو شعراء کی حیثیت سے شہرت پانے

والوں میں صرف اُن شعراء کا تذکرہ پیشِ نظر رہا ہے جن کا کوئی نعتیہ مجموعہ سامنے آیا ہو ورنہ شعراء کی فہرست مشکل سے ترتیب پا سکے گی کیونکہ ایسا شاعر تو شاذ ہی ملے گا جس نے نعتیہ موضوع پر طبع آزمائی نہ کی ہو۔ مقبول نعت گو شعراء میں امجد حیدر آبادی، سیماب اکبر آبادی، اثر صہبائی، اسد ملتانی، علامہ ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی، راجہ محمد عبداللہ نیاز، ماہرالقادری، صبا اکبر آبادی، عبدالکریم ثمر، حافظ مظہر الدین، اقبال عظیم، راسخ عرفانی، شورش کاشمیری، احسان دانش، نعیم صدیقی، یوسف ظفر، محشر رسول نگری، احمد ندیم قاسمی، آسی ضیائی، عزیز حاصل پوری، جعفر طاہر، اختر الحامدی، انجم رومانی، حافظ لدھیانوی، راغب مرادآبادی، اعظم چشتی، رحمان کیانی، محشر بدایونی، عاصی کرنالی، عبدالعزیز خالد، ساغر صدیقی، اکبر وارثی میرٹھی، شہزاد احمد، غافل کرنالی، اطہر نفیس، مظفر وارثی، حفیظ تائب، خاطر غزنوی، مُحسن احسان، عزیز لکھنوی، راجہ رشید محمود، حمید صدیقی، منور بدایونی، اقبال صفی پوری، صبا متھراوی اور محبوب الٰہی عطا وغیرھُم شامل ہیں۔

ان سب شعرائے کرام نے نعت کے فروغ و ارتقاء میں مقدور بھر حصہ لیا۔ مختلف شعراء کے بیسیوں مجموعے چھپ کر سامنے آئے۔ نعت مختلف اصناف شعر میں لکھی جانے لگی۔ جس سے نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشاندہی ہوتی ہے۔ سیرتِ رسولؐ کے بے شمار موضوعات نعت کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں اور موضوع کے اعتبار سے نئے نئے رجحانات نعتیہ شاعری میں نظر آنے لگتے ہیں۔ بطورِ نمونہ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں: ؎

اشتراکیت کی مخالفت:

مطلوب نہیں ہم کو سٹالین و ٹرومین
کونین کا سردار ہے سردار ہمارا

(اثر صہبائی)

؎ ممکن نہیں کہ لینن و ہیگل ہو رہبر
گر صدقِ دل سے آپؐ کو میں رہنما کہوں

(عابد نظامی)

؎ نہ ماسکو، نہ نیویارک میری منزلِ زیست
کہ میرا نورِ بصیرت ہے خاکِ راہِ حجاز

(علیم ناصری)

؎ ہمیں یہ سرخ اُجالا نہ راست آئے گا
کہ ہم ضیائے رسالت مآب رکھتے ہیں

(اعجاز رحمانی)

موجودہ دور کے ظلم وستم، عدم آگہی، تضاد اور دورنگی کی جھلک:

؎ ڈوبے ہوئے لہو میں ہیں اس دور کے بھی ہاتھ
پھر کیا کہوں اسے نہ اگر کربلا کہوں

(شہزاد احمد)

؎ ہم وہ کہ دو جہاں میں کوئی نام بھی نہ لے
تُو وہ کہ کائنات کا حاصل کہیں جسے

(انجم رومانی)

جدید نعت گو شعراء میں جنہیں پیش رو کی حیثیت حاصل رہی، مولانا حالیؔ،

علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، ظفرعلی خان اور اقبال سہیل کے نامِ نامی خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ چونکہ اول الذکر چار شعراء کی نعتیہ شاعری سے متعلق تفصیلی ذکر پچھلے ابواب میں ہوا، اس لئے یہاں صرف اقبال سہیل کی نعتیہ شاعری کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اقبال سہیل کا نعتیہ مجموعہ ''ارمغانِ حرم'' کے نام سے ۱۹۶۰ء میں چھپا۔ اُنہیں رسولِؐ عربی سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت میں تجلیاتِ نبویؐ پوری طرح منعکس ہوتی ہیں۔ اُنہوں نے اپنی نعتوں میں حدودِ شریعت کا بہت خیال رکھا ہے۔ ان کی نعت نگاری کا نمایاں وصف حقیقت نگاری ہے۔ ان کی ایک طویل نعت ''موجِ کوثر'' کے عنوان سے ہے جس کی ردیف ''صلی اللہ علیہ وسلمؐ'' ہے۔

نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:

؎ وہ شاہِ بوریا مسند سکھایا جس نے دنیا کو
یہ اندازِ جہاں گیری، یہ آئینِ جہاں بانی
وہ جامع جس نے یک جا کردیئے بکھرے ہوئے دانے
مٹا دی جس نے آ کے باہمی تفریقِ انسانی

بچھڑے ہوؤں کو گلے سے ملایا
نسل و وطن کا فرق مٹایا
رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم
صلی اللہ علیہ وسلّم

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا
رشتہ ایک خدا سے جوڑا
شرک کی محفل کر دی برہم
صلی اللہ علیہ وسلّم

ہمارے بعض نعت گوشعراء تاریخی حقائق کومسخ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اقبال سہیل فرماتے ہیں:

؎ کہاں کا دشتِ ایمن، طور کیا، برقِ تجلی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفیؐ کی پرتو افشانی(۲)

حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے لاکھوں سال پہلے بھی کائنات موجود تھی۔ اقبال سہیل کے ہاں نعت میں ترنم کی رعنائی، نعت کو اور خوبصورت بنانے کا سبب بنتی ہے۔

؎ بلائیں لیں قیامتیں نہ کیوں ہر ایک گام کی
مرے جنوں نے سیکھ لی روش ترے خرام کی

جنونِ عشق کی قسم، نہیں ملک سے شان کم
ترے شہید عشق کی، ترے اسیرِ دام کی

امجد حیدر آبادی شعری مجموعوں ''ج امجد''، ''ریاض امجد'' اور ''نذر امجد'' کے خالق ہیں، جن میں نعتیہ مضامین بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان کے لب و لہجے کی سادگی ان کے کلام کا نمایاں وصف ہے۔ تاہم اس کے کلام میں ہندی اصطلاحات اور الفاظ و مرکبات کے استعمال کے سبب بعض اشعار نہ صرف

معیوب ہیں بلکہ شرعی آداب سے مطابقت بھی نہیں رکھتے۔ ''مدینہ کی جوگن'' امجد کی معروف نعت ہے۔ ہندی گیتوں میں جوگن کے مخصوص تصوّر کو نعت میں بیان کرنا حد درجہ نامناسب ہے۔ ''احد'' اور ''احمد بے میم'' کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض اوقات ان کے خیالات خالق ومخلوق کی حدود و قیود سے ٹکراتے نظر آتے ہیں مثلاً یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

ے ترّدد میں نظر آتا نہیں رستہ تعین کا
احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ (۳)

نمونۂ کلام سے حسب ذیل اشعار بھی ملاحظہ کیجئے:

ے چشمِ رحمت تیری ما زاغ البصر
پھر نہیں ہے کیوں غریبوں پر نظر
تیری مرضی رحم کر یا پھر نہ کر
دیکھ تو لے رحمتِ عالمؐ ادھر

حضرت سیماب اکبر آبادی ماہرِ زبان اور داغ دہلوی کے شاگرد ہونے کے ناطے اردو نعت کے قادرالکلام شاعر مانے جاتے ہیں۔ ''سازِ حجاز'' کے نام سے نعتیہ مجموعہ چھپ چکا ہے۔ نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:

ے آدمی کو اپنی نوعِ آدمیت پر ہے ناز
فخر ہے ذاتِ محمدؐ آدمیت کے لئے

ے نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنا ہے
مدینے جا کے نہ لائے خدا مدینے سے

ے صبحِ ازل تھا روئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلّم
شامِ ابد گیسوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلّم

اثر صہبائی کئی شعری مجموعوں ''روح صہبائی'' ، ''جامِ صہبائی'' ، ''بامِ رفعت'' اور ''بحضور سرورِ کائناتؐ '' کے خالق ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام سادگی کے باوجود حلاوت آمیز ہے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

ے دل کو ہے تیری آرزو محبوب
لب کو تیری گفتگو مرغوب

تجھ سے نسبت خدا سے نسبت ہے
حق کو محبوب، جس کو تُو محبوب

صدق و صفا نے، مہر و وفا نے، رام کئے اپنے بیگانے
نکہت و نزہت، خوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلّم

اسد ملتانی، احسان دانش اور ماہر القادری کے عہد کے شاعر ہیں۔ بڑے قادر الکلام شاعر تھے لیکن اپنی منکسر المزاجی کی وجہ سے خود نمائشی سے خود کو دور رکھا۔

ڈاکٹر انور سدید نے شاید اسی وجہ سے اُنہیں ''گمشدہ نعت نگاروں میں شمار کیا ہے'' (۴)۔

''تحفۂ حرم'' کے نام سے مجموعہ چھپا، نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے: (۴)

ے اس طرح کھینچا ہے بیت اللہ نے
راہ پائی ہے دلِ گمراہ نے
کیوں نہ ارضِ پاک جاؤں اے اسدؔ
یاد فرمایا رسول-اللہؐ نے

ے نسبت ہمیں ہے احمدِ مختار سے اسدؔ
ہم احمدی تو ہیں پر غلام احمدی نہیں

علامہ ضیاء القادری کے نعتیہ مجموعے ''تجلیاتِ نعت'' اور ''دیارِ نبیؐ'' کے نام سے سامنے آئے ہیں۔ اُنہوں نے پوری زندگی نعت گوئی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ''نغمہ ہائے مبارک'' کے نام سے سلاموں کا ایک مجموعہ بھی چھپا۔'' خزینۂ بہشت'' کے نام سے بھی نعتیہ مجموعہ شائع ہوا، نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ے اے مسیحائے دو عالم تیری رحمت کے نثار
کتنے اچھے ترے بیمار نظر آتے ہیں

ے مدنی چاند ترے حُسن کے متوالے تمام
نشۂ عشق میں سرشار نظر آتے ہیں

ے نگہِ شوق کو ہو جاتی ہے معراج نصیب
جب ترے روضے کے مینار نظر آتے ہیں

ے تم ہو عرش کی زینت والے تم پر لاکھوں سلام
تم ہو تاجِ شفاعت والے تم پر لاکھوں سلام

بہزادلکھنوی متعدد تصانیف ''کرم بالائے کرم''، ''نغمۂ نور''، ''کیف وسرور''، ''ثنائے حبیب''، ''نغمۂ روح'' اور ''نعتِ رسولؐ '' کے خالق ہیں۔حمید صدیقی لکھنوی کی طرح، جو''زائرِحرم'' کے لقب سے بھی یاد کئے جاتے ہیں، بہزادلکھنوی کا موضوع بھی (حرم نبویؐ) کا بیان ہے۔ ان کی زبان سادہ اور بیان تصنع سے پاک ہے۔اس ضمن میں بہزادلکھنوی کی نعت گوئی ملاحظہ کیجیے:

ے دل کی حالت کیا کہوں یادِ مدینہ دل میں ہے
میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اُسی محفل میں ہے

''کرم بالائے کرم'' ان کے سفرِ حج کا نعتیہ مجموعۂ کلام ہے۔ترنم اور چھوٹی بحریں، ان کی نعت کو اور دلنشین بنانے کا سبب بنی ہیں۔

ے جب زباں پہ نامِ طیبہ آ گیا
قلب مضطر پر سکوں سا چھا گیا

''آدابِ نعت'' کے حوالے سے بہزادلکھنوی کے یہ چند شعر بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

ے گوشِ دل سے سنو ادب سے سنو
حضرت مصطفیٰؐ کی یہ نعت ہے

ے دل میں پیدا کرو خلوص و وفا
پیکر صدوفا کی یہ نعت ہے

ے لب پہ جاری رکھو درود و سلام
شافعِ ہر خطا کی یہ نعت ہے

؎ خوشبوئے کونین سے بہتر پھولوں سے برتر، کلیوں سے بڑھ کر
خوشبوئے گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

حضورؐ کے ایک منفرد نعت نگار کی حیثیت سے راجہ محمد عبد اللہ نیاز کو بھی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ''یہ ہیں کارنامے رسولِؐ خدا کے'' ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت کی فراوانی ہر شعر میں موجود ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

؎ روشن ہو جس سے دل وہ تمہاری ثنا کہوں
گو ناطقہ ہے سر بگریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نامِ خدا کہوں
باطن کا وہ کمال کہ صَلِّ علیٰ کہوں
مشرق کے متقی کو تمہاری ضیا کہوں
مغرب کے فلسفی کو تمہارا گدا کہوں

ماہر القادری، (اصل نام منظور حسین) ''کاروانِ حجاز''، ''نقشِ توحید''، ''محسوساتِ ماہر'' اور ''ذکرِ جمیل'' جیسے مجموعوں کے خالق کو ڈاکٹر انور سدید نے ''نزہت و نور'' کا شاعر قرار دیا ہے۔ (۵)

انہوں نے نعت کو اصلاح اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ پروفیسر ہارون الرشید رقم طراز ہیں:

''ان کی نعت گوئی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے نعت گو شعراء کے برخلاف غلوئے عقیدت اور مشرکانہ بدعات

سے گریز کیا اور توحید و رسالت کو بھی گڈمڈ کرنے کی کوشش نہیں کی'' (۶)

ماہر القادری نے نعت گوئی کا ایک صحیح اور حقیقت پسندانہ معیار قائم کرنے کے لئے بڑی کوشش کی اور اپنی نعتوں میں اُسوۂ حسنہ کے منور گوشے پیش کرتے ہوئے اپنے جذباتِ عشق کو شریعت ہی کے دائرے میں رہنے دیا۔ انہوں نے حالیؔ کی پیروی کرتے ہوئے نعت میں مقصدیت اور اصلاحی پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ سادگی، صفائی اور روانی، ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری لکھتے ہیں:

''ماہر کی نعتیہ شاعری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پاسِ ادب بہت زیادہ ہے۔ وہ عشقِ مصطفویؐ سے سرشار ہو کر کہیں مدہوش نہیں ہوئے۔ انہوں نے عشق و فریفتگی کی وادی میں والہانہ جذب و شوق کے کوائف طاری ہونے پر بھی آقا اور غلام کی حد بندی کو ملحوظِ نظر رکھا ہے'' (۷)

اپنے مجموعے ''ذکرِ جمیل'' کے دیباچہ میں محبت، عقیدت اور پرستش کے فرق کو خود لکھا ہے:

''یہ دیکھتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ شاعری کا تاریک پہلو نعت و منقبت میں بھی نمایاں ہو کر رہا۔ عقیدت اور محبت کے غیر محتاط جوش میں اس قسم کے چٹخاروں کو لوگ گوارا کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان چٹخاروں نے مستقل عنوانات کی صورت

اختیار کر لی ۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ محبت، عقیدت اور پرستش میں بہت ہی نازک فرق ہے ۔ غیر محتاط عقیدت پرستش بن جاتی ہے ۔قرآن پاک میں اکثر و بیشتر مقامات پر جہاں رسول اللہ کا ذکر آیا ہے ''عبد'' کالفظ ضرور استعمال فرمایا گیا ہے کہ عقیدت کہیں بندے کو خدا نہ سمجھ لیں''

(۸)

ماہر القادری کا نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

ے سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ے سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

ے سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

ماہر القادری کی شاعری فنی پختگی کا شاہکار ہے۔ الفاظ کا انتخاب، تشبیہہ و استعارہ کا برمحل استعمال ان کے کلام کو دوآتشہ بناتا ہے۔

ے ان کی محفل، تجلی کی روشن سحر
ان کی محفل سے باہر دھواں ہی دھواں

بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ''ساقی'' کے لفظ سے مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ترے کردار پر دشمن بھی انگلی رکھ نہیں سکتا
ترا اخلاق تو قرآن ہی قرآن ہے ساقی
کسی صورت ترے دربارِ اقدس تک پہنچ جاؤں
مجھے دشوار ہے تیرے لئے آسان ہے ساقی

مشہور نعتیہ مجموعے ''شاخِ سدرہ'' کے خالق عبدالکریم ثمر کی تخلیق قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ قرآن و اُسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر نعت گوئی جیسے مشکل فن میں شہرت حاصل کر لی۔ ''سفرِ حجاز'' کے نام سے طویل مثنوی لکھی۔ ان کے کلام میں فنی پختگی نمایاں ہے۔ نعت گوئی کے مشکل مراحل کا انہیں خوب احساس ہے، اس لئے کہتے ہیں:

نعت گوئی مقامِ نازک ہے
لکھتے لکھتے لرز رہا ہے قلم

اپنی نعتیہ شاعری پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شعر و ادب کی نقش طرازی بجا سہی
معراجِ شاعری ہے مگر نعتیہ کلام
آنسو پلک پہ آ گیا سُن کے نبیؐ کا نام
یہ گوہر مراد مجھے جا کے اب ملا

سیماب اکبر آبادی کے شاگرد رشید حافظ مظہر الدین نعتیہ شاعری کے حوالے سے معروف ہیں۔ ''نوائے فردا''، ''بابِ جبریل''، ''تجلیات'' اور

''جلوہ گاہ'' کے نام سے نعتیہ مجموعے سامنے آئے ہیں۔ ان کی نعت گوئی انتہائی پاکیزہ، اعلیٰ وارفع خیالات کی حامل ہے۔ صنفِ نعت کی فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ انہوں نے حضورؐ کے پیغام اور ارشادات کو بھی نعت کا موضوع بنایا ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ کیجیے:

ے راہِ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق آ کے بے سروساماں سفر کریں
اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں
قُل کہہ کے سُنی بات بھی اپنی، ترےؐ لب سے

مشہور نعتیہ مجموعے ''قاب قوسین'' کے شاعر اقبال عظیم کئی کتابوں کے مصنف اور معروف نعت گو ہیں۔ ''قابِ قوسین'' ۱۹۷۷ء میں شاعر کے پہلے نعتیہ مجموعے کے طور پر سامنے آیا جس کے بعد ان کے دو مجموعے اور ایک کلیاتِ نعت ''زبورِ حرم'' منصۂ شہود پر آئے۔ ان کی شاعری سادہ لفظوں میں دل کی کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ے کعبے سے اُٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
مقبول ہوئیں تشنہ نصیبوں کی دُعائیں
بس خاک کفِ پائے محمدؐ کی طلب ہے
اقبال کا مقصود، دوائیں نہ دُعائیں

ے دُعا تو ہم بھی کرتے ہیں کرن پھوٹے، سحر جاگے
زبانِ حال سے لیکن فضا کچھ اور کہتی ہے

نئ قدروں کے چرچے ہو رہے ہیں اہلِ دانش میں
مگر ہم سے حیاتِ مصطفیٰؐ کچھ اور کہتی ہے

بعض اوقات جوشِ جذبات میں آ کر وہ شرکیہ خیالات کے اظہار کے بھی مرتکب ٹھہرتے ہیں جیسے:

؎ میری عمرِ رواں بس ٹھہر جا، اب سفر کی ضرورت نہیں
اُن کے قدموں میں میری جبیں ہے، اور ہاتھوں میں روضے کی جالی
(۹)

حالانکہ سوائے خدا کے کسی دوسری جگہ پیشانی جھکانے کی اسلامی تعلیمات کے مطابق سخت ممانعت ہے۔

کئی کتابوں کے مصنف راسخ عرفانی ایک کہنہ مشق شاعر اور جید عالمِ دین تھے۔غبارِ حجاز، ارمغانِ حرم، اور ''ذکرِ خیر'' کے نام سے ان کے نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں۔ نعتِ رسول مقبولؐ سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ مضامین اور اسلوب دونوں کے حوالے سے آپ کی نعت دوسرے شعراء سے قدرے مختلف ہے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری کے دامن کو وسعت دینے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

؎ سامنے پا کے تصور میں نبیؐ کا روضہ
نوکِ مژگاں پہ کئی غم کے فسانے آئے

نعتِ رسولؐ کے لئے نئی زمینیں تلاش کرنے میں بھی انہیں بڑی مہارت

حاصل رہی:

؎ رحمتیں برسے زمانے پر سحابوں کی طرح
دل بنامِ مصطفیٰؐ نکھرے گلابوں کی طرح

؎ راسخ غموں میں اُسوۂ حضرتؐ کے فیض سے
ہنس ہنس کے زندہ رہنے کی عادت ملی مجھے

؎ راسخ سخن کے لاکھ حوالے سہی مگر
قائم ہے مدحِ رسلؐ سے وقارِ فن

ہفت روزہ ''چٹان'' کے مدیر شورش کاشمیری اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم نام ہے۔ چٹان کے صفحات گواہی دے رہے ہیں کہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ سے کتنی عقیدت و محبت تھی؟ ساری عمر اپنے قول و عمل سے اُسوۂ رسولؐ پر گامزن رہے۔ پروفیسر سیّد یونس شاہ نے کیا خوب لکھا ہے کہ:

''چٹان'' کہنے کو ایک جریدہ تھا مگر باطل کے لئے سورۂ زلزال تھا'' (۱۰)

شورش کاشمیری کا نعتیہ مجموعہ ''چہ قلندرانہ گفتم'' کے نام سے ۱۹۶۳ء میں سامنے آیا۔ درود و سلام سے نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

؎ تیری رسالت عالم عالم، تیری نبوت خاتم خاتم
تیری جلالت پرچم پرچم صلی اللہ علیک وسلم
اے آقا اے سب کے آقا ارض و سماء ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پر مرہم مرہم صلی اللہ علیک وسلم

؎ نثار دیدہ و دل، عشقِ مصطفیٰؐ کی قسم

کہ یہ جنوں بھی بڑی چیز ہے خدا کی قسم
زمیں کا عجز انہیں کے قدم کا صدقہ ہے
فلک کے چہرۂ پُر نور پُر ضیا خدا کی قسم

شاعرِ مزدور، احسان دانش متعدد تصانیف ''نوائے کارگر''، ''جادۂ نور''، ''حدیثِ ادب''، ''زخم و مرہم''، ''میزانِ مومن'' اور ''جہانِ دانش'' کے مصنف ہیں۔ دو نعتیہ مجموعے ''دارین'' اور ''ابرِ نیساں'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ متعدد نعتیہ نظموں میں انہوں نے اتباعِ رسولؐ پر زور دیا ہے اور اسے درپیش خرابیوں کا حل بتایا ہے۔

ختمِ نبوت کے موضوع پر اُن کا یہ شعر کس قدر ایمان افروز ہے:

؎ اب نہ اُتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسولؐ
لے کے قرآں آخری پیغام بر پیدا ہوئے

احسان دانش کے زخمِ آرزو کو کہاں سے مرہم ملتا ہے؟ ملاحظہ کیجیے:

؎ زرخیز سرزمینِ تمنا تمہی سے ہے
دنیا تمہی سے ہے میری عقبیٰ تمہی سے ہے
ہر زخمِ آرزو کی دوا ہے تمہارے ہاتھ
ہر دردِ زندگی کا مداوا تمہی سے ہے

''محسنِ انسانیت'' کے نام سے سیرت النبیؐ کے موضوع پر مشہور ترین تصنیف کے خالق نعیم صدیقی، نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ذاتی آلام سے بڑھ کر اُمتِ مسلمہ کے اخلاق

زوال کا اظہار کیا ہے۔ ''نور کی ندیاں رواں'' نعتیہ مجموعۂ کلام ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

ے تُو صداقتوں کا رسولؐ ہے تُو حقیقتوں کا سفر ہے
تُو پیمبرِ انقلاب ہے تو جہادِ حق کی نظیر ہے
ے اُمت پہ کتنی آج گراں ہو گئی حیات
ارزاں بہت ہی خونِ مسلماں ہے اے حضورؐ

میاں نثار احمد (محشر رسول نگری) متعدد تصانیف، نظامِ نو، مثنوی ''صحیفۂ فطرت'' اور نعتیہ مجموعے ''فخرِ کونین'' (تین جلد) کے مصنف ہیں۔ ''فخرِ کونین'' میں شاعر نے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کو شعری جامہ پہنایا۔ فخرِ کونین اردو کے کسی بھی معروف مسدس سے کم درجے کا نہیں ہے۔ ایک بند ملاحظہ کیجئے:

ے آئینِ روزگار کی تشکیل ہو چکی
مدت ہوئی کہ دین کی تکمیل ہو چکی
آیاتِ بیّنات کی تنزیل ہو چکی
دُنیا میں بند آمدِ جبریل ہو چکی
انسانیت کا اُسوۂ کامل حضورؐ ہیں
اس کاروانِ زیست کی منزل حضورؐ ہیں

یوسف ظفر نے ''عشقِ پیچاں'' کے نام سے نعتیہ مجموعہ شائع کرایا۔ یوسف ظفر نے درِ مصطفیؐ پر حاضری دی تو پھر بار بار اپنی نعتوں میں اُس جمال کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جسے اُس نے مدینہ جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا:

ے ظفر یہ میرا مقدر کہ اس کو چاہتا ہوں
کہ خود جمیل بھی، آئینۂ جمال بھی ہے

ے آ گئے ہم اپنے مولا کے حضور
سرورِ کون و مکاں تک آ گئے

منیر نیازی کا یہ ایک ہی شعر نعتیہ شاعری میں اُس کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے:

ے فروغِ اسمِ محمدؐ ہو بستیوں میں منیر
قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو

احمد ندیم قاسمی متعدد رسائل اور اخبارات سے وابستہ رہے۔ ماہنامہ ''ادبِ لطیف''، ''سویرا''، ''فنون'' اور ''نقوش'' وغیرہ میں مختلف اصنافِ سخن پر عرصۂ دراز تک طبع آزمائی کرتے رہے۔ ''جمال'' اور ''انوارِ جمال'' کے نام سے نعتیہ مجموعے سامنے آئے ہیں۔ جس میں جذبۂ عشقِ رسولؐ اور آپ کا منفرد رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:

ے پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

ے کتنا احسان ہے انسان پہ تیرا کہ اُسے
اپنی گفتار کو کردار بنانا آیا

عزیز حاصل پوری عصرِ حاضر کے نعت گویوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ''جامِ نور'' کے نام سے نعتیہ شعری مجموعہ منظرِ عام پر آیا ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیتوں

نے نعت کو نئی زمینوں سے روشناس کرایا۔ نعت میں ان کا معروف مخمس، ان کی نکتہ دانی اور رمزآفرینی کا ثبوت ہے۔ بقول اُن کے:

؎ یہ کارنامہ سرِ حشر کام آئے گا
عزیزؔ نعتِ محمدؐ میں نام کر چلے

؎ عاصیو! رحمتِ عالم کا وسیلہ ڈھونڈو
حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

یہاں توسّل بالانبیاء والاولیاء کا نازک مسئلہ بھی سامنے آتا ہے۔ بزرگوں کو مخاطب کر کے (خواہ زندہ ہوں یا مردہ) ان سے مانگنا تو شرک ہے مگر اللہ تعالیٰ سے آنحضرتؐ یا انبیائے کرام علیہم السلام ۔۔۔ کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے حضرت مولانا محمدؐ یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

توسّل کی یہ صورت صحیح ہے ۔۔۔۔ مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے
کہ توسل کئے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالی اس کو سنتے ہی نہیں
اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے جو دعا
کی جائے اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمے لازم ہو جاتا ہے نہیں
بلکہ یہ سمجھنا چاہے کہ ان مقبولان الٰہی کے طفیل سے جو دعا کی
جائے گی اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے‘‘(۱۱)

جعفر طاہر کئی زبانوں اُردو، عربی، فارسی، انگریزی اور بنگالی پر عبور رکھنے والے، کئی مجموعوں کو زیورِ طبع سے آراستہ کر چکے ہیں۔ ان میں ’’سلسبیل‘‘ (مذہبی

قصائد) ، ''زُلفِ ابہام'' ، ''ہفت کشور'' ، اور ''تذکرہ شعرائے پاکستان'' وغیرہ شامل ہیں۔ نعتیہ کلام ان کے قادرالکلام ہونے کی دلیل ہے:

؎ ہزار داغ ترے عشق میں نصیب ہوئے
ہزار پھول تری نعت کے چمن میں لگے
میں نعت خواں جو ترا ہوں تو پھر عجب کیا ہے
شمار میرا بھی ہونے جو اہلِ فن میں لگے

انجم رومانی شعری مجموعے ''کوئے ملامت'' کے شاعر ہیں جنہوں نے نعت کے وسیلے سے حضور اکرمؐ کے حضور مسلمانانِ عالم کے مسائل و تضادات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے: ؎

؎ ہم وہ کہ دو جہاں میں کوئی نام بھی نہ لے
تُو وہ کہ کائنات کا حاصل کہیں جسے

؎ اِک حُبِ مصطفیٰؐ ہے اگر ہو سکے نصیب
ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں
قرآں کو حرزِ جاں نہ بنائیں تو کس طرح
سیرت کا ہے بیاں تو فقط اس کتاب میں

حافظ لدھیانوی (اصل نام حافظ سراج الحق) کئی مجموعوں کے خالق ہیں۔ جن میں ''خامۂ مژگاں'' (مجموعۂ غزل)، ''ثنائے خواجہؐ'' (مجموعۂ نعت)، ''جمالِ حرمین'' (سفرنامہ حجاز)، ''مدحتِ مصطفیٰ'' (نعتیہ مجموعہ)، ''نشید حضوری'' ، ''مطلع فاراں'' اور ''کیفِ مسلسل'' (نعتیہ قطعات) شامل

ہیں۔نعت گوشاعروں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ؎

حافظ شرف ملا ہے یہ نعتِ رسولؐ سے
جس جا ہے ان کا نام وہیں تیرا نام ہے
ہر ایک کو ملتا ہے کہاں گوہر تاباں
صد شکر میری آنکھ تیرے عشق میں نم ہے

''کیفیات مدینہ'' کے حوالے سے حافظ لدھیانوی فرماتے ہیں:

؎ نہیں محتاج کوئی بھی کسی کا
یہاں ہوتی ہے پوری سب کی حاجت (۱۲)

حاجتیں اللہ پوری کرتے ہیں۔اس شعر میں مدینے کو اللہ کے ہم پلہ قرار دینا حد درجہ مبالغہ اور گمراہی ہے۔دوسری جگہ فرماتے ہیں:

؎ محمدؐ آشنائے کیفِ ہستی
محمدؐ رازہائے دل کا محرم(۱۳)

حالانکہ دلوں کا حال صرف اللہ جانتا ہے۔کہ صرف وہ ذات ہی علیم وخبیر ہے۔بعض اوقات ''نعت'' اور ''حمد'' کے اشعار کو گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔اور جذبات پر قابو نہ پانے کے سبب شاعر رسول اللہ ﷺ کی محبت میں خدا کو بھول جاتا ہے۔حافظ لدھیانوی کے یہ اشعار نعت میں آئے ہیں، حالانکہ یہ حمد یہ اشعار ہیں:

؎ اشک میں آہِ صبح گاہی میں
نام ہے زیبِ داستاں تیرا

ذرے ذرے میں ہے جمال تیرا
نور ہے ہر کہیں عیاں تیرا
کسے حافظ ثنا کرے تیری
وصف ہو اس سے کیا بیاں تیرا(۱۴)

''حضوری کا مسئلہ'' یعنی دورانِ نماز صف میں خالی جگہ چھوڑ کر حضورؐ کے تشریف لانے کا مسئلہ، بریلوی مسلک کے مطابق اکثر اشعار کا موضوع بنتا ہے۔ علمائے دیوبند اسے خلافِ شریعت سمجھتے ہیں کیونکہ خدائی صفت کو مخلوق کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ حضوری یا حاضر و ناظر سے متعلق حافظ لدھیانوی فرماتے ہیں:

؎ حضوری تو تھی بس گھڑی دو گھڑی کی
مگر اس کی ہے کیفیت جاودانہ (۱۵)

محمد علی ظہوری فرماتے ہیں:

؎ سماں ہے ثنائے حبیبِ خدا کا یہ میلاد ہے سرورؐ انبیا کا
نبیؐ کے گداؤ سب ایک دوسرے کو گلے سے لگاؤ حضورؐ آ گئے ہیں
(۱۶)

؎ کہاں میں ظہوری کہاں اُن کی باتیں کرم ہی کرم ہے یہ دن اور راتیں
جہاں پر بھی جاؤ، دلوں کو جگاؤ، یہ کہتے ہی جاؤ حضورؐ آ گئے ہیں
(۱۷)

؎ فضائے نور میں بیٹھا ہوں سر جھکائے ہوئے
مرے حضورؐ ہیں محفل میں آج آئے ہوئے (۱۸)

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے فتویٰ نمبر (ج۔۴۷) کے مطابق اس

کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں۔ یہ محض باطل اور شرکیہ عقیدہ ہے۔ ایسے اشعار کا پڑھنا، سُننا ناجائز وحرام ہے جن میں حضوری کو ان معنی میں لیا گیا ہو۔ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی موضوع یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو حاضرو ناظر اور مختارِکُل سمجھنے کے حوالے سے، اس کی تائید ومخالفت میں صرف دو علمائے کرام کی آراء درج کی جائیں تاکہ حتمی نتیجے پر پہنچا جاسکے۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ حضور نبی کریم ﷺ کے حاضرو ناظر اور مختارِکُل سمجھنے کو شرک سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حاضر وناظر: اس نکتہ پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے حاضر وناظر کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں جن کے معنی ہیں ''موجود اور دیکھنے والا'' اور جب ان دونوں کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے ، وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ اس کا وجود بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے۔ اور کائنات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اوّل سے آخر تک اس کی نظر میں ہیں'' میرا عقیدہ یہ ہے کہ حاضر وناظر کا یہ مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صادق آتا ہے اور یہ صرف اُسی کی شان ہے۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپؐ ہر جگہ موجود ہیں اور کائنات کی ایک ایک چیز آپؐ کی نظر میں ہے، ہدایت عقل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ یہ شرعاً

درست ہو، یہ صرف اللہ تعالٰی کی صفت ہے اور اس کو کسی
دوسری شخصیت کے لئے ثابت کرنا غلط ہے۔۔۔۔۔۔ بعض
لوگ نہ صرف انحضرتؐ کے بارے میں، بلکہ تمام اولیا اللہ کے
بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے
ہیں۔ مجھے ان حضرات کی سخاوت پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کتنی
فیاضی سے اللہ تعالٰی شانہٗ کی صفات اُس کی مخلوق میں تقسیم
کرتے پھرتے ہیں۔'' (۱۹)

مختارِکُل کے حوالے سے حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ رقمطراز ہیں:

''بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بڑی شدومد سے پیش کیا ہے کہ اس
کارخانۂ عالم کے متصرف و مختار آنخضرتؐ ہیں اور اللہ تعالٰی
نے آپؐ کو تمام اختیارات عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے یہ
لوگ آنخضرتؐ کو مختارِکُل کا خطاب دیتے ہیں۔ لیکن قرآن
کریم، حدیث نبویؐ، اور عقائد اہلِ سُنت میں اس عقیدے کی
کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' (۲۰)

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی درج ذیل اعتراضات کے جواب میں
فرماتے ہیں:

اعتراض نمبر ا: اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینۂ پاک حاضر ہونے
کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضورؐ کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دارالسلطنت ہے اور خاص تجلی گاہ، جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاوٗر ہاؤس، بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پاوٗروں کے قمقمے ہیں، ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

اعتراض نمبر۲: اگر حضورؐ حاضر و ناظر ہیں تو لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہیں؟ ہر جگہ حضورؐ ہی امام ہونے چاہیئں۔

جواب: ''کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضورؐ کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حیات شریف میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حضورؐ کی موجودگی میں نمازِ فجر پڑھائی۔ خود حضور انورؐ نے اُن کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو، نظر بھی آئے، نماز بھی پڑھائے۔ حضورؐ حاضر ہیں اور تمام جہاں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ مگر وہ تو نظر نہیں آتے، ناظر ہیں مگر منظور نہیں۔ نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے۔ حضورؐ دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور حضورؐ پر اب نماز فرض نہیں، ہم اور آپ پر فرض ہے۔ فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔'' (۲۱)

جناب مفتی احمد یار خان نعیمی نے حضورؐ کو حاضر و ناظر قرار دینے کے علاوہ

حاضر و ناظر پر اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ مگر حقیقت اپنی جگہ پر، اور جذبات پر مبنی توجیہات اپنی جگہ پر، نیز ذاتی جذبات و احساسات کو احادیث پر فوقیت بھی نہیں دی جا سکتی۔ اگر انہی جذبات کو صحیح نصب العین کے حاصل کرنے میں صرف کرایا جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔

راغب مراد آبادی (اصل نام سیّد اصغر حسین) شاعری، تحقیق اور تنقید کے مردِ میدان ہیں۔ کئی مجموعے جن میں ''گلِ صد برگ''، ''عزم و ایثار''، ''مدحتِ خیر البشرؐ'' اور ''محنت کی ریت'' وغیرہ شامل ہیں، چھپوا چکے ہیں۔ انہوں نے اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی ہیں مگر بقول ڈاکٹر انور سدید:

''نعت کے محبوب ربانی پر غزل کے خیالی محبوب کا پرتو پڑنے نہیں دیا'' (۲۲)

جو بہر انداز ہوں شایانِ شانِ مصطفیٰؐ
لفظ ایسے ڈھونڈ نا لانا ہے جوئے شیر کا

مدینۃ النبیؐ کی مدحت و توصیف کم و بیش تمام شعراء نے شد و مد سے کی ہے۔ یہ کیفیت راغب مراد آبادی کے اشعار سے عیاں ہے۔

ادب سے دیکھ نظروں کی یہی طہارت ہے
مدینے کے ہیں یہ اے بے خبر، در و دیوار

راغب مراد آبادی نے حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کا فریضہ غالب کی زمینوں میں سر انجام دیتے ہوئے نعتیہ شاعری میں ایک اور جدت پیدا کی ہے۔

جن کا اُمتی ہونا زندگی کا حاصل ہے
آ کے ان کے قدموں میں زیست کا مزہ پایا
رہِ ختم الانبیاءؐ کا میں اگر غبار ہوتا
مرا سر بلند رہتا میں فلک وقار ہوتا

اردو کی ''غیر منقوط شاعری'' میں شعراء نے اپنی قادرالکلامی کے بہترین نمونے پیش کئے ہیں۔ نعتیہ شاعری حد درجہ حزم و احتیاط کی متقاضی ہوتی ہے۔ لیکن جب بات غیر منقوط نعتیہ شاعری کی ہو تو معاملہ اور مشکل ہوتا ہے۔ راغب مراد آبادی نے شعر گوئی کے اس فن میں بھی عمدہ نمونے پیش کئے ہیں۔ چند اشعار حسب ذیل ہیں:

؂ محمد کا کرم درکار ہوگا
مرا دل محرمِ اسرار ہوگا

؂ محمدؐ کو مراد و مدعا لکھ
دو عالم کا سہارا، آسرا لکھ

رحمٰن کیانی کو رجز خوانی کے حوالے سے شہرت ملی۔ نعتیہ مجموعہ ''شمشیر ضیا بار'' کے نام سے ۱۹۷۷ء میں سامنے آیا۔ جہاد اسلامی کے حوالے سے اردو شاعری میں آپ منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض نعت گو شعراء مدحتِ مصطفیٰؐ میں رنگِ تغزل کی جو آمیزش کرتے ہیں، وہ انہیں گوارا نہیں۔ ؂

بزمِ لولاک ہے یہ حلقۂ احباب نہیں
جنبشِ چشم یہاں داخلِ آداب نہیں

؎ گفتگو اس میں روالہجہ حسانؓ میں ہے
رقص کرنے کی جگہ بدر کے میدان میں ہے

منور بدایونی کا نعتیہ کلام ''منور نعتیں'' کے نام سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے تشبیہات و استعارات کا سہارا لئے بغیر بڑی سادگی سے دل کی باتیں نعت میں رقم کی ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی کے حوالے سے شہرت پانے والی منور بدایونی کی نعت کے حسب ذیل اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں:

؎ نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں، نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے یہ درِ حبیبؐ کی بات ہے
ترے حسن سے تیری شان تک، ہے نگاہ و عقل کا فاصلہ
یہ ذرا بعید کا ذکر ہے، وہ ذرا قریب کی بات ہے
تجھے اے منور بے نوا درِ شہہؐ سے چاہیے اور کیا؟
جو نصیب ہو کبھی سامنا، تو بڑے نصیب کی بات ہے

منور بدایونی کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

؎ میں تم سے وہ کہتا ہوں جو کہنا ہے خدا سے
جب تم میری سُن لو گے تو سُن لے گا خدا بھی (۲۳)

خدا کے سُننے کو نبیؐ کے سُننے سے مشروط کر دینے والی بات، معلوم نہیں کس عقیدے کی غمازی کرتی ہے؟ تلمیحات کے غلط استعمال کی مثالیں بھی اردو نعتیہ شاعری میں ملتی ہیں، مثلاً حافظ لدھیانوی کے نعتیہ مجموعے ''مطلع فاران'' کا یہ شعر ملاحظہ کریں:

؎ سلام اُس پر ہوا شق القمر جس کے اشارے پر
سلام اُس پر جو لے آیا سفینے کو کنارے پر (۲۴)

معجزہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے، یہاں نسبت پیغمبرؐ کی طرف ہے، جو حقائق کو جھٹلانے اور تاریخی واقعات کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ حافظ صاحب کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمایئے:

؎ سب فسانے ہیں سرابِ ہستی
ایک تابندہ حقیقت اُس کی (۲۵)

حالانکہ تابندہ حقیقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

عاصی کرنالی (اصل نام شریف احمد) شاعری، افسانہ اور تنقید کے حوالے سے معروف نام ہے۔ ''رگِ جاں'' اور ''جشنِ خزاں'' شعری مجموعے ہیں۔ ''نعتوں کے گلاب'' اور ''مدحت'' کے نام سے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کے اثرات'' پر بہاول پور یونیورسٹی سے عاصی کرنالی صاحب کو پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ہے۔ ان کا نعتیہ اسلوب بھی، مولانا حالیؔ کی طرح اصلاحی و مقصدی ہے۔ آپ نے ''حرفِ شیریں'' کے نام سے ایک اور نعتیہ مجموعہ بھی شائع کروایا اور بعد ازاں یہ سب کتابیں ان کی کلیات ''تمام و ناتمام'' میں شامل کر دی گئیں۔ عاصی کرنالی ان شاعروں میں سے ہیں جن کی نعتیہ شاعری دائرہ ادب سے تجاوز نہیں کرتی۔ ؎

(۱) دردِ ہستی کا مداوا ہے ترا ذکرِ جمیل
وقت کے زخم ترے نام سے بھر جاتے ہیں

(۲) جب تیرا نام مہکتا ہے مرے ہونٹوں پر
جیسے تا حدِ نظر پھول بکھر جاتے ہیں

(۳) میں نے لیا ہے نام رسالت مآب کا
ہونٹوں پہ مرے پھول کھلا ہے گلاب کا

(۴) طائف میں تن پہ زخم، زباں پر دعائے خیر
تاریخ کا یہ واقعہ کتنا عجیب ہے

البتہ اُن کے ایک شعر:

؎ وہ جو آئے ہیں تو ساتھ آئی ہیں ساری رونقیں
ورنہ صحرائے عدم میں کیا تھا وحدت کے سوا؟ (۲۶)

میں شانِ الوہیّت کا استخفاف پایا جاتا ہے۔

عبدالعزیز خالد کثیرالتصانیف شاعر و ادیب ہیں۔ نعت گو شاعر کی حیثیت سے بھی انفرادی شان رکھتے ہیں۔ مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہونے کے سبب ان کے اسلوب نعت میں عربی، فارسی اور ہندی کی مشکل تراکیب اور تلمیحات بکثرت موجود ہیں۔ جن کو سمجھنے کے لئے وسیع مطالعے کی ضرورت ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعوں فارقلیط، منحمنا، ماذ ماذ، حمطایا، طاب طاب، اور عبدہٗ جیسے نام ہی ان کی انفرادیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ انہیں کم وقت میں کثیر سرمایہ فراہم کرنے والا شاعر قرار دیا گیا ہے۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے
میں سانسوں کا مہمان تو موجِ ہوا ہے
شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے

حضورؐ کی سراپا نگاری اور سیرت نگاری کے تمام پہلوؤں کو بیان کرنے کی انہوں نے پوری پوری کوشش کی ہے۔ دوسرے نعت گو شاعروں کے مقابلے میں آپ نے اپنی قادرالکلامی کے زور سے اپنی حیثیت الگ منوالی ہے۔

ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ''منحمنا'' پہلے مجموعے ''فارقلیط'' ہی کی طرح عربی اور ہندی زبانوں کے بے پناہ الفاظ سے مزیّن ہے۔تیسرا مجموعہ ''حمطایا'' کے نام سے چھپا۔ ''ماذ ماذ'' مختلف نعتوں پر مشتمل پابند اور آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔ اکثر نعتوں میں عربی، فارسی اور ہندی کے علاوہ بہت سی زبانوں کے الفاظ تواتر سے استعمال کرتے ہیں، مثلاً

کثیر المکارم کریم المساعی
نمائندۂ حضرت کبریا ہے
کریم العصادہ شریف الارومہ
تو فخرِ انام و حبیبِ خدا ہے

نعتیہ اسلوب میں ہندی الفاظ و انداز کو بعض ناقدین نے ہدفِ تنقید بھی بنایا ہے۔ بعض ہندی الفاظ و مرکبات نے تو نعت کے تقدس کو بری طرح مجروح کر دیا ہے مثلاً اشعار کا یہ لہجہ قاری کے ذہن کو بُری طرح کھٹکتا ہے۔

تو ساجن سوامی میں باندی بیاکل
میں مورکھ نمانی تو گُن ہے کلا ہے
کیا تو نے قبضے میں تریا کا جوبن
منوہر ہے اچپل ہے تو چالیا ہے
میں شبدوں کی پیاسی، میں چرنوں کی داسی
تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے
سجن میں چِتنا ہے ہردے میں پیڑا
ترے دن یہ الہڑ جیا انمنا ہے

(فارقلیط)

عبدالعزیز خالد صاحب کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے: ؎

اُس جامع صفات کا کیا کیجئے بیاں
ناخواندہ ہے اگرچہ پہ معنی شناس ہے (۲۷)

اس شعر میں ''اُمّی'' کا ترجمہ ''ناخواندہ'' عبدالعزیز خالد صاحب جیسے قادرالکلام شاعر کے شایانِ شان نہیں۔ ناخواندہ جاہل اوراَن پڑھ کے معنوں میں مستعمل ہے جو حضورؐ کی عظمتِ شان کے خلاف ہے۔ اُن کا ایک اور شعر بھی اسی نوعیت کا ہے۔ ؎

طبیعت میں وہ قدرتی شرم جیسے
کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے (۲۸)

حضور ﷺ کو شرم و حیا کے حوالے سے، آپؐ کو پردہ میں بیٹھی ہوئی کنواری سے تشبیہ دی گئی ہے جو آدابِ رسالت کے منافی ہے۔

بہر حال اتنی بات تو طے ہے کہ انہوں نے مضامین نعت کو وسعت دی نیز نعت گو شاعر کی حیثیت سے جدید و قدیم علوم سے آگاہی رکھنے والا، شاید ہی کوئی دوسرا شاعر ملے۔

نمونۂ کلام کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہو:

ے جمیل و اجمل و کامل مکمل و اکمل
ستم زدہ بشریت کا مُحسنِ اعظم
صفات بو قلموں لاتعداد و لاتحصیٰ
ثنائے خواجہ سے معذور ہے زبان و قلم

ے دمِ گفتگو منہ سے کرنوں کی بارش
دہن مہر تاباں کو شرما رہا ہے

نہ یہ قول شاعر نہ یہ قول کاہن
یہ میزان و معیار حسن و بہا ہے

متعدد اردو تصانیف کے مصنف ساغر صدیقی، غزل گو شاعر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ البتہ ''سبز گنبد'' کے نام سے ان کا نعتیہ مجموعہ بھی ۱۹۷۱ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ ان کا رنگِ کلام ملاحظہ کیجئے۔

ے غارِ حرا کو یاد ہے سجدے رسولؐ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی
دامانِ عقل و ہوش سہارا نہ دے مجھے
چاہت خدا کی بن گئی چاہت رسولؐ کی

اکبر خان وارثی میرٹھی اپنی تالیف ''میلادِ اکبر'' کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ کئی مجموعے ''ریاض اکبر''، ''گلزارِ اکبر'' اور ''باغِ کلامِ اکبر'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ ان کا درج ذیل سلام اردو کے معروف ومقبول سلاموں میں ہے۔

؎ یا نبیؐ سلام علیک، یا رسولؐ سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک، صلوٰۃ اللہ علیک

انہوں نے غزل کی ہیئت میں نعتیں لکھی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

؎ وہ دل ہے کہ جس میں محبت ہو نبیؐ کی
وہ سر ہے کہ جس سر میں ہے سودائے محمدؐ
تھوڑی سی زمیں طیبہ میں اکبر کو دے اللہ
قدموں میں محمدؐ کے ہو شیدائے محمدؐ

البتہ اکبر وارثی کا یہ شعر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی عظمتِ شان کے خلاف ہے۔ ؎

ہے شفاعت کے سہرے کی اُن پر پھبن
آج دولہا بنا ہے ہمارا نبیؐ (۲۹)

حضور ﷺ کو ''دولہا'' کہنا کسی طرح مناسب نہیں، کیونکہ اس میں حضورؐ کی شانِ رسالت کا واضح استخفاف ہے۔ یہی ''عقیدت'' مولانا عبدالستار خان نیازی کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔ ؎

یہ آس نیازی ہے دولہا کی زیارت کو
جائے گی غلاموں کی بارات مدینے (۳۰)

شہزاد احمد کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں ''صدف''، ''جلتی بجھتی آنکھیں''، ''خالی آسمان'' اور ''ادھ کھلا دریچہ'' وغیرہ شامل ہیں۔ نعتیں بھی لکھی ہیں۔ نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:

؎ اے رحمتِ اُمم مرے دل میں وہ آگ ہے
جلنے لگے زباں اگر ماجرا کہوں
معراجِ زندگی ترےؐ قدموں کی دھول ہے
پھر کیوں نہ آسماں کو ترےؐ خاکِ پا کہوں

خالد بزمی (اصل نام محمد یونس) شاعری، افسانہ اور تحقیق وتنقید کے شہسوار ہیں۔ نعت کو بھی انہوں نے ایک ادبی صنف سخن کے طور پر اپنایا۔ ان کی نعتیہ شاعری حُبِ نبویؐ سے سرشار ہے، کہتے ہیں:

؎ میری نعتیں فقط اللہ کی توفیق ہے بزمیؔ
وگرنہ کب مجھے مدح پیغمبرؐ کا سلیقہ ہے

حضورؐ سے عجز ونیازمندی ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہے۔

؎ آپؐ کے نام سے یوں دل میں چمک آتی ہے
چاندنی رات میں ماحول درخشاں جیسے

سیرتِ طیبہ کے موضوع پر خالد بزمی نے خوبصورت انداز و الفاظ کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے۔

ے نبیؐ کی پاک سیرت کے مطابق جو طریقہ ہے
وہ دنیا اور دین میں کامیابی کا وثیقہ ہے

ے کب آپؐ کے قول اور عمل میں ہے کوئی فرق
دنیا کے لئے آپ کا کردار ہے شفاف

اطہر نفیس غزل گو شاعر کی حیثیت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ تاہم انہوں نے نعتیہ شاعری کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ درود و سلام کے علاوہ انہوں نے نعت میں نظم آزاد کا اسلوب برتنے کی سعی کی ہے۔

ے سلام اس پر ....
جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتدا ہے
جو سب زمانوں کی انتہا ہے

ے سلام اس پر ....
جو راہِ حق میں بُلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملا رہا ہے کہ رہنما ہے

اردو کی نعتیہ شاعری کے معروف شاعر حفیظ تائب نے ''نعت گوئی'' کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ اردو اور پنجابی کے متعدد مجموعوں مثلاً ''صلّو علیہ وآلہ'' ، ''سک متراں دی'' پنجابی نعت، اردو کے نعت گو شعراء کا تذکرہ اور سلّمو تسلیما (اردو نعت) وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری نعت گوئی کی بنیادی لوازمات سے عبارت ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے بقول:

''حفیظ تائب کا مجموعۂ نعت (صلّو علیہ وآلہ) دو لحاظ سے

اہمیت رکھتا ہے۔ایک تو اس اعتبار سے کہ اس میں اردو کی
نعتیہ شاعری عام روایت سے ہٹ کر رسول مقبولؐ سے عقیدت
و محبت کا اظہار کیا ہے۔مجموعہ کی دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ یہ
اشعار تائب کے نزدیک محض ثواب کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ
انہوں نے جو کچھ کہا ہے،اُسے تخلیقی سطح پر محسوس کیا ہے۔یہ کلام
اُن اعلیٰ لحات کی روداد ہے جو کسی بھی بڑے شاعر کے لئے
سرمایۂ افتخار ہوسکتی ہے۔'' (۳۱)

ان کی نعت گوئی مقصدی پہلو لئے ہوئے ہے۔عصرِ حاضر میں نعت کی ترقی و
ترویج میں ان کی مساعی جمیلہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

؎ رحمت حق سایۂ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہر پیغمبرؐ دیکھنا اور سوچنا
اس کے ہوتے کس اُجالے کی ہے دنیا کو تلاش
سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا

؎ عیاں ہیں دن کی طرح سب صفاتِ ختمِ رُسل
کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ ختمِ رُسل

؎ لب کھلے جب نبیؐ کی مدحت میں
پھول کھلنے لگے طبیعت میں
کیا طلب اور اب کروں حق سے
نعت خیرالوریٰ ہے قسمت میں

نعت گو شاعر کی حیثیت سے حفیظ تائب کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے جناب عطاالحق قاسمی لکھتے ہیں:

''تائب صاحب کے بارے میں یہ خیال غلط ہے کہ وہ نعت کہتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ نعت نہیں کہتے، نعت میں زندہ رہتے ہیں۔'' (۳۲)

''سلسلہ انوار کا'' خاطر غزنوی کی مدحت گزاری کی مخلصانہ کوشش کا آئینہ دار مجموعۂ نعت ہے، جس میں نعت کو والہانہ کیفیت میں کہنے کا انداز نمایاں ہے۔ نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے۔ ؎

؎ آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چُن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبدِ خضریٰ کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسمِ دل پر چھائیں بہاریں نعت کہیں

؎ تاریک جو راہیں تھیں وہ چمکا دی نگہ سے
انوارِ بہاراں بھرے ظلماتِ خزاں میں
آنسو مرے محرومِ تپش ہیں مرے آقا
بھر دیجئے اِک سوز میری آہ و فغاں میں

محسن احسان کی پہچان غزل گوئی ہے۔ تاہم ''اجمل واکمل'' کے نام سے اپنے نعتیہ مجموعے میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کو موضوع بناتے ہوئے انہوں نے خوبصورت مجموعہ شائع کرایا۔ نمونۂ کلام ملاحظہ کیجئے۔

ؔ محمدؐ مصطفیٰؐ کی یاد دل سے کم نہیں ہوتی
یہ وہ سورج ہے جس کی روشنی مدھم نہیں ہوتی

ؔ صبر بھی، ضبط بھی، احساس بھی، رواداری بھی
کس نے دنیا کو دیا درسِ اخوت ایسا

ؔ ایک سجدے میں ہے پنہاں کیف رازِ زندگی
یہ سبق دے کر شناسائے خدا اُسؐ نے کیا

حضور نبی کریم ﷺ سے کچھ مانگنا، طلب کرنا، اکثر شعراء کا وطیرہ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کسی سے مانگنا قطعاً جائز نہیں، اس سلسلے میں درج ذیل اشعار بطورِ نمونہ درج کئے جاتے ہیں، جن میں غیر اسلامی اور غیر شرعی اندازِ فکر نمایاں ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ حدیثِ پاک بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ (ترجمہ) چاہیے کہ تم میں ہر ایک اپنی حاجت خدا ہی سے مانگے، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی، جب ٹوٹ جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر آسانی نہ فرما دیں تو جوتے کا تسمہ میسر نہیں آ سکتا۔ (۳۳)

ہر قسم کے حوادث و مصائب میں کام بنانے والا وہی اللہ رب العزت ہے۔ اس لئے اُسی کی طرف رجوع کرنا ایک مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔ ؔ

تیرے ہی سامنے پھیلا ہے مِرا دستِ سوال
کہ تُو ہی تو مِرا سرچشمۂ سخاوت ہے (۳۴)

یہی کمائی مری عمرِ برقِ پا کی ہے
خدا کے بعد محمدؐ سے التجا کی ہے(۳۵)

حضرت مولانا تقی عثمانی کے بقول:

''اگر حقیقتاً مانگنا مقصود نہ ہو بلکہ مقصود محض اپنے عجز و بے بسی، ذوق وشوق اور محبت کا اظہار ہو جیسے شاعر کبھی بادِ صبا وغیرہ، نا قابل اعانت چیزوں سے بھی شعر میں استعانت کرتا ہے اور خطاب سے بھی اس قسم کا تخیّلی خطاب مقصود ہو اور جس سے خطاب کیا جائے، اس کے قادر علی السماع، مشکل کشا یا فریاد رس ہونے کا عقیدہ نہ ہو تو اس طریقہ پر اس قسم کے خطاب و استغاثہ پر مشتمل اشعار کے پڑھنے، سُننے میں فی نفسہٖ کوئی حرج نہیں، تاہم چونکہ ایسے اشعار سے فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے عوام کے مجامع میں ان کا پڑھنا بہر حال ممنوع ہے۔''
(کذا فی فتاوی عثمانی، ۱/۶۳ وامداد الفتاوی ۵/۳۸۰)

معروف نعت گو شاعر مظفر وارثی کئی نعتیہ مجموعوں مثلاً ''بابِ حرم''، ''نورِ ازل''، ''کعبۂ عشق''، ''دل سے درِ نبیؐ تک'' اور ''میرے اچھے رسولؐ'' کے خالق ہیں۔ اس کے علاوہ ایک سو ایک خوبصورت نعتوں کا مجموعہ ''اُمی لقبی'' کے نام سے بھی چھپ چکا ہے۔ انہوں نے نعت گوئی کی روایات میں متعدد نئے تجربے ہیئت اور اسلوب کے حوالے سے کئے ہیں۔ مترنم بحریں، اور خوبصورت لفظیات ان کی نعت گوئی کی ایک اور انفرادی خصوصیت قرار دی جا سکتی ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ے میں محمدؐ سے جو منسوب ہوا، خوب ہوا
ان کا دیوانہ و مجذوب ہوا، خوب ہوا
منفرد میری غزل، نعت اچھوتی میری
جو مظفر میرا اسلوب ہوا، خوب ہوا

آدمی کو کھلنے لگا آدمی
ہو گیا جب سے اوجھل زمانہ ترا
ہر اندھیرے کا زیور تری روشنی
پھول تیرا سخن، پھل زمانہ ترا

تو امیرِ حرم
میں فقیرِ عجم
تیرے گُن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب ،تو عطا ہی عطا
تُو کُجا من کُجا

مظفر وارثی کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

لگی ہے بھیڑ اُس کے گرد یہ کیسی فرشتوں کی
یہ کس کا نام لے کر مظفر رقص کرتا ہے (۳۶)

نعت اور رقص دو متضاد چیزیں ہیں۔ رقص ایک غیر شرعی فعل ہے جس کے ذکر سے نعت کا حُسن دھندلا دکھائی دیتا ہے۔ مظفر وارثی کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے۔ ے

کیا ڈروں بے وزنی اعمال سے
یا محمدؐ جب سلامت آپؐ ہیں (۳۷)

میرے خیال میں یہ خوش فہمی مناسب نہیں۔ سب لوگ اپنے اپنے اعمال سے بخش دیئے جائیں گے۔ ویسے بھی یہ شعر بے عملی کی طرف رہنمائی کا سبب بن سکتا ہے، جس سے ''لَیْسَ لِلْ اِنْسَانِ اِلاَّ مَا سَعیٰ'' کی بھی نفی ہوتی ہے۔

اندھی عقیدت اور خوش فہمی پر مبنی کسی گمنام شاعر کا یہ شعر بھی قابلِ توجہ ہے:

دوزخ میں، میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسولِ پاکؐ سے دیکھا نہ جائے گا

عزیز لکھنوی نے قصیدہ کی ہیئت میں نعتیہ مضامین کو استعمال کیا ہے۔ ''صحیفہ وِلا'' کے نام سے نعتیہ مجموعہ چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ قطعات اور رباعیات کی صورت میں بھی نعتیں لکھیں۔ نمونہ کلام حسبِ ذیل ہے:

؎ یہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ سے ہے ظاہر
کہ تھی منظورِ حق کس درجہ ان کی عزت افزائی

؎ ہوا کرتی تھیں باتیں راز کی پردے ہی پردے میں
خدا تھا ان کا شیدا اور خدا کے تھے وہ شیدائی

مرزا عزیز لکھنوی کے حسب ذیل اشعار میں خالق ومخلوق کے فرق کو مٹانے اور مخلوق کو خالق پر فوقیت اور ترجیح دینے کا احساس اور عقیدہ کارفرما نظر آتا ہے۔ نیز آپؐ کے مقام رسالت یا بشریّت میں کسی دوسرے کو آپؐ کا مثل قرار دینا حضورؐ

نبی کریمؐ کی شان اقدس کے خلاف بلکہ حد درجہ بے ادبی وگستاخی کے مترادف ہے۔

حیدر کو پیمبروں کا سرتاج کیا
جز اپنے کسی کا بھی محتاج نہ کیا (۳۸)

پیدا نہ ہوتا گر علیؑ سا بندہ
مشکل تھا کہ ہم خدا کے قائل ہوتے (۳۹)

قمر یزدانی نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے بہت کچھ لکھا۔ جس کا ثبوت آپ کی نعتیہ تخلیقات ''بادۂ عرفان''، ''خمخانۂ محمدؐ''، ''ساغرِ کوثر''، ''جلوۂ معراج''، ''ارمغانِ محبت''، اور ''معجزاتِ خاتم المرسلین'' ہیں۔ یہ تخلیقات ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔

بشر کو تُو نے نوازا ہے آدمیت سے
تیرا پیامِ محبت ہے عظمتوں کا کفیل

خُلق و خلوص، علم و حیا، عفو و درگذر
مجموعۂ صفات محمدؐ کی ذات ہے

''وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ'' کے شاعر راجہ رشید محمود نے خود کو نعتِ رسولؐ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ ماہنامہ ''نعت'' لاہور کے مُدیر ہونے کے ناطے آپ نے نعتیہ شاعری کو فروغ دینے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ ماہنامہ ''نعت'' ۱۹۸۸ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ ان کا مجموعۂ نعت ''وَ

رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ذہن میں دشتِ مدینہ کا تصور آیا
پھول الفت کے مری شاخِ نظر پر چمکے
ذکر ان کا ہے تو ہر لب کا مقدر بن جائے
یاد ان کی ہے تو سینے میں اُتر کر چمکے

اگر کسی کی محبت خدا نصیب کرے
مجھے نبیؐ کی محبت خدا نصیب کرے
کرے جو ہم کو مقامِ رسولؐ سے آگاہ
اُس آگہی کی محبت خدا نصیب کرے

حمید صدیقی، ''زائرِ حرم'' اور ''شاعرِ حرم'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ ''گلبانگِ حرم'' نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی نعت حضور اکرم ﷺ کے شمائل و اوصاف کے ذکر سے زیادہ، آپؐ کی ذات بابرکت سے محبت و شیفتگی کے جذبات کے اظہار پر مشتمل ہے۔لکھنوی ہونے کے باوجود آپ کی زبان سادہ اور تکلفات و تصنعات سے یکسر عاری ہے۔نعتیہ اشعار نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں:

کس کی تجلیاں ہیں تصور میں جلوہ گر
آئینہ بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھئے

حمید اب کچھ نہیں ہے یاد مجھ کو
نبیؐ کا تذکرہ ہے اور میں ہوں

صبا متھراوی (اصل نام رفیع احمد) قادر الکلام اور منجھے ہوئے شاعر ہیں۔

''دربارِ رسالت میں'' کے عنوان سے نعتیہ کلام چھپ چکا ہے۔ نعت نگاری کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہوئے کہتے ہیں:

ے اے مہر و ماہ آؤ، اپنے چراغ لاؤ
اک قلب با صفا کی، میں نعت لکھ رہا ہوں
ہر دورِ نو کو دعوت، ہر عصر نو کو مژدہ
اک روحِ ارتقاء کی میں نعت لکھ رہا ہوں

ے میری آرزو محمدؐ، میری آبرو محمدؐ
میری گفتگو محمدؐ، میری جستجو محمدؐ

اعظم چشتی اس عہد کے ایک معروف نعت گو ہیں۔ ریڈیو اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے انہیں خوب شہرت ملی۔ ''غذائے روح'' اور ''نیّرِ اعظم'' کے ناموں سے دو شعری مجموعے چھپ چکے ہیں۔ عوام الناس میں نعت گو شاعر کے مقابلے میں نعت خوان کے حوالے سے انہیں شہرت حاصل ہے تاہم ان کے کلام میں ایک اچھے نعت گو شاعر کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ے ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے
تُو چاہے تو ہر شب ہو مثالِ شبِ اسریٰ
تیرے لئے دو چار قدم عرشِ بریں ہے
دل گریہ کناں اور نظر سوئے مدینہ
اعظم ترا اندازِ طلب کتنا حسیں ہے

البتہ اعظم چشتی کی نعت کا یہ شعر قابل توجہ ہے۔ ؎

انسانیت کو بخشی وہ توقیر آپؐ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں (۴۰)

حضور نبی کریم ﷺ نے تمام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی میں دیا۔ پھر اللہ کی عظمت کا اقرار کرنے والا کیونکر خود کو خدا سمجھنے لگتا ہے؟ یہ تصوّر ''بندہ'' اور ''بندگی'' کے عقیدے سے نہ صرف یکسر خلاف، بلکہ خلافِ شریعت بھی ہے۔ حکمت اور فلسفے کے حوالے سے بھی غور کیا جائے تو علم فلسفہ میں اس کا مطلب انسان کی وہ آزادی ہے جس میں یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ اللہ میاں نے انسان کو دو بنیادی صفات یا خصوصیات یعنی سوجھ بوجھ، عقل فہم اور آزادی کی نعمت سے نوازا ہے ماہرین علم فلسفہ کا کہنا ہے کہ ذہین اور سمجھ دار لوگوں کو شیطانی اور رحمانی صفات میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے خود کو اچھا یا برا ثابت کرنا پڑتا ہے اس حوالے سے بھی یہ شعر نبیؐ کی خلافت یا وراثت کے لئے مطلوبہ تعلیمات کے برعکس مفہوم کی غمازی کرتا ہے۔

اعظم چشتی کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

آ گئی سامنے آنکھوں کے خدا کی صورت
آئے سرکارؐ جو اللہ کی برہان بن کر (۴۱)

خدا کی صورت تو صرف اس کو یاد آ سکتی ہے جس نے خدا کو دیکھا ہو۔ بن دیکھے خدا کی صورت کا آنکھوں کے سامنے آنا نہ صرف حقائق کے برعکس ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔

اردو نعت گوئی کے ارتقائی سفر، از ۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۷ء کے اس جائزے میں، مذکورہ معروف نعت گو شعراء کے علاوہ چند ایسے نعتیہ مجموعے بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے، جن میں چند مجموعے کوشش کے باوجود ہاتھ نہیں آسکے۔ ذیل میں صرف شعرائے کرام اور اُن کے نعتیہ مجموعوں کے نام دیئے جارہے ہیں۔ یہ فہرست نعتیہ شاعری کے موضوع پر چھپنے والے مختلف رسائل و جرائد اور مستند کُتب، جن میں اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)، اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید)، اردو زبان میں نعتیہ کلام (حفیظ تائب) مجلّہ ''نقوش'' لاہور (جلد دس) مجریہ ۱۹۸۴ء۔ پاکستان میں نعت، از راجہ رشید محمود ۱۹۹۴ء، ''نعت رنگ'' کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ ۲۰۰۴ء، از پروفیسر شفقت رضوی اور بیسویں صدی کے رسولؐ نمبر ۱۹۹۹ء، از پروفیسر محمد اقبال جاوید کی کتابوں اور مقالوں سے تیار کی گئی ہے۔

(۱)	آغا صادق	شاخِ طوبیٰ	سن اشاعت ۱۹۵۳ء
(۲)	وفا ڈبائیوی	نقشِ وفا	سن اشاعت ۱۹۵۸ء
(۳)	صابر براری	فردوسِ عقیدت	سن اشاعت ۱۹۵۷ء
(۴)	عنایت اللہ خان عنایت	والیٔ بطحا	سن اشاعت ۱۹۵۹ء
(۵)	سکندر لکھنوی	تسکینِ روح	سن اشاعت ۱۹۶۱ء
(۶)	اسماعیل ذبیح	نالۂ ذبیح	سن اشاعت ۱۹۶۵ء
(۷)	آثم نظامی	صہبائے مدینہ	سن اشاعت ۱۹۶۵ء
(۸)	رعنا اکبرآبادی	تسبیحِ رعنا	سن اشاعت ۱۹۶۹ء

(۹) اختر الحامدی نعت محل سن اشاعت ۱۹۷۰ء

(۱۰) غافل کرنالی قندیلِ حرم سن اشاعت ۱۹۷۲ء

(۱۱) اختر الحامدی انوارِ عقیدت سن اشاعت ۱۹۷۲ء

(۱۲) آغا صادق چشمۂ کوثر سن اشاعت ۱۹۷۳ء

(۱۳) اعجاز رحمانی اعجازِ مصطفیٰؐ سن اشاعت ۱۹۷۳ء

(۱۴) عبدالرحمان عاجز جامِ طہور سن اشاعت ۱۹۷۵ء

(۱۵) ادیب رائے پوری اُس قدم کے نشاں سن اشاعت ۱۹۷۶ء

(۱۶) مرتضٰی خاور جمالِ مدینہ سن اشاعت ۱۹۷۷ء

(۱۷) صائم چشتی روحِ کائنات سن اشاعت ۱۹۷۷ء

ادیب رائے پوری کا یہ ایک شعر توجہ کے قابل ہے۔

؎ نبیؐ کے قدموں میں جس دم غلام کا سر ہو
قضا سے کہنا کہ اک لمحہ بھی قضا نہ کرے (۴۲)

؎ نقشِ قدمِ پاک پہ سجدوں کی بدولت
انوار سے معمور جبیں لے کے چلا ہوں (۴۳)

؎ فروغ اتنا ملا ہے سر رگڑ کر آپؐ کے در پر
جبینِ ماہ پر اب تک ہے دھبہ جُبہ سائی کا (۴۴)

حضرت عائشہؓ سے نبی ﷺ کا ایک معجزہ مروی ہے کہ حضورؐ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپؐ کو اللہ کے حکم

سے (بطور معجزہ) سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کو درخت اور جانور سجدہ کرتے ہیں، ہم تو زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''اپنے پرودگار کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی (فقط) تعظیم کرو، اگر میں کسی کو اجازت دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے'' (مشکوٰۃ شریف باب عشرۃ النساء)

نبی کریم ﷺ کے حضور ''تعظیمی سجدوں'' کی ممانعت کو کس خوبصورتی سے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے یوں بیان کیا ہے۔

فرمان حق کا ہے تجھے سجدہ روا نہیں
ہر چند بار بار خمیدہ جبیں کہے (۴۵)

''میانِ دو کریم'' کے خالق ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی نے بھی عمدہ بات یو ل کہی ہے۔ ؎

فقط خدا ہی کے آگے میں سر جھکاتا ہوں
حضورؐ ہی سے ملی ہے یہ آگہی مجھ کو (۴۶)

مولانا الطاف حسین حالیؔ، علامہ اقبال اور اقبال سہیل نے اپنی شاعری میں قومی و ملی موضوعات و مسائل پر جو بھرپور توجہ دی تھی، اس سے اردو کی نعتیہ شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکی۔ ان شعراء نے اسلاف کے کارناموں اور حضورؐ کی پاکیزہ سیرت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیرتِ رسولؐ کی عظمت کو جس ولولہ انگیز طریقے سے بیان کرنے کا سلیقہ اور گر اختیار کیا اور شاعری میں جس جذبے، خلوص اور صداقت کے جذبات پر زور دیا، وہی انداز اردو نعتیہ شاعری کے

فروغ کا سبب بھی بنا۔

مولانا حاؔلی، علامہ اقبال اور اقبال سہیل تو قیامِ پاکستان (۱۹۴۷ء) سے قبل ہی داغِ مفارقت دے گئے تاہم ان کے اصلاحی مشن کو جاری رکھنے اور نعتیہ شاعری کو رسمی اور روایتی بندھنوں سے نکالنے میں مولانا ظفر علی خان اور حفیظ جالندھری کی کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔ ان شعراء نے نعت کے فروغ وارتقاء میں ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ نعتیہ شاعری کو افراط وتفریط سے پاک رکھنے کا احساس بھی ہونے لگا اور فکر وفن کے اعتبار سے بھی اردو نعتیہ شاعری کو وسعت ملنے لگی۔ نعت کے اسالیب میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اس تیس سالہ عہد میں (۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۷ء) کم وبیش ایک سو بیس نعتیہ مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے، جس سے نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس عہد میں نعتیہ شاعری کے ''انتخاب'' بھی کثرت سے شائع ہونے لگے۔

اردو کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر طلحہ برق رضوی، ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر اعجاز حسین، ڈاکٹر عاصی کرنالی، محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، سیّد امجد الطاف، راجہ رشید محمود، ممتاز حسن اور عزیز احسن جیسے مستند نقادوں اور ثقہ سکالروں کے تنقیدی مضامین اور مقالے شائع ہوئے۔ کئی تعلیمی اداروں مثلاً شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی نے ''صریر خامہ'' کے نام سے ۱۹۷۶ء میں ''نعت نمبر'' شائع کیا۔ گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے مجلّہ ''اوج'' نے

۹۳ ۔۱۹۹۲ء

میں نعت نمبر شائع کیا۔ گورنمنٹ کالج جھنگ کے علمی مجلّے ''کارواں'' کا نعت رسولؐ نمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ کئی ماہناموں مثلاً نقوش لاہور، فنون لاہور، محدث لاہور، سیر وسفر ملتان، حمد و نعت کراچی، ماہنامہ محبوب لاہور، ماہنامہ نعت لاہور، ماہنامہ شام وسحر لاہور، نوائے نعت کراچی، فکر ونظر اسلام آباد، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، سیّارہ ڈائجسٹ لاہور، ماہنامہ اظہار کراچی، ماہنامہ الوارث کراچی، ماہنامہ نور وظہور قصور، ماہنامہ نعت رنگ کراچی، ماہنامہ تحریریں لاہور، ماہنامہ الرّشید لاہور اور سیّارہ ڈائجسٹ لاہور نے (رسولِؐ مقبول اور نعت) نمبر شائع کرائے۔

متعدد نامی گرامی شعراء مثلاً علامہ ضیاء القادری، ماہرالقادری، راجہ محمد عبداللہ نیاز، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، راجہ رشید محمود، اور مظفر وارثی نے نعت کو باقاعدہ صنف سخن کے طور پر اپنایا۔ بعض معروف شعراء مثلاً اکبر آلہ آبادی، حسرت موہانی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، مولانا محمد علی جوہر، شاد عظیم آبادی، آسی غازی پوری، سہیل غازی پوری، انور مسعود، عبدالرب نشتر، بقا نظامی، انصارالحق قریشی، نیاز فتح پوری، صدیق فتح پوری، بے چین رجپوری، جمیل عظیم آبادی، فضل احمد کریم فضلی، عبدالباری آسی، سائل دہلوی، آرزو لکھنوی، اصغر گونڈوی، اختر حیدرآبادی، سیّد سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد، جگر مراد آبادی، ساغر نظامی، شاعر لکھنوی، سراج الدین ظفر وغیرہ کی نعتیہ کاوشیں اس پر مستزاد ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد نعت کے فروغ و امکانات کے حوالے سے جناب حفیظ تائب کی یہ وقیع رائے اس موضوع پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہوگی:

''قیام پاکستان کے بعد اردو نعت نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اسلام کے نام پر آنے والی اس نظریاتی مملکت میں ذکرِ رسولؐ کا چرچا قدرتی اور فطرتی امر ہے۔ نعت میں اس انقلاب کی بازگشت صاف سنائی دینے لگی ہے جسے برپا کرنے کے لئے حضورؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت کا موضوع بنا ہے جس سے اُمتِ مُسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ حضورؐ کے منشورِ حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمویا جا رہا ہے۔ یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر، عہدِ حاضر کا سب سے مقبول اور محبوب موضوعِ سخن ٹھہری اور ''وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ'' کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچا ہے۔'' (۴۷)

نعت کی صنف کو مقبول بنانے اور اسے بامِ عروج پر پہنچانے میں خواتین شاعرات جن میں شہزادی کیفی، شرف النساء، شمیم جالندھری، جمال النساء سلمٰی (زوجہ امجد حیدرآبادی)، سیّدہ سردار بیگم، نواب اختر محل، امینہ ہارون شیروانی، تہنیت النساء بیگم، رسول جہاں بیگم، عزیز جہاں، رابعہ پنہاں، خورشید آراء بیگم، سعیدہ عروج مظہر، خیرالنساء ''بہتر''، سلمٰی حیدرآبادی، زاہدہ خاتون نزہت، آمنہ خاتون عفت، زینت بی بی محبوب، نورجہاں بیگم، نوشابہ خاتون، ادا جعفری، پروین شاکر، صائمہ خیری، نورین طلعت عروبہ، ناہید قاسمی، وحیدہ

نسیم، اور نجم منور علی وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں، بھی پیچھے نہیں رہیں۔ چند خواتین شاعرات کا نمونۂ کلام حسب ذیل ہے۔ سیدہ سردار بیگم کی نعتوں کا مجموعہ ''صحیفۂ درخشاں'' کے نام سے چھپا، نمونے کا شعر حسب ذیل ہے۔

ے ہجومِ سجدۂ بیتاب آہ! کیا کہیے
پڑی رہوں میں اسی در پہ عمر بھر کے لئے

امینہ ہارون شیروانی:

ے کیسے جاؤں کہ محمدؐ سے زیادہ محبوب
ماں نہیں، باپ نہیں، شوہر و اولاد نہیں

تہنیت النساء بیگم، مشہور محقق اور نقاد ڈاکٹر محی الدین قادری، زور کی اہلیہ ہیں۔ ''ذکر وفکر'' کے عنوان سے نعتیہ مجموعہ سامنے آیا ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

ے ہے تصور میں ہمیشہ اب سراپائے نبیؐ
ہم سراپا اِک گلستاں بن گئے ہیں آج کل

خیر النساء بہتر کا نمونۂ کلام ملاحظہ کیجئے:

ے اگر ہو جانا مدینہ، ''بہتر'' کبھی نہ آؤں وہاں سے پھر کر
جیوں وہیں پر، مروں وہیں پر، مجھے وہ قسمت ملے الٰہی

زاہدہ خاتون نزہت:

ے میں اور بارگاہِ رسالت پناہ کی
اے دل کہیں نہ ہو غلطی یہ نگاہ کی

غیر مسلم شعراء کشن پرشاد، دلورام کوثری، مہندر سنگھ بیدی سحر، تلوک چند محروم، پنڈت عرش ملسیانی، جگن ناتھ آزاد، ہری چند اختر، اور لالہ امر چند وغیرہ نے بھی نعت گوئی میں حصہ لیا ہے۔ منشی محمد دین فوق نے بعض ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ''آذانِ بتکدہ'' کے نام سے شائع کیا۔ یہ کام کئی اور مرتبین نے بھی سرانجام دیا ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''سب رس'' کراچی ۸۶-۱۹۸۵ء کے متعدد شماروں میں پروفیسر شفقت رضوی کے مضامین بعنوان ''غیر مسلم شعراء بحضور سرورِ کونین'' مدت تک شائع ہوتے رہے۔ یہ سب عوامل نعت کے فروغ و ارتقاء میں مومدومعاون ثابت ہورہے ہیں۔

حوالہ جات

(۱) رؤف خیر، ''دکن کے رتن اور اربابِ فن'' (تنقیدی مضامین) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۵ء، صفحہ ۱۲۵

(۲) حسانؓ ابن ثابت سے حفیظ تائب تک (منتخب نعتیں) مُرتبہ: سید امتیاز احمد صفحہ ۱۰۶

(۳) ج امجد صفحہ ۱۰۴

(۴) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۸۱

(۵) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۸۰

(۶) پروفیسر ہارون الرشید، اردو ادب اور اسلام (حصہ اوّل) اسلامک پبلیکیشنز لاہور صفحہ ۵۲۳

(۷) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد، فتح پوری، اردو شاعری میں نعت (جلد دوم)، نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۶۵

(۸) ماہر القادری، دیباچہ ذکرِ جمیل، نفیس اکیڈمی دکن، ۱۹۴۴ء صفحات ۱۸، ۱۷

(۹) پروفیسر اقبال عظیم، انتخاب نعت مُرتبہ: مدثر سرور چاند صفحہ ۲۸

(۱۰) پروفیسر سیّد یونس شاہ، تذکرۂ نعت گویان اردو (حصہ دوم)، مکہ بکس لاہور، ۱۹۸۴ء صفحہ ۳۹۳

(۱۱) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، اختلافِ اُمت اور صراط مستقیم، مکتبہ مدینہ، اردو بازار لاہور، صفحہ ۴۸

(۱۲) مطلع فاران صفحہ ۶

(۱۳) ثنائے خواجہ صفحہ ۳۶

(۱۴) کیف مسلسل صفحہ ۱۰۳

(۱۵) مطلع فاران صفحہ ۱۲۵

(۱۶) نعتیں حضورؐ کی، مُرتبہ: یعقوب مختار صفحہ۱۱۹

(۱۷) ایضاً ایضاً

(۱۸) ڈاکٹر خالد عباس الاسدی، دھڑکن دھڑکن صلی علی، صفحہ ۹۱

(۱۹) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، اختلافِ اُمت اور صراط مستقیم، مکتبہ مدینہ، اردو بازار لاہور، صفحہ ۳۸ - ۳۷

(۲۰) ایضاً صفحہ۳۹

(۲۱) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی، جاء الحق، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، صفحہ۱۶۶

(۲۲) ڈاکٹر انور سدید، شاعری کا دیار، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء صفحہ ۲۱۹

(۲۳) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، انتخاب نعت، اردو غزل، نعت اور مثنوی صفحہ۴۴۳

(۲۴) حافظ لدھیانوی، مطلع فاران صفحہ۱۶۰

(۲۵) ایضاً صفحہ۶۰

(۲۶) عاصی کرنالی، مدحت صفحہ ۳۸

(۲۷) عبدالعزیز خالد، ماذ ماذ صفحہ ۸۹

(۲۸) ایضاً صفحہ۱۰۵

(۲۹) ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک، نعتیہ انتخاب ص۵۳

(۳۰) مدثر سرور چاند، نعتیہ انتخاب صفحہ۱۰۱

(۳۱) ڈاکٹر وحید قریشی، فلیپ نعتیہ مجموعہ صلّو علیہ و آلہ از حفیظ تائب، سیرت مشن لاہور،

۱۹۷۸ء

(۳۲) عطاء الحق قاسمی، فلیپ نعتیہ مجموعہ وسلّمو تسلیما از حفیظ تائب، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۹ء

(۳۳) حضرت مولانا سید مفتی مختارالدین صاحب، بحوالہ عقیدہ اور عقیدت صفحہ ۲۳۹

(۳۴) محسن احسان، اجمل واکمل صفحہ ۹۴

(۳۵) ایضاً ۴۶

(۳۶) مظفر وارثی، کعبۂ عشق صفحہ ۳۴

(۳۷) مظفر وارثی، اُمی لقبی ۱۰۱ بہترین نعتیں صفحہ ۱۵۵

(۳۸) سید یونس شاہ، مُرتبہ: تذکرہ نعت گویان اردو صفحہ ۱۹۶

(۳۹) نقوش (رسولؐ نمبر) صفحہ ۶۰۱

(۴۰) اعظم چشتی، نیراعظم صفحہ ۴۱

(۴۱) ایضاً صفحہ ۳۴

(۴۲) ادیب رائے پوری، نقوش (رسولؐ نمبر) جلد ۱۰ صفحہ ۵۱

(۴۳) عبدالعزیز اشرفی، انتخاب نعت، ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صفحہ ۱۴۲

(۴۴) نعت حافظ پیلی بھیتی صفحہ ۵۲

(۴۵) ڈاکٹر آفتاب نقوی، حریم نعت مُرتبہ: رئیس احمد صفحہ ۲۳

(۴۶) ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، میان دوکریم صفحہ ۱۲۹

(۴۷) حفیظ تائب اردو زبان میں نعتیہ کلام مجلّہ ''نقوش'' رسول نمبر، جلد ۱۰ لاہور، ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۸۸

باب پنجم

۱۹۷۷ء تا حال (۲۰۰۷ء)

باب پنجم: ۱۹۷۷ تا حال ۲۰۰۷

گزشتہ بیس پچیس برس کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے تو نعتیہ شاعری میں بتدریج ترقی کا احساس ہوتا ہے۔ ہر اخبار، جریدہ، یہاں تک کہ غزلیہ مجموعے بھی نعت کے بغیر نامکمل نظر آتے ہیں۔ نعتیہ مجموعے جس رفتار سے شائع ہو رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت کی مقبولت روز بروز بڑھ رہی ہے اور ماضی کی طرح رسمی طور پر ایک آدھ نعت لکھنے کا رواج دم توڑ رہا ہے۔ دورِ جدید میں بھرپور نعتیہ مجموعے بڑی تیزی سے چھپ رہے ہیں اور اس میں اضافے کا رجحان بتدریج دکھائی دیتا ہے۔

دورِ حاضر کے شعراء نے نعت کو ایک نیا لہجہ اور نیا رنگ دیا ہے۔ بعض شعراء نے اپنی شاعری کا آغاز نعت ہی سے کیا ہے۔ پُرانے اور معروف نعتیہ شعراء سے قطع نظر، جن شعراء کی نعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں اُن میں ضمیر جعفری، انجم رومانی، ناصر کاظمی، عارف عبدالمتین، آصف ثاقب، سلطان سکون، قمر حجازی، ظفر اقبال، عطاء الحق قاسمی، امجد اسلام امجد، ڈاکٹر تحسین فراقی، عبدالستار نیازی، الطاف قریشی، خالد محمود خالد، جسٹس اے۔آر چنگیز، عبدالرحمان عبد، محمد صابر کوثر، بشیر رحمانی، محمود گیلانی، عمران حسین چودھری، شوکت ہاشمی، سیف زُلفی، فروغ احمد، عبدالرؤف روفی، ارمان اکبر آبادی، خالد عرفان، فرحت عباس، اختر ہوشیار پوری، شکیل بدایونی، راز کاشمیری، محمد اقبال نجمی، محبت خان بنگش، سیّدہ رابعہ نہاں، واصف علی واصف اور سجاد مرزا کے نام قابل ذکر ہیں۔

نعتیہ مجموعے جس تیزی سے شائع ہورہے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا اوردائرۂ تحریر میں لانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جن نعت گو شاعروں کے مجموعے معیاری ہونے کے باوجود بوجوہ شائع نہیں ہوسکے وہ اس پر مستزاد ہیں۔ ایسے چند اہم شاعروں میں محمد اجمل نیازی، اختر سعیدی، اقبال ارشد، ادا جعفری، احسان اکبر، ایوب خاور، امین راحت چغتائی، رشید وارثی، حمایت علی شاعر، شبنم رومانی، غلام محمد قاصر، کلیم عثمانی، محیط اسمٰعیل، بشیر منذر، ناصر زیدی، آفتاب احمد نقوی اور خالد اقبال یاسر وغیرہ شامل ہیں۔ نعتیہ مشاعروں، میلادکی محافل، اور علماء وصوفیاء کی نعت خوانی میں دلچسپی کے سبب بھی نعت گوئی کو زبردست پذیرائی ملی اور بعض شاعروں کے کئی کئی مجموعے اشاعت پذیر ہوئے۔ ہمارے ہاں مختلف اہلِ علم وفن اورنقادوں سے نعتیہ مجموعوں پر ''تبصرے'' کرنے کا رواج بھی عام ہے۔ از راہِ مروّت جب یہ تبصرہ نگار حضرات کسی نعت نگار کی تعریف وتوصیف کرنے لگتے ہیں تو نعت نگار غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک کے بعد دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا مجموعہ شائع کرنے لگتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک طرف غیر معیاری مجموعے کثرت سے سامنے آنے لگتے ہیں تو دوسری طرف غیر اسلامی اور غیر شرعی موضوعات کی بھتات بھی ہونے لگتی ہے۔

جس طرح ادب کی تمام اصناف میں عہد بہ عہد تبدیلیاں عمل میں آتی رہتی ہیں وہاں نعت کہنے اور لکھنے کا بھی ایک خاص شعور پیدا ہوا اور بعض خوبیوں اور خامیوں سمیت، نعت کا ارتقائی سفر زور وشور سے جاری رہا۔ تاہم نقادانِ فن نے اردو کی نعتیہ شاعری کی تنقیدی نقطہ نظر سے، بوجوہ پہلو تہی کی ہے جس کے سبب

آدابِ رسالت کے منافی اظہار کی بے شمار مثالیں بھی سامنے آئیں۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی رقمطراز ہیں:

''جہاں تک نعت کے حوالے سے نقد و نظر کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ایک رائے تو یہ پائی جاتی ہے کہ نعت پر تنقید ہو ہی نہیں سکتی۔ جبکہ دوسرا مکتبِ فکر اسے بہت ضروری خیال کرتا ہے۔ یہ دونوں مکتبہ ہائے فکر خلوص نیت کے حوالے سے سچ کہتے ہیں، لیکن نعت کو نہ صرف تنقید کی ضرورت ہے بلکہ اس سے فروغِ نعت میں نہ صرف کام آگے بڑھے گا بلکہ ایسی نعتیہ منظومات جس میں شرعی حدود کا خیال نہیں رکھا جاتا، کی حوصلہ شکنی ہوتی۔ جبکہ آقا حضور ﷺ کی ذات، جہاں اپنی ذات میں بے مثال ہے تو کیوں نہ اُن کا ذکر زبان و بیان کی تمام تر خوبیوں سے مرصع ہو۔'' (۱)

بیشتر شعراء نعت گوئی کے تقاضوں سے بے خبر ہو کر، غیر اسلامی اور غیر شرعی انداز اپنا کر، شانِ الوہیّت کے استخفاف کے مرتکب ٹھہرے ہیں۔ ایسی شاعری ایمان افروز اور روشن پہلوؤں سے بالکل تہی دکھائی دیتی ہے۔ ان افسوس ناک حالات اور رویّوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب عزیز احسن لکھتے ہیں:

''ستم بالائے ستم یہ کہ ذرائع ابلاغ کی عوام دوستی کے ہاتھوں یہ مقدس ترین صنفِ سخن، اور پامال ہو رہی ہے۔ نیم خواندہ نعت خوانوں اور قوالوں نے نعت کا جو استخفاف کیا ہے وہ ہمارے ذرائع ابلاغ کی نشریات سے ظاہر ہے لیکن جس طرح

اور بہت سے امور پہ جہاد کرنا ممکن نہیں رہا اسی طرح شہر نعت
گویاں میں بھی تا حال مجاہدین کا کوئی لشکر داخل نہیں ہوا۔ میرا
مقصد عوام کے آبگینۂ قلب کو ٹھیس پہنچانا نہیں لیکن کم از کم
اُنہیں ان کی دراز نفسی کا احساس تو دلایا جائے کہ نعت کی
کارگہ شیشہ گری کا کام بڑا نازک ہے۔'' (۲)

اس بات کو تسلیم کئے بنا چارہ نہیں کہ نعت کہنے اور لکھنے کی مقدار میں اضافہ ضرور ہوا ہے لیکن نعت پر تنقید کی جسارت نہ ہونے کے سبب ہر شاعر اپنی سمجھ بوجھ اور ''مسلک'' کے مطابق جو چاہتا ہے، کہتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کے فروغ کے ساتھ ساتھ مُشرکانہ اور مبنی بر بدعت روایات کو بھی خوب فروغ حاصل ہوا جس سے بقول پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم:

''نعتیہ شاعری کا چہرۂ زیبا بُری طرح مسخ ہو گیا ہے۔'' (۳)

چونکہ نعت کے لوازمات میں حضور ﷺ سے عشق و محبت کو اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے، اس لئے اچھی نعت لکھنے میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے دل عشقِ رسولؐ کے جذبات سے حقیقی معنوں میں سرشار ہوں۔ جناب اثر جونپوری کے ''دربارِ نبیؐ سے'' کے موضوع پر یہ اشعار کس قدر حسبِ حال ہیں:

ے
کب عشق میں آ گئے کوئی باتوں سے بڑا ہے
سرکار کا رُتبہ کہیں نعتوں سے بڑا ہے
شعراء کو عزت ملی اشعارِ نبیؐ سے
تم خود ہی کہو اس میں ہے کیا تم کو کوئی شک

سرکار کے رُخسار پہ تھی ریش مبارک
رُخسار ملاؤ ذرا رُخسارِ نبیؐ سے
جو جتنا قریں ہو گیا اطوارِ نبیؐ سے
نزدیک ہوا اُتنا ہی دربارِ نبیؐ سے

عمدہ نعت گوئی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، جناب ایم۔ایچ۔مضطر نے اُن کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

؎ نماز و روزے سے رشتہ نہ ذکر سے پیوند
نہ مجھ میں زُہد و تقویٰ میں کیسے نعت کہوں
نہ چہرے پر کوئی آثارِ سُنتِ نبویؐ
نہ دل میں عشق کا دعویٰ میں کیسے نعت کہوں
زبان و دل میں تناقص تو قول و فعل میں ضد
میں ہوں تضاد سراپا میں کیسے نعت کہوں
نہ شکل و صورتِ مومن نہ سیرتِ مومن
ہو جیسے کوئی مہاشا میں کیسے نعت کہوں
نہ کچھ شعائرِ اسلام کا شعور مجھے
نہ فہمِ اُسوۂ حسنہ، میں کیسے نعت کہوں

اُنہوں نے ایک دوسری نعت کے اس شعر میں نعت لکھنے کے لئے ''بنیادی شرط'' کی نشاندہی یوں کی ہے:

؎ ہر ایک حال میں تقلیدِ اسوۂ حسنہ
شعار اپنا بنا لوں تو میں بھی نعت کہوں

اعجاز رحمانی نے بھی کیا خوب کہا ہے:

ے کتنا شہؑ ابرار کی سیرت پہ عمل ہو
یہ بات ذرا اپنے ہی ایمان سے پوچھو
ے مدحت کا ہے انداز کہ معراج تخیل
عرفان پیمبرؐ دل حسانؓ سے پوچھو

نعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور قابل توجہ عمل عقیدت کے ساتھ ساتھ اسلام پر حکیمانہ نظر اور واقعات و روایات کے بارے میں صحیح علم بھی نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں جناب راجہ رشید محمود کی رائے بھی اہمیت کی حامل ہے، لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک نعت گوئی کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیمات سے کما حقہٗ، آگاہی ضروری ہے ورنہ شاعر کہیں نہ کہیں مار کھا جاتا ہے۔ بعض شعراء نعت کہتے ہوئے حمد اور نعت کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ بعض شعراء حضور محبوب خداوند کریم علیہ التحیۃ و تسلیم کی تعریف میں ایسے الفاظ، تراکیب، تشبیہیں استعمال کر لیتے ہیں جو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقام و مرتبے سے فروتر ہوتی ہیں اور شعروں میں محبوب مجازی نظر آنے لگتا ہے۔ نعت خوانی کی محافل کے لئے کہی جانے والی نعتیں مترنم بحروں میں ہوتی ہیں لیکن مقصد داد وصول کرنا اور جلب منفعت ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں معانی و مفاہیم کے اعتبار سے بھی اور زبان و بیان کے زاویے سے بھی بے

احتیاطیاں دکھائی دیتی ہیں۔'' (۴)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کی تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں''(۵)

اُردو کی نعتیہ شاعری پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو کئی ایسے نعت گو شعراء بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو بجائے شاعر کے نعت خوان کی حیثیت سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں اور نعت خوان حضرات زبان و بیان کی نزاکتوں کا قطعاً کوئی خیال نہیں رکھتے اور بعض اوقات تو ایسے الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جو مقامِ رسالت سے فروتر ہوتے ہیں۔ حالانکہ دوسری اصناف کی نسبت نعت میں قواعدِ فن، زبان و بیان، فصاحت و بلاغت اور سلاست و روانی کا جس قدر زیادہ خیال رکھا جائے گا، نعت میں اتنی ہی زیادہ تاثیر پیدا ہوگی۔ نعت میں اظہارِ عجز کو پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے دیندار اور پرہیز گار لوگ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ دہن کو مشک و گلاب سے دھونے کے بعد بھی آپؐ کا اسمِ گرامی لینا بے ادبی ہے۔ چونکہ آپؐ کے نام لیواؤں اور مدح سراؤں میں نام لکھوانا، ہر مسلمان کی، اور ہر شاعر کی دلی آرزو ہوتی ہے۔ ایسے میں اظہارِ عجز سے بہترین راستہ اختیار کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ جیسے ؎

؎ مرا منہ کیا ہے جو دعویٰ کروں اُس کی محبت کا
خدا جس کا ثنا خواں ہے خدائی جس پر قرباں ہے

(جلیل مانک پوری)

؎ کب تیری ثنا کے قابل ہے حافظ کی زباں، حافظ کا بیاں
جب آپ خدا خود کرتا ہے قرآن میں تری توصیف رقم

(حافظ لدھیانوی)

نعتیہ شاعری کو ادبی سطح پر قابل قبول صنف بنانے میں ابھی بہت کام باقی ہے تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ فروغ نعت کے سلسلے میں جو کوششیں ہوئی ہیں اس کے نتیجے میں ادبی سطح پر اس صنفِ شعر کی خوب پذیرائی ہونے لگی ہے۔ لیکن محسن کاکوروی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، اور ظفر علی خان جیسی شہرت اور بلندی کسی کے حصے میں تا حال نہیں آئی۔ تاہم بعض شعراء مثلاً ماہر القادری، حفیظ جالندھری، ادیب سہارن پوری، بہزاد لکھنوی، علامہ ضیاء القادری، محشر رسول نگری، اثر صہبائی، صبا متھراوی اور علامہ سیماب اکبر آبادی کے ہاں زبان کی صفائی اور قادر الکلامی کی شان ضرور پائی جاتی ہے۔ اس تحقیقی مقالے کے چوتھے باب میں بیشتر معروف شعراء اور ان کے نمونۂ کلام کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ یہاں صرف ان شعرائے کرام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو بوجوہ پہلے نہیں ہو سکا۔ مشہور نعت گو شاعر صابر براری کے متعدد مجموعے مثلاً ''فردوس عقیدت''، ''آمنہ کا لال'' اور ''جامِ طہور'' وغیرہ منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ ذراتِ کفِ پا سے بنے اختر و انجم
روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی

؎ مہک پھیلی ہوئی ہے دو جہاں میں
قصیدہ پڑھ رہا ہوں شاہِ دیں کا

''تسبیح رعنا'' کے شاعر رعنا اکبرآبادی کا اسلوب روایت سے پیوستہ ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

بڑھایا اور بھی سوزِ محبت شانِ ہجرت نے
جہاں روشن ہوئی یہ شمع پروانے وہیں آئے

رسول اللہ کا عرفان ہے عرفانِ خدا رعنا
اگر ایماں نہ ہو ان پر خدا کا کیا یقیں آئے

جن شعراء کو متخصصین نعت میں شامل کیا جا سکتا ہے ان میں حفیظ تائب سرِفہرست ہیں۔ اُنہوں نے نہ صرف نعت گوئی کے تقاضوں کو سمجھا ہے بلکہ نعتیہ شاعری کو ایک دلکش اسلوب دینے میں بھی ان کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں ان کا مجموعہ نعت ''صلی اللہ علیہ وآلہٖ'' سامنے آیا جبکہ ۱۹۹۰ء میں دوسرا مجموعہ ''وَسَلّمو تسلیما'' کے نام سے شائع ہوا۔ احمد ندیم قاسمی رقمطراز ہیں:

''یہ دور اردو زبان میں نعت گوئی کا دورِ روشن ہے اور اس دورِ روشن کے آفتاب بلاشبہ حفیظ تائب ہیں کہ اس شخص نے حضورؐ کی ذات گرامی کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار اتنی گہرائی، اتنی شدت، اتنی تہذیب اور اتنے سلیقے سے کیا ہے کہ ان کی نعت کے الفاظ میں جذبے دھڑکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور نقطے نقطے میں صلی اللہ علیہ وسلم کی گونج سنائی دیتی ہے۔'' (۶)

مسرور کیفی کئی نعتیہ مجموعوں کے خالق ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے ان کے آٹھ مجموعوں کا انتخاب ''سفینۂ نعت'' کے نام سے مُرتّب کیا۔ چھوٹی بحر میں

بیان کی سلاست، اور نئے نئے مضامین کی خوبی اور عمدگی، ان کی شاعری کی خصوصیات ہیں۔نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ اندھیرا ہے آقاؐ ضیا چاہیئے
ہمیں آپؐ کا نقشِ پا چاہیئے

؎ کرتا رہے وہ پیروی سیّد البشرؐ
منصب پہ اپنے اپنے جہاں جو بحال ہے

؎ جب چاہوں مدینے سے بلاوا مجھے آ جائے
اتنا تو خداوند دُعاؤں میں اثر ہو

؎ قدموں میں محمدؐ کے بکھر جاؤں کسی دن
قسمت سے کوئی معجزہ مسرور اگر ہو

مسرور کیفی کے حسب ذیل اشعار غیر شرعی عقائد کے آئینہ دار ہیں:

؎ آپؐ تو سنتے ہیں میری ان کہی
آپؐ سے کیا ماجرا کہتا حضورؐ (۷)

شاعر کا اشارہ دل کی چھپی ہوئی بات یا علم غیب کی طرف ہے جو ظاہر ہے سِوائے اللہ کے کسی کو حاصل نہیں حضور نبی کریمؐ سے ان کہی بات سننے کی توقع اور امید غیر اسلامی فعل ہے''عبد'' اور ''معبود'' کے فرق کو ختم کرنے کا احساس اس شعر میں نمایاں ہے:

ے حقیقت میں حمد خدا بھی یہی ہے
محمدؐ کے گُن گاؤ مسرور کیفی (۸)

مسرور کیفی کا حسب ذیل شعر بھی قابل غور ہے:

ے جنہیں لوگ کہتے ہیں نعتیں نبیؐ کی
وہ جنت کی میرے لئے چابیاں ہیں (۹)

اعمال صالح اور اس کے نتیجے میں جنت کے حصول کے لئے کلام پاک اور احادیث پاک میں تعلیمات کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے نعت کہنے کے بدلے جنت کے حصول کو خوش فہمی کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

''پہلی کرن، آخری روشنی''، ''اعجاز مصطفیٰؐ''، ''افکار کی خوشبو'' اور ''چراغِ مدحت'' کے مصنف اعجاز رحمانی کی نعتیہ شاعری سیرت رسولؐ کی خوشبو سے رچی بسی ہے۔نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے:

ے وہ اُجالوں کے ہیں سفیر کہ جو
اتباع رسولؐ کرتے ہیں

ے رہنما ہے آپؐ کا کردار بھی اور ذات بھی
راستے کا راستہ ہے، روشنی کی روشنی

ادیب رائے پوری کا نعتیہ مجموعہ ''تصویر کمال محمدؐ '' کے نام سے چھپ چکا ہے۔نعتیہ محافل میں ان کا کلام خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔صوفی شاعر ستار وارثی کا مجموعہ ''آیۂ رحمت'' کے نام سے متصوفانہ کلام کا آئینہ دار ہے۔خالد

عرفان نے ''الہام'' کے نام سے نعتیہ مجموعہ شائع کروایا۔ سیّد قمر ہاشمی نے ''مرسل آخر'' کے نام سے نظموں کی مختلف صورتوں میں نعتیہ مجموعہ شائع کروایا:

؎ اہلِ طائف نے بہت پھینکے ہیں پتھر آپؐ پر
اہلِ زر مکے کے، لاگو ہو گئے تھے جان کے

؎ آپؐ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال
آپؐ کے اخلاق نے فولاد کو پگھلا دیا

کہنہ مشق شاعر فدا خالدی کا نعتیہ مجموعہ ''م ص'' کے نام سے شائع ہوا۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ عالم انہیں محبوب خدا کہتا ہے
اک آئینہ صدق و صفا کہتا ہے
کیا شانِ محمدؐ ہے کہ اللہ اللہ
جو نام سُنے صلی علیٰ کہتا ہے

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کا نعتیہ مجموعہ ''نسبت'' کے نام سے سامنے آیا۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ روشن ہے مرے خواب کی دنیا مرے آگے
تعبیر بنا گنبدِ خضریٰ مرے آگے
افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے
ہے خواب گہہ شاہِ مدینہؐ مرے آگے

تابش دہلوی کی شاعری زبان کی سلاست، اور بیان کی قدرت کے حوالے

سے مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

؎ محو رہتی ہے فقط ذاتِ رسولؐ
دین و دنیا مصطفیؐ تا مصطفیؐ
سارے عالم کا خدا پروردگار
رحمت عالم سراپا مصطفیؐ

البتہ اُن کا یہ شعر:

؎ اگر بارِ عصیاں ہمارا بہت ہے
محمدؐ کا لیکن سہارا بہت ہے(۱۰)

اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ گناہوں کے بوجھ پر اترانا مناسب نہیں، اس کی بجائے ندامت اور خفت کے انداز اختیار کرنے سے شعر میں لطف پیدا ہو سکتا تھا۔ حفیظ جالندھری کی غزل کے اس شعر میں:

؎ عفو و خطا میں ضد ہو گئی تھی
وہ بھی نہ ہارے، میں بھی نہ ہارا

اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے کی صفت تو بیان ہوئی ہے لیکن شعر میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں بخشش کا وہ لطف کہاں؟ جو داغ دہلوی کے اس شعر میں ہے:

؎ مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تُو نے

معروف نعت خواں محمد علی ظہوری کا کلام، اور ان کی آواز بے مثال شہرت حاصل کر چکی ہے۔ سیدھے سادے انداز میں بات کہتے ہیں۔ ان کے کلام میں

وارفتگی بھی ہے اور گہرائی بھی، نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ دیکھ کر مجھ کو ظہوری اتنا کہتے ہیں طبیب
یہ مریضِ عشق ہے اس کی دوا کوئی نہیں

؎ اور مانگو نہ ظہوری کوئی بس اس کے سوا
اپنے اللہ سے اللہ کا پیارا مانگو

''میان دو کریم'' اور ''فیضان کرم'' کے مصنف ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی نعتوں میں ادبیت اور عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرنے والے شاعر ہیں۔:

؎ خدا کی ذات کا عرفان انہیں کو حاصل ہے
جو لوگ عظمت خیرالوریٰ سمجھتے ہیں
ہمیشہ منزلیں خود چومتی ہیں ان کے قدم
شہہؐ مدینہ کو جو رہنما سمجھتے ہیں

نعت گوئی پر فخر کا یہ انداز ملاحظہ کریں:

؎ عابد ہے ایک وصف یہی مجھ میں کام کا
ہوں نعت گو حضور علیہ السلام کا

حنیف اسعدی نے ''ذکر خیرالانامؐ'' کے ذریعے شاعری میں قدم رکھا۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:

؎ مجال مدح رسالت مآبؐ کس کو ہے؟
شعور مرتبۂ بے حساب کس کو ہے؟

کسی کسی کا مقدر ہے خواب میں دیدار
سو خواب میں بھی نظارے کی تاب کس کو ہے؟

مذکورہ شعراء کے علاوہ ۱۹۷۷ء کے عشرہ ثانی میں نعت گوئی میں مزید شدت پیدا ہوتی ہے اور معروف و مستند شعراء کے شعری مجموعے نعت کی برق رفتاری کا پتہ دیتے ہیں۔ شعراء کی اس فہرست میں قمر انجم کا نذرانۂ عقیدت ''حسنت جمیع خصالہٖ'' قیوم نظر کی کتاب ''نعت مصطفیٰؐ'' بسمل آغائی کا نعتیہ کلام ''سلسلۂ خواب'' عبدالکریم ثمر کی کتاب ''احسن تقویم'' صبا متھراوی کا مدحیہ کلام ''مصدر الہام'' قمر یزدانی کا شعری مرقع ''مہر درخشاں'' اثر زبیری کا مجموعہ مدحت رسولؐ ''سلسبیل'' اور وحیدہ نسیم کا ہدیۂ عقیدت ''نعت و سلام'' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا۔

۱۹۷۷ء کے تیسرے عشرے میں نعت گوئی میں مزید نکھار پیدا ہوا۔ سیّد وحید الحسن ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''ایک زمانہ تھا کہ ہم صرف قوالوں سے نعتیں سنتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ کبھی کبھار غزلوں میں بھی ایک دو نعتیہ اشعار آجاتے تھے تو روح کو سرمدی سُرور مل جاتا تھا۔ پاکستان کا بنیادی نقطۂ نظر اگر چہ اسلام تھا لیکن پہلے بیس پچیس سال تک نعتوں پر کم توجہ رہی۔ ۱۹۷۷ء میں جنرل ضیاء الحق نے ہر اُس شاعر کو نوازا جس نے نعت کہی یا جس کا نعتوں کا دیوان شائع ہوا۔ حکومتی سرپرستی میں ۱۹۷۷ء سے اب تک

(۲۰۰۰ء تک) تقریباً ۷۰۰ نعت کے دیوان شائع ہو چکے ہیں۔'' (۱۱)

چیدہ چیدہ نعتیہ مجموعوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

جعفر بلوچ ''بیعت'' ،سلیم گیلانی ''سیّدنا'' ، اختر ہوشیار پوری ''برگِ سبز'' اور ''مجتبیٰ''، سعید وارثی ''ورثہ'' ، منیر قصوری ''چادرِ رحمت'' ، سرشار صدیقی ''اساس'' ، سہیل غازی پوری ''شہرِ علم'' ، محشر بدایونی ''حرفِ ثنا'' ، نسیم سحر ''یہ جو سلسلے ہیں کلام کے'' ،رفیع الدین ذکی ''ریاض نعت'' ، ریاض تصور ''نورِ مبین'' ، محمد اعظم چشتی ''معراج'' ، محمد الیاس جسٹس ''شانِ دو کریم'' ، پروفیسر ریاض مجید ''اللّٰھم صل علیٰ محمدؐ '' ، صبیح رحمانی ''ماہِ طیبہ'' ''جادۂ رحمت''، نصیر آرزو ''نورِ حرا''، قمر وارثی ''کہف الوریٰ'' ، شوکت ہاشمی ''سارے حرف گلاب'' ، طفیل ہوشیار پوری ''رحمتِ یزداں'' ، سیّد سلمان رضوی ''خیر کثیر'' ، افسر ماہ پوری ''طور سے حرا تک'' ، غوث متھراوی ''بلاوا'' ، ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم ''زمزمۂ درود'' اور ''کاروانِ حرم'' ،حیرت آلہ آبادی ''نورِ بے مثال'' ، آفتاب کریمی ''آنکھ نبی کشکول'' ، ریحانہ تبسم فاضلی ''خطیب الامّ '' ، جاوید اقبال ستار ''رحمت بے کراں'' ، مسرور کیفی ''عکسِ تمنا'' ، علیم ناصری ''طلع البدر علینا '' ، ریاض حسین چودھری ''زرِ معتبر''، ''رزقِ ثنا'' ، خالد محمود ''حُسن ازل'' ، سجاد مرزا ''شوق نیاز'' ، سیّد ابوالخیر کشفی ''مدحت'' ، اقبال حیدر ''الہام'' ، بے چین رام پوری ''کلیات بے چین '' ، خالد

شفیق ''عالم افروز'' ، گوہر ملسیانی ''متاعِ شوق'' اقبال عظیم ''زبورِ حرم'' (کلیات نعت) ، ریاض احمد قادری ''نکہتِ نعت'' ، منیر قصوری ''سوئے مصطفیؐ ''، وقار صدیقی اجمیری ''حرف حرف خوشبو'' ، حکیم اشرف احسن ''عبدہٗ ورسولہٗ'' ، شبنم رومانی ''حرف نسبت''، جاذب قریشی ''لوح جاں'' ، اطہر نفیس ''کہ حق نما ہے'' ، سعید وارثی ''دشتِ طاب'' ، محمد فیروز شاہ ''شفیق آقا'' ، ڈاکٹر تحسین فراقی ''میلا دحضورؐ '' ، محبوب الٰہی عطا ''چرخِ اطلس'' (نعتیہ رُباعیات) ، صہبا اختر ''اقراء'' ، امید فاضلی ''میرے آقا'' ، افضل فقیر ''جانِ جہاں'' ، اختر لکھنوی ''حضورؐ اور سرکارؐ '' ، ظفر اکبر آبادی ''رحمت مآب '' ، صوفی مسعود احمد چشتی ''نبی الحرمین'' ، عزیز الدین خاکی ''نغمات طیبات'' ، سیّد نبی رضا عظیم آبادی ''حرا تا عرش'' ، انوار عزمی ''آدمؑ تا رحمتِ عالمؐ '' ، بشیر حسین ناظم ''جمال جہاں افروز'' ، اور شفیق الدین شارق ''نزول''۔

۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۷ء تک کی دہائی میں جو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ بعض ناموں اور نعتیہ مجموعوں کے شامل نہ ہونے کا امکان قوی ہے جس کی وجہ نعتیہ مجموعوں کی کثرت اور میری دسترس سے ان کا باہر ہونا ہے۔

صبیح رحمانی ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' (نعتیہ انتخاب) ، رحمان خاور ''محرابِ حرم '' ، کوثر بریلوی '' یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ ''.

طاہر سلطانی ''نعت میری زندگی'' ، حفیظ تائب ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' ، لالہ صحرائی ''قصیدہ نعتیہ'' ، یوسف طاہر چشتی ''نقش ہنر'' شوکت ہاشمی ''بہار طیب'' ،

اقبال عظیم ''پیکرِ نور طاہر'' ، وقار اجمیری ''حرف حرف خوشبو'' ، محمد حنیف نازش قادری ''سخن سخن خوشبو'' ، شمیم متھراوی ''نعت کا دریا'' ، بشیر رحمانی ''بشارتیں'' ، علیم النساء ثنا ''نورِ حق'' ، سلیم چشتی ''بساط عجز''

اس دور کے جن شعراء کے ہاں ''غیر اسلامی عناصر'' کی چند مثالیں سامنے آئیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ان نعتیہ اشعار نے اردو نعت کے دامن کو داغ دار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم اور بصیرت سے نواز دے تا کہ ان غیر اسلامی عناصر کا خاتمہ ہو سکے۔ ''شہرِ علم'' کے شاعر سہیل غازی پوری کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

؎ کون ہیں کیا ہیں محمدؐ کچھ پتہ ہم کو نہیں
یوں تو ہم دن رات پڑھتے ہیں سہیل ان کی کتاب (۱۲)

شعر میں کون ہیں؟ کیا ہیں؟ میں استخفاف کا پہلو بھی ہے نیز ان کی کتاب پڑھنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کلام پاک حضورؐ کی کوئی کتاب ہے حالانکہ کلام پاک کی سورہ السّجدہ پارہ ۲۱، آیت ۳ میں واضح طور پر ارشاد ہوتا ہے، ترجمہ ''کیا لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ تمھارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔'' مشرکین مکہ بھی ''قرآن'' کو اللہ کی کتاب ماننے کو تیار نہیں تھے۔ نعت کہتے ہوئے جب کوئی شاعر مشرکین مکہ کے باطل خیالات کی تائید کرنے کا سبب بن رہا ہو تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کچھ کہا جا سکتا ہے؟ ایک دوسرے شعر میں فرماتے ہیں:

؎ مدینے کا سفر مالک فقط اک بار ہو جائے
پھر اس کے بعد چاہے زندگی دشوار ہو جائے (۱۳)

مدینے کے ایک بار کے سفر کی دُعا کو باقی زندگی دشوار ہونے سے مشروط کر دیا گیا ہے حالانکہ بندے کو دُعائیں غیر مشروط مانگنا چاہئیں ویسے بھی مدینے کا سفر اگر انسان کو راہ مستقیم پر لے آئے تو زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے، دشوار نہیں۔ مشروط دُعائیں مانگنے کا یہ انداز اعجاز رحمانی کے ہاں بھی ہے جو اسلامی تعلیمات کا خاصہ نہیں ہے۔

؎ میں صرف دیکھ لوں اِک بار صبح طیبہ کو
بھلا سے پھر میری دُنیا میں شام ہو جائے (۱۴)

سہیل غازی پوری کے مجموعے ''شہرِ علم'' کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

؎ رسولؐ پاک جو لوٹے خدا کی محفل سے
قدم قدم پہ ہوا معجزہ مدینے میں (۱۵)

قدم قدم پہ معجزہ ہونے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ واقعہ مدینے کا ہے حالانکہ ''معراج شریف'' مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ سورۃ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ کی تفسیر میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے ''واقعہ معراج'' پر تفصیلی اظہار خیال فرمایا ہے۔ نعت کو اردو شاعری میں ایک مقدس اسلوب شاعری کا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے اس میں قدم قدم پر احتیاط ضروری ہے۔ بعض نعت گو شعراء جذبات میں آ کر تاریخی صداقتوں اور

حقائق کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً واقعہ معراج شریف ہی کے حوالے سے کسی گمنام شاعر کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

؎ محمدؐ عرش پر بیٹھے ہیں چُپ، خالق یہ کہتا ہے
تمہارا گھر ہے، اپنے گھر میں شرمایا نہیں کرتے

حالانکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عرش پر بیٹھنے کا کوئی لمحہ آیا ہی نہیں ہے۔

محاورات کے غیر محتاط استعمال کی وجہ سے بسا اوقات منفی پہلو اُجاگر ہوتا ہے۔ اس لئے نعتیہ شاعری میں محاورات کے استعمال میں بھی محتاط ہونا ضروری ہے۔ عارف عبدالمتین کہتے ہیں:

؎ تری حدیث ترے رو برو سناؤں تجھےؐ
یہ آرزو ہے کبھی آئینہ دکھاؤں تجھے(۱۶)

آئینہ دکھانا ایسا محاورہ ہے جس کا استعمال منفی انداز میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے محاوروں کے استعمال میں بھی احتیاط ہونا ضروری ہے۔ جمیل عظیم آبادی کا شعر ہے:

؎ ہے وسیلہ آپؐ کا جو سرخ رو ہوں جمیل
ورنہ دورِ ابتلا میں ڈالتا ہے کون گھاس (۱۷)

''گھاس ڈالنا'' شعر وسخن کی زبان نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ایک نعتیہ شعر میں اس کا استعمال کیا جائے۔ اُمید فاضلی کے اس شعر میں:

؎ جنہیں خبر ہے کہ سرکار ادھر سے گزرے ہیں
وہ آسماں کو سر پر اٹھائے پھرتے ہیں(۱۸)

آسمان سر پر اٹھانے سے متعلق محاورے کا استعمال یہاں بے سوچے سمجھے ہوا ہے، جس کا اصل مفہوم سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

''حرا کا چاند'' کے شاعر محمد صابر کوثر لکھتے ہیں:

؎ مصور نے نہ جانے کتنی تصویریں بنا ڈالیں
سمجھ میں جب کہیں جا کر محمدؐ خوش نگار آئے (۱۹)

یہ شعر قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔سورۂ یاسین پارہ ۲۳، آیت ۸۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔ترجمہ ''اُس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اُس کو وہ اُسی وقت ہو جاتا ہے'' یعنی اس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جاؤ، فوراً ہو جاتا ہے۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی، اور ہمارے شاعر رب کی طرف سے تصویریں بنا بنا کر حضورؐ کی تخلیق کا ذکر فرما رہے ہیں لہٰذا یہ شعر نہ صرف قرآنی تعلیمات، بلکہ اللہ کی شان خلاقیت کے بھی خلاف ہے۔ بزم آفندی کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

؎ ایک دن عرش پہ محبوب کو بُلا ہی لیا
ہجر وہ غم کہ خدا سے بھی اٹھایا نہ گیا(۲۰)

اکثر لوگ اس شعر پر واہ واہ بھی کرتے ہونگے لیکن غور کرنے سے اس میں اللہ میاں کی توہین کا پہلو بھی نمایاں ہوگا۔ ایک اور نعت گو شاعر اسماعیل انیس کہتے ہیں:

؎ مشورہ تخلیق عالم کے لئے درکار تھا
کیوں نہ ہوتے عرش پر مہماں چراغ عالمیں (۲۱)

تخلیق عالم کے لئے مشورے کی بات شانِ الوہیّت کے خلاف ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے مشورہ کرنے کے محتاج ہیں۔

فرحت عباس شاہ کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

؎ مرے رسولؐ کا دنیا میں جب ظہور ہوا
خدا کو اپنی ہی تخلیق پر غرور ہوا (۲۲)

اس شعر میں خدا کی ذات کو محدود کرنے والی بات کا تأثر ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے خلاف ہے اسلئے یہاں بھی غیر اسلامی تأثر اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ ''شہپر جبرئیلؑ'' کے شاعر بقا نظامی لکھتے ہیں:

؎ ''انا بشر'' زمانہ تم کو سمجھے ہم نہ سمجھیں گے
بنائے کن فکاں تم، وجہ تخلیق جہاں تم ہو (۲۳)

کلام پاک کی سورہ السجدہ، آیت ٦، پارہ ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ ''اے نبیؐ، ان سے کہو میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعے سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے، لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رُخ کرو اور اس سے معافی چاہو''۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''میں تو ایک انسان ہوں، اُسی کو سمجھا سکتا ہوں جو سمجھنے کے لئے تیار ہو، اُسی کو سُنا سکتا ہوں جو سننے کے لئے تیار ہو اور اسی سے مل سکتا ہوں جو ملنے کے لئے تیار ہو''۔ (۲۴)

''انا بشر'' آیت قرآنی کا ایک جز و ہے لیکن شاعر حضورؐ کے بشر ہونے کی نفی کر رہا ہے۔ عقیدت میں ایسی سرشاری کو، کہ قرآنی آیات کی نفی ہو جائے، کس طرح نعت کا نام دیا جا سکتا ہے؟ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> لا تطرُونی کما اطرتُ انصاریٰ اِبن مریم فاِنّما انا عبدُہ فقولُو عبداللہ و رسولِہ

> ترجمہ: مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کو حد سے بڑھا دیا کہ (اللہ کا بیٹا اور جز قرار دیا) میں (صرف) اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

عقیدت کا یہ والہانہ انداز ملاحظہ کیجیے، جہاں عقیدت کے گلدستے پیش کرنے والے کو ''پٹڑی سے اترنے'' کا خود احساس بھی ہے لیکن جب جذبات اس احساس پر غالب آتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں:

ے
شرک ہے یہ تو شرک قبول
ذکرِ خدا ہے ذکرِ رسولؐ
عقل کی ہر تنقید فضول
عشق کی ہر لغزش ہے اصول
پیشِ نظر ہے شکلِ رسولؐ
دیدے خدایا حشر کو طول (۲۵)

ایسی ہی صورت حال جناب شان الحق، حقی کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔

؎ جھکی جاتی ہے خود سجدے میں گردن
نہ جانے کفر ہے یا کار دیں ہے
کہ دل میں ماسوائے اسمِ محمدؐ
نہیں ہے کچھ نہیں ہے، کچھ نہیں(۲۶)

نعتیہ مجموعے ''بیعت'' کے شاعر جعفر بلوچ کا شعر ملاحظہ کیجیے:

؎ پھر ادا ہوگی قضا ہو کے نماز ہستی
وقت پھر پلٹے گا جب ان کا اشارہ ہوگا(۲۷)

وقت کس کے دسترس میں ہے، اللہ یا رسول کے؟ جوش عقیدت میں اس کا احساس ہی نہیں رہا۔ مولوی عصمت اللہ النخ کا یہ شعر بھی دوسرے انبیاء کی شان میں گستاخی یا توہین کے ذیل میں آتا ہے:

؎ دور سے کمتر وہ سمجھے گا سلیمان کو شہا
تیرے رُتبے سے جو واقف اک ذرا ہو جائے گا(۲۸)

؎ نہ کیوں فخر ہوا عشق پر اپنے مجھ کو
رقیبِ خدا، عاشقِ مصطفےٰؐ ہوں(۲۹)

رقیب خدا ہو کر، حضور نبی کریمؐ سے عشق کا دعویٰ کس طرح درست مانا جا سکتا ہے؟ کیا عشق رسولؐ پر تفاخر کا یہ انداز بارگاہ مصطفوی میں پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ آرزو لکھنوی لکھتے ہیں:

درود اول، سخن ہو آرزو پھر شعر نعتیہ
زباں دھو ڈال اگر کہنا ہے افسانہ محمدؐ کا (۳۰)

اسی نعت کے قافیوں پروانہ، یارانہ، اور دیوانہ کے وزن پر شعر میں ''افسانہ'' قافیہ استعمال کیا گیا، لیکن خدا لگتی بات یہ ہے کہ سردار دو جہاں کی تاریخ و سیّر بیان کرنے کو ''افسانہ'' کہنا سوئے ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ انصار الحق قریشی لکھتے ہیں:

وہ فرشتہ ہے انساں کے روپ میں
ان کا ہر قول ہر فعل منشور ہے (۳۱)

فرشتوں نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا انسان کو فرشتہ کہنا توقیر نہیں، توہین ہے اور یہاں تو مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

اس شعر میں حضورؐ کے لئے ''فرشتے'' کا استعمال آپؐ کے مقامِ رسالت کا استخفاف ہے۔ حضور نبی کریمؐ کی شان رسالت کا تقاضا ہے کہ الفاظ کے استعمال میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا جائے:

ذکر ان کا ہے ہستی ہستی کتنی عظیم ہے اُن کی ہستی
ہیں وہ ثبوتِ ہستی داور، صلی اللہ علیہ وسلم (۳۲)

ہستی داور کے ثبوت کے لئے صرف آپؐ کی ہستی کو بطور مثال پیش کرنے سے اللہ کی عظمت و کبریائی کو محدود کرنے کا تأثر پایا جاتا ہے۔ حالانکہ ہزاروں لاکھوں مثالیں اور بھی اللہ کی عظمت کی گواہی دے رہی ہیں۔ حضور نبی کریمؐ کو ''عالم الغیب'' سمجھنے کے حوالے سے بھی اردو کی نعتیہ شاعری میں بہت سی مثالیں

ملتی ہیں ۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور اکرمؐ کی ذات اقدس کے شایان شان بہت سے علوم آپؐ کو عطا کئے تھے، اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہونا چاہیے ۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی غیب کی بہت سی خبریں اور باتیں بتا دی تھیں ۔ اب اگر کوئی فاسد العقیدہ شخص آنحضرت ﷺ کو علم محیطِ کُلی (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے) کے معنی میں ''واقفِ سرِ معانی'' کہتا ہے تو یہ بالکل ناجائز وحرام بلکہ شرک ہوگا۔ جہاں لوگوں کے فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہوگا وہاں صحیح العقیدہ کے لئے بھی آپؐ کے حق میں، علمائے حق نے ایسے الفاظ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے۔ آپؐ کے ''عالم الغیب'' ہونے کے حوالے سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

> ''قرآن کریم میں جگہ جگہ ''عالم الغیب'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ آنحضرتؐ سے ''عالم الغیب'' ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ بیسویں پارے کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات الوہیت ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرمایا گیا ہے ۔ ترجمہ ''فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق بھی موجود ہے، ان میں سے کوئی غیب نہیں جانتا اللہ کے سوا، اور ان کو خبر دو کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے؟'' (النحل ۶۵) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص یہ کہے کہ آنحضرتؐ غیب جانتے تھے، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے'' (۳۳)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے ''عالم الغیب'' قرار دینے کو کفر کے مترادف قرار دیا ہے۔ (۳۴)

سورۃ الاعراف پارہ ۸ آیت ۱۸۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اگر میں غیب کا علم رکھتا تو اپنے لئے بہت سے نفع حاصل کرلیتا اور کوئی مضرت میرے اوپر واقع نہ ہوتی میں تو محض ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''

اس آیت کی تفسیر میں شیخ اسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

اس آیت میں کھول کر بتلا دیا گیا ہے کہ اختیار مستقل ''یا علم محیط'' نبوت کے لوازم میں سے نہیں جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے تھے ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہ السلام کے منصب سے متعلق ہے کامل ہونا چاہئے اور تکوینیات کا علم خدا تعالیٰ جس کو جس قدر مناسب جانے عطا فرماتا ہے اس نوع میں ہمارے حضورؐ تمام اولین وآخرین سے فائق ہیں آپؐ کو حق تعالیٰ نے بے شمار علوم ومعارف مرحمت فرمائے جن کا احصار کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔ (۳۵)

اس قدر سخت وعید کے باوجود بیشتر شعراء حضور ﷺ کو عالم الغیب قرار دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند نعتیہ اشعار ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں جس میں اسلامی تعلیمات کی تکذیب ملتی ہے۔ ''سامان بخشش'' کے نام سے نعتیہ مجموعے میں مفتی اعظم ہند نوری دامت فیوضہم ''درود وسلام'' کے عنوان سے

لکھتے ہیں:

؎ سب سے برتر قدرت والے
سب سے زائد حُرمت والے
ہر علت کے تم ہو دافع
ہر مشکل کے تم ہو رافع
صلی اللہ علیک وسلم، صلی اللہ صلی اللہ

صحت والے قوت والے
مالک دوزخ و جنت والے
علم غیب و شہادت والے
اے نورانی طلعت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم(۳۶)

ع۔س۔مسلم لکھتے ہیں:

؎ ان کو رہتی ہے مری ساری خبر
جب مجھے اپنی خبر ہوتی نہیں(۳۷)

ریاض تصور لکھتے ہیں:

؎ محمدؐ واقفِ اسرارِ یزداں
محمدؐ ہی نبوت کے نگیں ہیں(۳۸)

حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

؎ محمدؐ واقفِ سرِ معانی
محمدؐ شارحِ آیاتِ محکم
محمدؐ آشنائے کیفِ ہستی
محمدؐ رازہائے دل کا محرم(۳۹)

علم غیب کا علم صرف اللہ کو ہے اور خلق اور مخلوق کے اسی فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ غیر شرعی خیالات پر مبنی چند اور اشعار ملاحظہ کیجئے:

؎ اے سبز گنبد والے منظور دُعا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا(۴۰)

؎ مانگنے سے پہلے بھی دیتے ہیں
عرض کیا چیز ہے دُعا کیا ہے؟(۴۱)

ایک طرف خدا کی بجائے حضور ﷺ سے مانگنا، اور دوسری طرف مشہور حدیث ''الدُّعَا مُخّ الْعِبَادَة ''(ترمذی شریف) ترجمہ ''دُعا عبادت کا مغز ہے'' کی تکذیب نمایاں ہے۔

جبکہ خود حضور نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور آپؐ کے عقیدت کیش حضورؐ کو اللہ کا ہمسر بنانے میں لگے ہوئے ہیں سورۃ اخلاص پارہ ۳۰ میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ''کہو وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے اور

سب اسی کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی
اولاد، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے''

حضرت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے لفظ ''ہمسر'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

''ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے نہ کبھی تھا نہ کبھی ہوسکتا ہے
جو اللہ کے مانند یا اس کا ہم مرتبہ ہو یا جو اپنی صفات، افعال
اور اختیارات میں اس سے کسی درجہ میں بھی مشابہت رکھتا
ہو'' (۴۲)

اس موقع پر حضرت مولانا مفتی جناب جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کے سفر نامے ''جہانِ دیدہ'' سے حضورؐ کے سفر پر روانگی کے موقع پر، ''رختِ سفر'' کے عنوان سے مانگی ہوئی دعاؤں پر مبنی، ایک اقتباس کا اردو ترجمہ بڑا برمحل ہے آپ لکھتے ہیں:

''مجھے ہمیشہ جس چیز نے بڑی تسکین بخشی دل چاہتا ہے کہ
سفرنامہ شروع کرنے سے پہلے قارئین کو اس کا تحفہ پیش کر دیا
جائے اور وہ ہیں حضور سرور دو عالمؐ کی وہ پاکیزہ اور پُر اثر
دعائیں جو آپ سفر پر روانہ ہوتے وقت فرماتے تھے اور واقعہ
یہ ہے کہ ایک مسافر کی ضروریات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو
ان اثر بھرے الفاظ میں سمٹ نہ آیا ہو، ایک مسافر کی بشری
نفسیات سے آپؐ سے زیادہ کون واقف ہوسکتا تھا چنانچہ آپ

نے ان کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس کا احاطہ ان دعاؤں میں نہ کرلیا ہو۔ دعائیں یہ ہیں ان دعاؤں کی اصل تاثیر اور ان میں چھپے ہوئے معانی کا صحیح ادراک تو انہی عربی الفاظ میں ہوسکتا ہے جو زبان رسالت مآبؐ سے ادا ہوئے اور کون ہے جو ان معانی اور کیفیات کو کسی اور زبان میں منتقل کر سکے تاہم مرکزی مفہوم سمجھنے کے لئے ان کا ترجمہ یہ ہے ''اللہ کے نام سے میں اللہ کا سہارا لیتا ہوں میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ تو ہی میرے سفر کا ساتھی ہے اور تو ہی میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں، میرے مال اور اولاد کا محافظ ہے۔

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقت سے ایسے منظر سے جو غم انگیز ہو اور اس بات سے کہ جب میں اپنے گھر والوں اور مال و اولاد، آپ کے پاس واپس آؤں تو بُری حالت میں آؤں۔

یا اللہ! ہمارے سفر کو آسان بنا دیجئے اور اس کی مسافت کو ہمارے لئے لپیٹ دیجئے۔

اے اللہ! میں تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق مانگتا ہوں اور ایسے عمل کی جس سے تو راضی ہو۔۔۔۔اور جب کسی نئی بستی یا نئے شہر میں قیام کی غرض سے داخل ہوتے تو یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ! میں آپ سے اس بستی کی اس کے باشندوں اور اس میں جو کچھ ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ

مانگتا ہوں۔

قلب ونگاہ اگر مادے کے پار کچھ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوں تو بات دوسری ہے ورنہ ایک مسافر کے لئے اس سے بہتر رخت سفر کیا ہو سکتا ہے؟ (۴۳)

غیر اسلامی تعلیمات پر مبنی کچھ اور اشعار حسب ذیل ہیں:

؎ اب تنگئ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
ہیں آج وہ مائل بہ عطا اور بھی کچھ مانگ

؎ ہر چند کہ آقا نے بھرا ہے تیرا کشکول
کم ظرف نہ بن، ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ (۴۴)

؎ محمدؐ ہر اک کو عطا کرنے والے
اندھیرے اُجالے جدا کرنے والے (۴۵)

شعر کی ذومعنویت سے ابہام پیدا ہو رہا ہے جو وحدت کے عقیدے کو پارہ پارہ کر رہا ہے:

؎ دل کھول کر رسولؐ سے میں نے کئے سوال
ہرگز طلب میں عار نہ پیشِ سخی ہوئی (۴۶)

؎ کیوں جاؤں کہیں اور، مجھے چاہیے جو کچھ
مانگوں گا اُسی ابرِ کرم، بحرِ سخا سے (۴۷)

ہماری ساری ضرورتوں پر کفالتوں پر نظر ہے ان کی
وہ جھولیاں بھر رہے ہیں سب کرم کے موتی لُٹا لُٹا کر (۴۸)

میرا کشکول بھی بھر دیں داتا
آپؐ کے در پہ کھڑا ہوں کب سے (۴۹)

وہ یوں ملتے ہیں جیسے زندگی میں کوئی ملتا ہے
وہ سُنتے ہیں ہر اک کی اور سرِ دربار سُنتے ہیں (۵۰)

کیا خبر مجھ کو بھی مل جائے حضوری کی نوید
ایک چٹھی بھیج رکھی ہے مدینے کی طرف (۵۱)

صد شکر کہ آوازِ کرم آپؐ نے دی ہے
اس اذنِ حضوری سے مری بات بنی ہے (۵۲)

ہے یقیں مجھ کو میرے گھر میں بھی آئیں گے حضور
میں نے یادوں کے دریچوں کو کُھلا رکھا ہے (۵۳)

مولانا عبدالستار نیازی کا ایک اور شعر بھی قابلِ توجہ ہے، فرماتے ہیں:

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سُناتے ہیں (۵۴)

قرآن اللہ کا کلام ہے اور نعت ایک انسان کا، نعت کو قرآن کا ہم پلہ سمجھنا بہت بڑی جسارت ہے۔ امید فاضلی لکھتے ہیں:

عشق سرکارِ دو عالم ہے اگر کفر تو پھر
خود کو کچھ اور نہ کافر کے علاوہ لکھوں (۵۵)

علمی اردو لغت (جامع) از وارث سرہندی کے مطابق ’’کافر وہ شخص جو خدا

کو نہ مانے، انکار کرنے والا، منکر، بد بخت، غضب کا، فتنہ انگیز معشوق، غیر دشمن اور بیگانہ'' بنا بریں خود کو کافر کہنا، وہ بھی نعت لکھتے ہوئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ ویسے بھی اردو شاعری کے معشوق نازنین کی طرح حضورؐ کو یاد کرنا سُوئے ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ اردو شاعری کا محبوب خیالی بھی ہوسکتا ہے جبکہ نعتیہ شاعری کا ''محبوب'' حقیقی ہے اور اس محبوب کی محبت ہر مسلمان شاعر کا جزوِ ایمان ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ کو اُردو شاعری کا روایتی محبوب بنا کر پیش کرنا مناسب نہیں، ممتاز حسن نے لکھا ہے:

''ایک نعت کا شعر ہے

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

اسی طرح کچھ اور گیت ہیں جو اُس عاشقانہ اور جذباتی شاعری کی یاد دلاتے ہیں جو ہندوؤں کے ہاں عام ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھیئے تو اس قسم کے شعر نظر آئیں گے۔

اے دوستو فرقت میں مری مرتے ہو ناحق
اے چارہ گرو فکرِ دوا کرتے ہو ناحق
اچھا نہ کبھی ہوں گا میں بیمارِ نبیؐ ہوں

اور یہ اُس ذاتِ گرامی کے متعلق کہا گیا ہے جو جسم و روح کی بالیدگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے۔''(۵۶)

عربی مقولے کے مطابق فرط محبت میں آدمی آدھا اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض شعراء نعت کہتے اور لکھتے وقت عقیدت کی سرشاری میں بندے کو بندہ ہی رہنے نہیں دیتے اور طرح طرح کے عقیدے گڑھ کے رسالت کو، ربانیت اور شان خداوندی سے ملا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کلام پاک میں اس شدید گمراہی سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے تنبیہات موجود ہیں اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ بھی اسی طرح ایک رسولؐ ہی جیسے آپؐ کے قبل گزر چکے ہیں۔

سورۃ احقاف پارہ ۲۶ آیت ۹ میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں پیغمبروں میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اور میرے ساتھ کیا؟ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا کچھ نہیں ہوں''

سورۃ آل عمران پارہ ۴/۳ آیت نمبر ۱۴۴ میں ارشاد ہے:

''محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں بس ایک رسولؐ ہیں اور ان سے پہلے اور رسولؐ بھی گزر چکے ہیں''

سورۃ رعد پارہ ۱۳ آیت ۳۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور کسی رسولؐ کے بس میں نہیں کہ وہ کوئی بھی نشان لا سکے بجز اللہ کے حکم سے، اور ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا''

اس قدر واضح ہدایات اور تعلیمات کے باوجود، ہماری نعتیہ شاعری افراط وتفریط سے بھری پڑی ہے جو اسلامی تعلیمات سے لاعلمی کی واضح دلیل ہے۔

اردو نعتیہ شاعری میں غیر مسلموں کے کردار اور شاعری کے حوالے سے وافر ذخیرہ پایا جاتا ہے لیکن جیسے مسلمان شعراء جوشِ عقیدت میں احتیاط کا دامن تھامنے میں ناکام رہتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم شعراء بھی بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ سردار بشن سنگھ بیکل کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

؎ گر مسلمانوں کا اک پیغمبرِ اعظم ہے تو
اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے تو (۵۷)

ہندو عقیدے کے مطابق خدا یا دیوتا کا انسانی شکل میں آ کر لوگوں کی اصلاح کرنے والے کو ''اوتار'' کہتے ہیں۔ اسی تناظر میں حضور نبی کریم ﷺ کو ''اوتار'' کا درجہ دینا، حد درجہ بے ادبی اور آپؐ کے مقام و مرتبے کو گھٹانے کے مترادف ہے۔ عقیدت کے اظہار میں ایسی دانستہ یا نادانستہ بے ادبی سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائیں کیونکہ بے شعور جذبہ اظہار و عقیدت کو کسی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد، شاد کہتے ہیں:

؎ شاہِ دین و دُنیا، وزیرِ خدا
ان پہ مبذول لطفِ یزدانی (۵۸)

''وزیرِ خدا'' کی ترکیب حد درجہ نامناسب اور توہین آمیز ہے۔

ریاض حسین چودھری لکھتے ہیں:

؎ صبا ماتھے پہ قشقہ کھینچ دے تیری غلامی کا
بُتانِ عصرِ حاضر کا بھی یہ ارماں ہے آقا (۵۹)

''قشقہ کھینچنے'' سے جس ہندوانہ رسم کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے وہ نعت کے تقدس کو بُری طرح مجروح کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ نعت لکھتے ہوئے ''رقص'' جیسے غیر شرعی فعل کا ذکر نعت کی مقدس فضا کو بری طرح مکدر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ ریاض حسین چودھری لکھتے ہیں:

؎ سجا کر اُس کو پلکوں پر کروں گا رقص گلیوں میں
صبا لائی مدینے سے حضوری کا اگر نامہ (۶۰)

ہم نعت جیسی مقدس صنف کو رقص و سرود کے ساتھ فلموں اور قوالیوں میں گانے کا رونا رو رہے تھے کہ فضل احمد کریم فضلی جیسے بڑے شاعر و ادیب کی نعت کا یہ شعر نظر نواز ہوا:

؎ ہے اگر کائنات ایک رباب
ذاتِ پاکِ حضورؐ ہے مضراب (۶۱)

''رباب'' و ''مضراب'' موسیقی کے آلات ہیں۔ نعت میں مذکورہ نامی گرامی شخصیت سے ان الفاظ کے استعمال کی توقع نہ تھی۔ اس شعر کی جو بھی توجیہہ کی جائے، رباب و مضراب کی اصلیت اپنی ہی جگہ رہے گی۔ محمد ضمیر الحق قیس آروی فرماتے ہیں:

؎ مرقد میں نکیریں نہ بک بک کے ستائیں
ہوں مست مئے اُلفت محبوبِ خدا کا (۶۲)

قبر میں سوال و جواب کرنے والے دو فرشتوں کے سوالات کو ''بکواس'' یا فضول باتیں سمجھنا، ایمان کو متزلزل کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح کے خیالات سے اپنے امان میں رکھے۔ ذیل میں ملی جلی کیفیات، افراط و تفریط، تاریخی حقائق سے لاعلمی، توحید و رسالت کے فرق کو نہ سمجھنے، نعت کے تقدس کے منافی طرزِ اظہار، احترامِ رسولؐ اور مقامِ رسالت سے عدم واقفیت، اور عامیانہ زبان پر مبنی بعض مزید نعتیہ اشعار بطورِ نمونہ پیش کئے جاتے ہیں:

؎ صدیق حشر تک کے لئے خضر کی طرح
گم گشتہ منزلوں کا اشارہ رسولؐ ہیں (۶۳)

اس شعر میں رسولؐ کو خضرؑ سے تشبیہہ دینا حضورؐ کی شانِ رسالت کا واضح استخفاف ہے۔ درج ذیل اشعار میں افراط و تفریط ملاحظہ کیجئے:

؎ احد اور احمد میں ایک میم ہے
سو وہ میم از بہر تعظیم ہے (۶۴)

؎ محمدؐ سا اگر دنیا میں کوئی اور انساں ہے
تو میں کہہ دونگا ہمتائے خدا ہونا بھی آساں ہے (۶۵)

؎ حرارت نبض عالم کی معلّق آپؐ ہی سے ہے
حضور اکرم کی ہر مخصوصہ قدرت! واہ کیا کہنا (۶۶)

ان اشعار میں حضور نبی کریم ﷺ سے جس بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے، اس سے انکار نہیں، لیکن ''عبد اور معبود''، خالق اور مخلوق کے فرق کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ حقیقی نعت گوئی کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ ''کرو ذکر میرے حضورؐ کا'' کے نام سے بہترین نعتوں کے مرتّب، ارشد ملک نے

نعتیہ انتخاب کے صفحہ ۸۲ پر ایک گمنام شاعر کی نعت دی ہے جس کا یہ شعر قابل توجہ ہے:

؎ مری نجات کا اعمال پر مدار نہیں
یہ آسرا مجھے محبوب کردگار سے ہے (۶۷)

اگر غور کیا جائے تو مشہور حدیث ''اِنَّما الاَعمالُ بِا النِّیّات'' کی تکذیب اس شعر میں پائی جاتی ہے جو قرآن و حدیث سے لاعلمی کا واضح ثبوت ہے۔ صبیح رحمانی کے اس شعر میں:

؎ محشر کے جلتے لمحوں کا خوف اور مسلماں ہو کے ہمیں؟
اشکوں سے نبیؐ نے اُمت کی ہر فردِ عمل دھو ڈالی ہے (۶۸)

عیسائی تعلیمات سے مماثلت ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہو جانے کے بعد، عیسائیوں کے تمام گناہ دُھل گئے لیکن اسلامی تعلیمات میں اعمال سے ایسی بے فکری کا تصور موجود نہیں ہے۔ یوں یہ شعر اسلامی تعلیمات سے متصادم نظر آتا ہے۔

حضور نبی کریمؐ سے اظہارِ عقیدت و محبت کے طور پر آپ کے قدموں میں سر رکھنے یا حضورؐ کی دہلیز پر سر جھکانے کی باتیں بھی اردو نعتیہ شاعری میں عام ملتی ہیں حالانکہ حضور نبی کریمؐ نے اپنی اُمت کو خود اس قسم کے افعال سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا، ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ اُنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔ **(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹) ایک اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ''اگر میں**

کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں‘‘ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۲) حضرت مولانا سیّد مفتی مختار الدین صاحب رقمطراز ہیں:

’’سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ خالق کون ومکاں کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے، دونوں صورتیں باجماعِ اُمت حرام اور ممنوع ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کرے گا وہ تو کافر ہو جائے گا اور جس نے محض تعظیم کے لئے سجدہ کیا، اکثر علماء کے نزدیک اُسے کافر تو نہیں کہا جائے گا لیکن ارتکاب حرام کا مجرم فاسق کفر اور شرک کے قریب ہوا‘‘ (۶۹)

اب دیکھنا یہ ہے کہ تعظیم وتکریم کی نیت سے سجدے کرنے، فاسق و فاجر ہونے، اور شرک کے قریب ہونے کے عمل کا ہمارے شعراء کو احساس بھی ہے یا عقیدت ومحبت کی سرشاری میں سب کچھ بھولنے میں انہیں مزہ آتا ہے؟ نثار محمد نثار کہتے ہیں:

؎ گردشِ دوراں سے یہ کہہ دو کہ آہستہ گزر
نقشِ پائے مصطفےٰ پر میرا سر سجدے میں ہے (۷۰)

؎ جبینِ شوق میں کب سے ریاض سجدوں کو
چھپا رکھا ہے عقیدت نے نقشِ پا کے لئے (۷۱)

ے نام بھی تیرا عقیدت سے لئے جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کیا جاتا ہوں (۷۲)

ے دیارِ نور تھا سجدے تھے لازمی اختر
جبیں سے کام لیا گام گام ہم نے بھی (۷۳)

ے زہے کیف سجدۂ معتبر کہ، میں کھوگیا ہوں جھکا کے سر
مجھے ہوش کیا کہ یہ عرش ہے کہ زمین کوئے رسول ہے (۷۴)

ے تری دہلیز پر جس نے جھکائی ہے جبیں اپنی
پھر اس کا سر کسی کے در پر خم ہوتے نہیں دیکھا (۷۵)

نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ ''انتخاب نعت'' کی اشاعت بھی نعت کی ترقی میں اہمیت کا حامل ہے۔ یہ نعتیہ انتخاب مختلف صورتوں کے ساتھ بڑی تعداد میں سامنے آئے ہیں۔ بعض ''انتخاب'' تو ذاتی پسند و ناپسند کی بنا پر مُرتّب ہوتے ہیں۔ بعض ترتیب زمانی، اور بعض موضوعات کے اعتبار سے، مثلاً راز کاشمیری نے صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف والی نعتیں اور تابش قصوری نے ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ردیف والی نعتیں جمع کی ہیں۔ عزیز الدین خاکی نے ''حبیبی یا رسول اللہؐ'' کے عنوان سے نعتوں کا انتخاب مُرتّب کیا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مرتب کردہ انتخاب نعت ''مخزن نعت'' کے مقدمہ میں نعت سے متعلقہ موضوعات پر بحث کی ہے۔ ''جواہر انعت'' کے نام سے عزیز احسن نے ۱۹۸۱ء میں انتخاب نعت شائع کرایا۔ سب سے ضخیم انتخاب ''انتخاب نعت'' کے موضوع پر تیرہ جلدوں

میں جناب عبدالغفور قمر نے مُرتّب کیا۔ مزید چند ''نعتیہ انتخاب'' اور اُن کے مرتّبین کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

''ارمغان نعت'' شفیق بریلوی ، ''ایوان نعت'' صبیح رحمانی ، ''نعتِ مصطفٰی'' ناصر زیدی ، ''مدینۂ نعت'' نیّر ندیم ، ''نعت خاتم المرسلین'' راجہ رشید محمود ، ''بہار نعت'' حفیظ تائب ، ''نعت خیر البشرؐ'' سیّد فیضی ، ''نعتِ کائنات'' راجہ رشید محمود ، ''حریم نعت'' رئیس احمد (نعت گو شعراء کے کوائف اور منتخب کلام پر مشتمل) ''العرفان'' مُرتّبہ ڈاکٹر نور محمد ربّانی ، ''میرا پیمبر عظیم تر ہے'' محمد متین خالد ، اور ''پہچان نعتیں'' سعد اللہ شاہ، بعض کتب و رسائل جو نعت کی تاریخ، فن نعت گوئی وغیرہ سے بحث کرتے ہیں، ان میں بھی نعت کا انتخاب موجود ہوتا ہے مثلاً ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی اُردو نعتیہ شاعری، فضل فتح پوری کی اُردو نعت، مجلّہ ''نقوش'' (رسول نمبر) ۱۹۸۴ء اور ممتاز حسن کا ''خیر البشر کے حضور میں''۔

نعتیہ شاعری کی برق رفتاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض شہروں کے حوالے سے نعت کے دبستان تشکیل پائے۔ اس ضمن میں دبستان کراچی، دبستان لاہور، دبستان سرگودھا اور دبستان فیصل آباد وغیرہ کے حوالے سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ کراچی سے صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والے رسالے ''نعت رنگ'' میں نعت کے حوالے سے اعلیٰ پائے کے تحقیقی وتنقیدی مضامین شائع ہوئے جبکہ ''نعت رنگ'' کا ''تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر پروفیسر شفقت رضوی نے نعت رنگ ہی کے متعدد وقیع شماروں کے

مشمولات کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ ۲۰۰۴ء میں ایک کتابی صورت میں شائع کرتے ہوئے اُردو کی عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ پاکستان میں نعت کے موضوع پر جناب رشید محمود صاحب نے ایک علمی اور تحقیقاتی کتاب شائع کی ہے۔ ''نعت اور تنقید نعت'' کے موضوع پر سیّد ابوالخیر کشفی کی اور ''اردو نعت اور جدید اسالیب اور ہنر نازک ہے'' کے موضوع پر جناب عزیز احسن کی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

''حضرت حسان حمد و نعت بُک بینک'' بھی غوث میاں کی تحریک پر کراچی میں قائم ہوا۔ گوہر ملسیانی، پروفیسر سیّد یونس شاہ، شاکر کنڈان اور محمد صادق قصوری نے نعت گو شعراء کے تذکرے شائع کئے ہیں۔ جبکہ نعت گو شاعرات کا کلام اور تذکرہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، راجہ رشید محمود اور طاہر سلطانی نے بھی شائع کیا۔ یہ سب عوامل اردو نعت کے روشن ترین مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نعتیہ ادب کے اس ارتقائی جائزے اور تفصیلی بحث کے بعد یہ سوالات اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ کیا ہمارے شعرائے کرام نے نعت کی تخلیق کے دوران نعت گوئی کے بنیادی تقاضوں کو مدنظر رکھا ہے؟ یا اُنہوں نے شدتِ جذبات سے لبریز نعتیں لکھ کر حقیقت سے کوسوں دور، شریعت اور اسلامی تعلیمات سے متصادم خیالات پیش کرتے ہوئے، صورت حال کو گھمبیر بنانے کی کوشش تو نہیں کی ہے؟ نیز کیا نعت گو شعراء نے ''معبود'' اور ''محبوب'' کے نازک فرق کو پیش نظر بھی رکھا ہے؟ کیا یہ نعتیں دل کی گہرائیوں سے کہی جاتی ہیں اور کہنے والوں نے ایمان کا عملاً ثبوت دینا بھی ضروری سمجھا ہے؟ کیوں کہ نعت کا اصل اثاثہ تو سچی عقیدت ہی ہوتی ہے۔

یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ تخلیق نعت کے دوران آپؐ کے ذکر میں جوش کے ساتھ ہوش کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے جس کے نتیجے میں زندگی بھر کے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ کامیاب نعت نگاری قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کے عمیق مطالعے اور تجزیے کے بغیر ممکن نہیں۔ ان سوالات کو درج ذیل آراء سے بھی تقویت ملتی ہے۔ مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

(۱) ''جو نزاکت نعت گوئی میں ہے وہ کسی اور صنف سخن میں نہیں یہاں ایک طرف محبت کے تقاضے ہیں تو دوسری طرف شریعت کی حدود، جذبہ ایک طرف کھینچتا ہے تو علم دوسری جانب عام محبوبوں کا معاملہ ہو تو قلم آزاد ہے، جس طرح چاہے واردات قلب کا نقشہ کھینچ دے مگر یہاں جس محبوب کی بات ہوتی ہے وہ محبوبِ خدا ہے۔ ایک ایک لفظ میزان میں تل کر نکلنا چاہیئے کہ کہیں سُوئے ادب نہ ہو جائے، لینے کے دینے نہ پڑ جائیں جو بات ہو افراط وتفریط سے بچ کر ہو۔ میرا اپنا ایک شعر ہے۔ ؎

لے سانس بھی آہستہ یہ دربارِ نبیؐ ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا'' (۷۶)

طاہر شادانی رقمطراز ہیں:

(۲) ''نعت ایک نہایت نازک صنف سخن ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض نعت گو شعراء جوراہ ورسم منزل سے بے خبر ہوتے ہیں، طغیان محبت اور تلاطم جذبات میں توحید اور رسالت کے باریک فرق کو برقرار نہیں رکھ سکتے یا پھر

وہ سرورِکونینؐ کے محامد بیان کرتے ہوئے ایسا لہجہ اختیار کر جاتے ہیں جو عام حسینانِ عالم کی مدح وتوصیف کے لئے تو موزوں ہوسکتا ہے مگر ادب گاہ رسالت کے شایان شان نہیں ہوتا۔ نعت نگاری کی غایات عالیہ میں ایک غایت یہ بھی ہے کہ خیر البشرؐ کے ذکر خیر سے عالم بشریت کو بالواسطہ ان کی پیروی کی دعوت دی جائے کیوں کہ آنحضرتؐ کے اسوہ کی تقلید ہی منہاج ارتقاء ہے'' (۷۷)

حُب رسولؐ کی آڑ میں بُری بدعات کا اختیار کرنا بھی عشق کے جھوٹے دعویٰ کی دلیل ہے حضرت مولانا سید مفتی مختارالدین صاحب لکھتے ہیں۔

''یہ بالکل ناممکن ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہو اور اس کی زندگی احکام الٰہی سے بغاوت اور معصیت کا نمونہ ہو شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کے باوجود اگر ہم خود کو رسول اللہؐ سے محبت کرنے والا سمجھیں تو ہم زبردست خود فریبی اور شیطانی دھوکے میں مبتلا رہیں۔۔۔۔ محبت کی علامات میں سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے اقوال وافعال کا اتباع کیا جائے آپؐ کے احکامات کی پوری پوری تعمیل کی جائے اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان سے بچا جائے اور ہر حالت میں خواہ خوشی ہو یا غم آپؐ کے طریقوں کی پیروی کریں جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ: آپؐ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا

اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے ۔(۷۸)

جناب اثر جونپوری نے فضیلت سنت سرکار دو عالم ﷺ کے موضوع پر کیا عمدہ شعر کہے ہیں:

مرے سرکار کو ہوگی اذیت ترک سنت سے
بھلا عاشق کبھی محبوب کا دل بھی دکھاتا ہے
اسی کی روح روشن ہے منور ہے اسی کا دل
جو اپنے چہرے کو انوار سنت سے سجاتا ہے
بنا لے صاحب روضہ سی صورت اور سیرت بھی
یہ مانا روضہء اطہر پہ تو ہر سال جاتا ہے
جو عہد پرفتن میں زندہ کردے ایک سنت کو
ثواب اس پر یقیناً سو شہیدوں کا وہ پاتا ہے(۷۹)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
''اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا کی محبت کی وجہ سے اور اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے ۔''(۸۰)

ہمارے کئی شعراء نے نعت کے اصل لوازم اور مقتضیات کو ہر مقام پر پیش نظر نہیں رکھا۔ اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ نعتیہ موضوعات کو نعت تک محدود رکھنے اور شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے والے اشعار کی نشاندہی کی جائے اور نعتیہ مجموعوں کے محاسن اور معائب کا کھل کر تذکرہ ہو، تا کہ ہر شاعر کے کلام کے دونوں رُخ

سامنے آسکیں۔ جناب ممتاز حسن مرحوم نے اپنے مرتب کردہ مجموعے ''خیر البشر کے حضور میں'' لکھا ہے کہ:

''صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کے بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے۔ رسالتمابؐ سے رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضورؐ کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو''(۸۱)

اردو نعت میں ''ذم کے پہلو'' اور ''اردو نعت میں شانِ الوہیت'' کا استخفاف کے موضوع پر ''نعت رنگ'' کے متعدد شماروں میں، اردو نعتیہ شاعری کے ایک نقاد، جناب رشید وارثی کے بڑے علمی اور معلوماتی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ اُن کے مضامین سے شانِ الوہیت کے استخفاف، اور آدابِ رسالت کے منافی اظہار کے حوالے سے درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

(۱) حضور ﷺ تعریف کرتے ہوئے اُنہیں ذات وصفات باریٰ تعالیٰ کی تمثیل قرار دینا مناسب نہیں۔

(۲) ایسی بات شعر میں نہ کہی جائے جس سے کلامِ الٰہی کی تنقیص ہو۔

(۳) خدا کے حاجتمند ہونے، خدا کے محکوم ہونے، یا خدائے مجبور کے تصوّر سے اجتناب۔

(۴) اثباتِ توحید کے عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہوئے تشبیہ سے بچنا۔

(۵) جمالِ الٰہی میں اضافہ کا گمان کرنا۔

آدابِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں:

(۱) دربارِ رسالت کے آداب سے بےخبری۔

(۲) نعت میں عامیانہ زبان کا استعمال۔

(۳) حقِ مدحت ادا کرنے کا اڈعا۔

(۴) نعتیہ اشعار کے شایان شان اسلوبِ بیان کے بجائے شعرائے کرام کا اپنی قادرالکلامی کے احساس اور محض قافیہ پیمائی پر توجہ مرکوز رکھنا۔

(۵) نعت جیسی مقدس صنف میں مضمون آفرینی پیدا کرنے کا جذبہ۔

(۶) نعتیہ مضامین میں شوخی و بےباکی کا اظہار۔

(۷) آپؐ کے عزم وثبات کے منافی بیان۔

(۸) اسلامی تعلیمات کے خلاف مضامین۔ (۸۲)

اس مقالے کی تیاری میں یہ مقصد پیش نظر رکھا گیا ہے کہ نعتیہ شاعری افراط و تفریط سے پاک رہے، جس کے نتیجے میں مستقبل میں نعت لکھنے والوں میں اُن مشرکانہ خیالات سے بچنے کا احساس بیدار ہوگا نیز غیر اسلامی اور غیر شرعی عناصر کے بدنما داغوں سے نعتیہ شاعری کا دامن داغدار ہونے سے بھی محفوظ رہ سکے گا۔

حوالہ جات

۱) ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ''اردو میں مطالعاتِ نعت'' مجلّہ اوج گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور، ۹۳۔۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۶۷

۲) عزیز احسن ''اردو نعت اور جدید اسالیب''، فضلی سنز اُردو بازار کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۲۵

۳) پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم، مقالہ ''اسلام اور ادب'' (۹ تا ۱۱۔اگست ۲۰۰۴) کے سیمینار بمقام باڑہ گلی پڑھا گیا۔

۴) راجہ رشید محمود ''پاکستان میں نعت'' ایجوکیشنل ٹریڈرز، اردو بازار لاہور ۱۹۹۴ء، صفحات ۲۱۴/ ۲۱۳

۵) مولانا محمد بدر عالم صاحب، بحوالہ ترجمان السنۃ صفحہ ۳۴۸

۶) حفیظ تائب ''وَسَلِّموتسلیما'' مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۰ء، فلیپ احمد ندیم قاسمی

۷) مسرور کیفی، میزابِ رحمت صفحہ ۲۰

۸) ایضاً ۳۸

۹) ایضاً ۳۰

۱۰) تابش دہلوی، تقدیس صفحہ ۷۵

۱۱) محمد اقبال نجمی، سہ ماہی ''مفیض'' گوجرانوالہ نعت نمبر ۲۰۰۵ بحوالہ نعت اور آداب نعت گوئی، صفحات ۹۴، ۹۳

۱۲) سہیل غازی پوری، شہرِ علم صفحہ ۲۵

۱۳) ایضاً صفحہ ۱۲۰

۱۴) اعجاز رحمانی، جادۂ رحمت صفحہ ۶۸

۱۵) سہیل غازی پوری، شہرِ علم صفحہ۱۳۰

۱۶) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، انتخاب نعت صفحہ۴۳۵

۱۷) جمیل عظیم آبادی، وحدت ومدحت صفحہ ۱۰۸

۱۸) امید فاضلی ، میرے آقا صفحہ۴۱

۱۹) محمد صابر کوثر، حرا کا چاند صفحہ۱۷

۲۰) روف خیر، بحوالہ دکن کے رتن اور ارباب فن صفحہ۱۲۵

۲۱) اسا عیل انیس، چراغ عالمین صفحہ۲۳۸

۲۱) فرحت عباس شاہ، تاجدار حرم صفحہ ۴۹

۲۳) بقا نظامی، شہپر جبرئیل صفحہ۱۰۹

۲۴) ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد چہارم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور صفحہ۱۴۱

۲۵) خمار بارہ بنکوی ''سب رس'' کراچی ستمبر ۱۹۸۸ء صفحہ ۵۳

۲۶) شان الحق حقی، بحوالہ ارمغان نعت صفحہ ۱۷۱

۲۷) جعفر بلوچ، بیعت صفحہ۵۹

۲۸) مولوی عصمت اللہ انیخ بحوالہ ''نقوش'' رسولؐ نمبر صفحہ۲۴۸

۲۹) سردار عبدالرب نشتر ، انتخاب نعت ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صفحہ ۲۲۶

۳۰) آرزو لکھنوی ایضاً ۳۷

۳۱) انصالحق قریشی، ثنائے رسولؐ صفحہ ۱۳۵

۳۲) انور مسعود، انتخاب نعت ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صفحہ ۲۴

۳۳) مولانا یوسف لدھیانویؒ، اختلاف امت اور صراط مستقیم، اردو بازار لاہور۔ص۳۴

۳۴) ایضاً ص۳۶

۳۵) تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن حکیم، تاج کمپنی لمیٹیڈ لاہور س ن ص۳۰۳

۳۶) مفتی اعظم ھند نوری، سامان بخشش صفحات ۴۷،۳۷

۳۷) ع س مسلم۔ کعبہ و طیبہ صفحہ ۱۰۰

۳۸) ریاض تصور، نور مبین صفحہ ۵۱

۳۹) حافظ لدھیانوی، ثنائے خواجہ صفحہ ۳۶

۴۰) محمد صابری، نعتیہ بیت بازی صفحہ ۱۳

۴۱) جمشید چشتی، نعتیں حضورؐ کی، مُرتبہ: یعقوب مختار صفحہ ۴۷

۴۲) ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد ششم ادارہ ترجمان القرآن لاہور صفحہ ۵۴۳

۴۳) محمد تقی عثمانی، جہاں دیدہ، مکتبہ معارف القرآن کراچی ۔ ۲۰۰۳ء عنوان ''رخت سفر''

۴۴) صاحبزادہ نصیر الدین، انتخاب نعت حصہ اول عبدالغفور قمر صفحہ ۴۰۵

۴۵) ریاض تصور، نور مبین صفحہ ۵۵

۴۶) ابوالکلام آزاد، انتخاب نعت، ڈاکٹر مرتضیٰ ملک صفحہ ۳۸

۴۷) رفیع الدین ذکی، نور و نکہت صفحہ ۲۳

۴۸) خالد محمود، نعتیہ انتخاب، ارشد ملک صفحہ ۱۱۶

۴۹) ڈاکٹر خالد عباس الاسدی، دھڑکن دھڑکن صلی علیٰ صفحہ ۹۶

۵۰) مظفر وارثی، لب پر نعت پاک کا نغمہ، انتخاب مدثر سرور چاند صفحہ ۱۰۶

۵۱) عاطف کمال رانا، بحوالہ مفیض، گجرانوالہ ۲۰۰۵ء صفحہ ۴۸۰

۵۲) سجاد مرزا، ایضاً صفحہ ۴۶۸

۵۳) عبدالستار نیازی، لب پر نعت پاک کا نغمہ، انتخاب مدثر سرور چاند صفحہ ۱۰۲

۵۴) ایضاً صفحہ ۹۵

۵۵) امید فاضلی، میرے آقا صفحہ ۲۴

۵۶) ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۶

۵۷) سردار بشن سنگھ، بیکل، انتخاب نعت ڈاکٹر مرتضیٰ ملک صفحہ ۲۲۸

۵۸) مہاراجہ سرکشن پرشاد، ''نقوش'' رسولؐ نمبر صفحہ ۴۶۴

۵۹) ریاض حسین چودھری، زرمعتبر صفحہ ۷۳

۶۰) ایضا صفحہ ۱۸۴

۶۱) فضل احمد کریم فضلی، نقوش (رسولؐ نمبر) صفحہ ۵۳۷

۶۲) محمد ضمیر الحق قیس، آروی نقوش (رسولؐ نمبر) صفحہ ۶۹۲

۶۳) صدیق فتح پوری، اظہار عقیدت صفحہ ۷۹

۶۴) نوازش علی شیدا، (نقوش رسولؐ نمبر) صفحہ ۵۶۸

۶۵) نیاز فتح پوری، (نقوش رسولؐ نمبر) صفحہ ۵۰۵

۶۶) کلیات بے چین رجپوری، صفحہ ۵۴

۶۷) ارشد ملک، نعتیہ انتخاب صفحہ ۸۲

۶۸) صبیح رحمانی، جادہ رحمت صفحہ ۶۰

۶۹) حضرت مولانا سید مفتی مختار الدین صاحب عقیدہ اور عقیدت، دارالایمان جامعہ ذکریا کربوغہ شریف کوہاٹ صفحات ۴۵،۴۴

۷۰) نثار محمد نثار، انتخاب نعت عبدالغفور قمر حصہ اول صفحہ ۳۹۵

۷۱) ریاض حسین چودھری، زر معتبر، صفحہ ۱۶۹

۷۲) اقبال عظیم، انتخاب نعت عبدالغفور قمر حصہ اول صفحہ ۲۵

۷۳) اختر لکھنوی ایضاً صفحہ ۴۶

۷۴) شاعر لکھنوی ایضاً صفحہ ۲۴۴

۷۵) حسرت حسین حسرت، ماہنامہ سیارہ لاہور، اپریل ۱۹۸۶ء صفحہ ۴۵

۷۶) محمد اقبال نجمی، سہ ماہی مفیض، نعت نمبر ۲۰۰۵ء گوجرانوالہ بحوالہ نعت اور آداب نعت گوئی صفحہ ۴۶

۷۷) ایضاً صفحہ ۵۳

۷۸) حضرت مولانا مفتی سیّد مختار الدین صاحب، عقیدہ اور عقیدت، دارالایمان جامعہ ذکریا کوہاٹ صفحہ ۲۳۲

۷۹) اثر جون پوری بحوالہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی ۲۴ تا ۳۰ اگست ۲۰۰۷ء

۸۰) مولانا محمد بدر عالم صاحب، بحوالہ ترجمان السنۃ صفحہ ۳۵۳

۸۱) ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں ادارہ فروغ اردو، اردو بازار لاہور، مقدمہ صفحہ ۱۵

۸۲) پروفیسر شفقت رضوی، ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' مہر منیر اکیڈمی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی، ۲۰۰۴ء، صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۱

باب ششم

حاصلِ تحقیق

(i) نعت کے مختلف رجحانات

(ii) غیر اسلامی عناصر کی نوعیت

(iii) نعت کے معیاری اسالیب

(iv) مستقبل کی نعت

## باب ششم:		حاصلِ تحقیق

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ''مدح'' نعت کا اہم موضوع ہے تاہم مدح کے ساتھ ساتھ سیرت رسولؐ کے بے شمار موضوعات نعت کا حصہ بنے ہیں۔ مدح کے ساتھ ساتھ بدلتے ہوئے عصری رجحانات ومیلانات کے اثرات بھی اردو نعت میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اُمتِ مسلمہ کو درپیش مسائل اور بین الاقوامی سطح پر پیدا ہونے والے حالات و واقعات مثلاً مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کا سقوط، افغانستان پر روسی، اور بعد ازں امریکی جارحیت، اور ملت اسلامیہ کے اجتماعی مسائل بھی نعت میں بیان ہونے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد نعت میں موضوع کے اعتبار سے جو رجحانات سامنے آئے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

(i) اشتراکیت کی مخالفت کا رجحان نمایاں ہوا ہے۔

(ii) ختم نبوت (۱۹۵۱ءتا۱۹۷۱ء) کے مسئلے کی جھلکیاں بھی دکھائی دینے لگی ہیں

(iii) سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۷۱ء) کے اثرات بھی نعت میں در آئے ہیں۔

(iv) تحریک نظام مصطفٰے (۱۹۷۱ء) کے اثرات بھی اردو نعت میں دیکھے جاسکتے ہیں

(v) ہندی الفاظ واصطلاحات اور مرکبات کا استعمال بھی خوب ہوا ہے۔

(vi) حضورؐ کی سراپا نگاری اور سیرت کے اوصاف پر زور دیا گیا ہے۔

(vii) ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل، مسلمانانِ عالم کی کسمپرسی، اور زبوں حالی کا ذکر بھی خصوصیت کے ساتھ نعت کا موضوع بن گیا ہے۔

(viii) موجودہ دور کے ظلم وستم، عدم آگہی، تضاد اور دورنگی کا موضوع بھی نعت میں

بیان ہونے لگا۔

وقت اور زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ نعتیہ رجحانات میں بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ مثلاً قومی جنگوں کے زمانے کی نعتوں میں آپؐ کی شجاعت اور جذبۂ جہاد سے متعلق حوالے بکثرت ملتے ہیں جبکہ فتنۂ قادیانیت کے ایّام کی نعتوں میں آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر خصوصی طور سے ملتا ہے۔ جبکہ دورِ جدید میں با قاعدہ میوزک کے ساتھ اس انداز میں نعت پڑھنے کا رجحان بھی عام ہے جس پر کسی بے ہنگم موسیقی کا گماں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین کے نام پر لادینیت فروغ پانے لگی ہے۔ اگر نعتیہ شاعری کے مختلف ادوار پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دربارِ رسالت سے وابستہ شاعروں کی نعتوں میں قرآن وحدیث، اسلام اور سیرتِ رسولؐ کے لاتعداد پہلوؤں کا تذکرہ نعت کے موضوعات میں شامل ہو گیا ہے جبکہ نعتیہ شاعری کے فروغ کے ساتھ ساتھ افراط وتفریط کے رجحانات بھی نعتیہ شاعری کا حصہ بننے لگے ہیں۔

اردو کی قدیم ترین نعتوں سے لے کر ولی دکنی اور میر و مرزا تک رسمی نعتیہ شاعری ملتی ہے۔ البتہ اتنی بات واضح نظر آتی ہے کہ اس دور کی نعتیں حصولِ سعادت اور تسکینِ خاطر کا ذریعہ سمجھی گئی ہیں۔ نعتیہ شاعری کے مذکورہ دور میں حضورؐ کی سراپا نگاری، مذہبی تلمیحات، اور نعت میں غلو اور اغراق کے نتیجے میں ''عبد'' اور ''اللہ'' کے درمیان فاصلے ختم ہونے کا رجحان بھی شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ سے شعراء کے خصوصی شغف اور سرورِ کونینؐ کے حضور اُمت کی فریاد کا رجحان بھی نمایاں ہے۔ البتہ نعتیہ شاعری میں خلوص وصداقت کو بیان کرنے، اور مبالغہ کو

تشویش کی نگاہ سے دیکھنے کی طرف مولانا الطاف حسین حالؔی نے خصوصی توجہ دی ہے۔ یہ مولانا حالؔی ہی تھے جس نے نعتیہ ادب کو مقصدیت سے متعارف کرایا اور اسے اخلاقی مضامین سے مالا مال کر دیا۔ مولانا حالؔی سے ہوتے ہوئے نعتیہ شاعری جب ظفر علی خان کے دور تک پہنچتی ہے تو حضورؐ کو وسیلہ بنا کر مسلمانوں کی زبوں حالی کی فریاد، ایک اور رجحان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

مختلف ادوار میں نعت کی موضوعاتی اور ہیئتی تقسیم میں بھی نمایاں تبدیلیاں آتی رہیں۔ ابتدا میں اردو نعتوں میں عربی، فارسی کے نعتیہ عناصر اور ماحول مکمل طور پر عرب اور ایران کا رہا۔ محسن کاکوروی نے اس ماحول کو بدلنے کی کوشش کی اور نعت میں پہلی بار مقامی رنگ کی آمیزش کی۔ بیسویں صدی اُردو نعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی کہ اس دور میں نعت تمام اصنافِ سخن سے زیادہ لکھی گئی۔ یہی وہ زمانہ ہے جو مسلمانوں کی سیاسی زندگی کی زبوں حالی کو شدت سے سامنے لاتا ہے۔ اس دور سے وابستہ شاعروں نے حضور نبی کریمؐ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے التجائیں، دُعائیں اور فریادیں بھی کی ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے نتیجے میں، جنگِ آزادی میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اکثر شعراء نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور نعتیں بھی لکھیں۔ چنانچہ نعتیہ شاعری میں حُبِّ وطن اور مذہبی جوش وعقیدت کا رجحان بھی سامنے آیا، درود وسلام کی محافل کو بھی اس دور میں خوب پذیرائی ملی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اُردو نعت مختلف رجحانات کو سمیٹتے ہوئے روایتی اور رسمی مضامین سے آزاد نہ ہوسکی اور بیشتر نعتیں عشقِ مجازی کی آمیزش سے پاک رہ نہیں سکیں اور اکثر شعراء نے

سیرتِ رسولؐ کی عظمت کا خیال رکھنے میں بھی غفلت سے کام لیا۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اُردو کے ابتدائی دور کی شاعری سے لے کر مولانا حالیؔ، اقبال اور ظفر علی خان تک نعتیہ ادب کے مقدار میں ضرور اضافہ ہوا اور نئے نئے رجحانات نعتیہ شاعری کا حصہ بنے، تاہم معیاری نعتیہ کلام کا فقدان شدت سے محسوس ہوتا رہا۔

بعض شعراء مثلاً امجد حیدر آبادی، اور عبد العزیز خالد نے ہندی اصطلاحات اور الفاظ و مرکبات کے استعمال کے سبب اُردو نعت کے پاکیزہ، اعلیٰ و ارفع تصور میں معیوب اور شرعی آداب سے مطابقت نہ رکھنے والی باتیں بیان کی ہیں۔ ہندی گیتوں میں ''جوگن'' کے مخصوص تصور کو نعت میں بیان کرتے ہوئے اس کے چہرۂ زیبا کو داغدار بنا دیا گیا۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ کے لئے نئی نئی زمینیں تلاش کرنے کا رجحان بھی سامنے آیا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ نعتیہ شاعری کو افراط و تفریط سے پاک کرنے کا رجحان بھی محسوس ہونے لگا اور نتیجے میں ایسی نعتیں لکھی جانے لگیں جو کسی طرح دائرۂ ادب سے تجاوز نہیں کرتیں۔ حضورؐ کی تعلیمات اور ارشادات کے عین مطابق خوبصورت نعتیہ شاعری سامنے آنے لگی اور فکر و فن کے اعتبار سے اُردو نعتیہ شاعری کو وسعت ملنے لگی۔

قیام پاکستان سے قبل نعت کی صنف کو وہ توجہ نہیں ملی جو فی زمانہ اسے حاصل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے محسن کاکوروی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے سوا کوئی قابلِ ذکر نعت گو شاعر مشکل سے ہی نظر آتا ہے۔ جبکہ پاکستان بننے کے بعد نعت کی صنف کو خوب پذیرائی ملی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تخلیق کی رفتار میں بھی شدت آتی رہی ہے۔ متعدد نامی گرامی

شعراء مثلاً مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، ماہرالقادری، محشر رسول نگری، علامہ ضیاء القادری بدایونی، سیماب اکبرآبادی، صبا اکبرآبادی، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، اور مظفر وارثی جیسے شعراء نے نعت کی صنف کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ نعتیہ ادب کی توقع سے بڑھ کر پذیرائی میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی فروغِ نعت میں دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اُنہوں نے ہر اس شاعر کو نوازا جس نے نعت کہی۔ جس کی وجہ سے نعت کو خوب فروغ ملا کیوں کہ حکومتی سرپرستی میں سینکڑوں کی تعداد میں نعت کے دیوان شائع کرائے گئے۔

نعت میں عشقِ رسولؐ کے ذکر میں پہلی بات حفظِ مراتب کی ہے۔ نعت کہتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض شعراء عشقِ رسولؐ میں ڈوب کر شرک کی حدوں تک جا پہنچتے ہیں۔ زبان و بیان اور تشبیہات و تلمیحات کے ناموزوں استعمال سے بھی نعت میں غیر اسلامی عناصر کا درآنا ممکن ہے۔ نعت گو شعراء جب شدتِ جذبات سے مغلوب ہوتے ہیں تو ان کی غیر محتاط عقیدت شدید گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری کو افراط و تفریط، مبالغہ آرائی، لامقصدیت اور غلط عقائد نے شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اکثر شعراء حُسنِ سیرت کے بیان میں مبالغے کے ساتھ تشبیہہ و استعارے کے بے جا استعمال سے، دیگر انبیائے کرام کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ بخاری شریف کی ایک حدیث کے مطابق خود حضورؐ نے فرمایا ہے:

''مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کے ساتھ کیا۔ میں تو خدا کا بندہ اور رسولؐ ہوں اور مجھے خدا کا

بندہ اور رسولؐ ہی سمجھو''

بحوالہ صحیح بخاری اور مسلم شریف حدیث نمبر ۴۸

مقامِ افسوس ہے کہ اردو کے بعض شعراء نے حضورؐ کے اس ارشاد گرامی پر پوری توجہ نہیں دی اور نبوت کا مقام، مقامِ یزداں سے ٹکرا کر شریعت کے حدود کو بُری طرح پامال کر دیا ہے۔ نعتیہ شاعری کا یہ تشویش انگیز پہلو پیش کرنے کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ اس نوعیت کی شاعری مثبت، تعمیری، ایمان افروز اور روشن پہلوؤں سے بالکل تہی ہے۔ دلوں کے تاریک ایوانوں میں راست فکر نعتیہ شاعری نے عقیدت، ارادت اور ہدایت کے چراغ روشن کئے ہیں۔ انسانی قلوب کو پیغامِ مصطفویؐ سے مربوط اور منسلک کیا ہے۔ حضور ﷺ کے انقلابی تحریک کی پیامبر ہو کر ہماری نعتیہ شاعری فکری انقلاب کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ تاہم نعت گوئی میں حزم و احتیاط کی ضرورت اپنی جگہ بے پناہ اہمیت کی حامل ہے۔ سچ یہ ہے کہ نہ ہر باتخلص شاعر ہوتا ہے اور نہ ہر شاعر نعت گو۔

کیا فکر کی جولانی، کیا عرضِ ہنرمندی
توصیفِ پیغمبر ہے، توفیقِ خداوندی

شریعت کی حقیقت اور اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول اللہؐ کو خطاب فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ ''شریعت'' پر کر دیا، سو آپؐ اسی طریقے پر چلے جایئے اور ان جُہلاء کی خواہشوں پر نہ چلیئے، یہ شریعت عام لوگوں کے لئے

دانش مندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ، اور یقین کرنے
والوں کے لئے رحمت ہے''

(سورہ الجاثیہ، پارہ ۲۵)

کلامِ پاک کی روشنی میں **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ** ٥ ترجمہ: لوگو! رسول اللہؐ کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے'' کو معیار بنائے بغیر عقیدت ومحبت کے سارے دعوے بے بنیاد ہیں اور بقولِ حفیظ تائب ؔ

خلق عظیم اُسوہ کامل حضورؐ کا
آداب زیست سارے جہاں کو سکھا گیا

ایسی صفات سے متصف ہستی کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ اس تعریف و توصیف کا نام ادبی اصطلاح میں ''نعت'' کہلاتا ہے۔ نعت کہنے کے لئے اولین شرط ایمان ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ ربّ العزت نے زبانی جمع خرچ والی محبت کی نفی کرتے ہوئے شرط عائد کردی ہے کہ ''کہہ دیجئے کہ تم اگر اللہ کی محبت کے دعویدار ہوتو ہمارے رسولؐ کی تابع داری کرو'' (سورہ آل عمران، آیت ۳۱، پارہ۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعت کہنے کے لئے ایمان کا عملاً ثبوت دینا بھی ضروری ہے ورنہ ''یَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْن'' (سورہ صف، پارہ ۲۸، آیت ۲) کی زد میں آجانے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ہمارے ہاں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے آگاہی نہ رکھنے والے شعراء

بھی نعت کہتے چلے جاتے ہیں۔ مذہبی گروہ بندیوں کے شکار، اپنے ''مسلک'' کے مطابق نعت کہہ رہے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ نعت جیسی بھی ہو اُسے تحسین کی نظر سے دیکھنے کا رویہ عام ہوا اور اس پر تنقید کی جسارت سے لوگ کترانے لگے۔ مقامِ رسالت بہت نازک ہے اور اس میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نعت گو شعراء جب تک عشقِ رسولؐ میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت، کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کریں، وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ برا ہو ہی نہیں سکتے۔ علیم ناصری نے کیا عمدہ بات کی ہے ؎

توحید ہے توحید، رسالت ہے رسالت
رُتبے میں نہ توحید و رسالت کو بہم کر

نعتِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ کی ہم آہنگی کے بغیر نظم ہو یا نثر، وہ محض لفظی بازیگری ہے۔

؎ جس میں نہ ہو رعایتِ آدابِ مصطفیٰؐ
وہ فکرِ نارسا ہے، وہ عمل ناصواب ہے

حضرت عائشہؓ سے جب رسول اکرمؐ کے اخلاق سے متعلق پوچھا گیا تو اُنہوں نے سوال کیا ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟'' کیوں کہ اس کا عملی نمونہ رسولؐ کی ذات اقدس رہی ہے۔ ایسی باعمل ہستی سے سچے عشق کا مطلب آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنا ہے اور نعت کا حق وہی ادا کرسکتا ہے جو رسول اللہؐ سے عشق کا عملی ثبوت دیتا ہے ورنہ صرف لفاظی کو نعت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ آپؐ کی سیرت و کردار کو نعت میں بیان کرتے ہوئے ماہرالقادری نے ایسی نعت جو ممدوح کے

شایان ہو، کیا خوب حق ادا کیا ہے۔ ؎

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دُعائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

نعت کے بارے میں تمام اہلِ علم وقلم اس کے مشکل ترین ''فن'' ہونے پر متفق ہیں۔ اگر شاعر صداقت سے گریز کرے تو مشرک قرار پاتا ہے اور زبان و بیان کے حُسن سے گریز کے نتیجے میں غلو کی حدوں میں شامل ہو کر سوئے ادب کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے میں اہلِ علم و ماہرینِ فن اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ نہ تو حضورؐ سے دکھاوے کی محبت ظاہر کی جائے اور نہ جذبہ کو ناگوار مبالغے کی حد تک بڑھانا چاہیئے نیز نعت کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے حضورؐ کے حوالے سے حقیقی جذبات ہی کو پیش کر دینا چاہئیے۔ **عمدہ نعت گوئی صرف فنی صلاحیتوں کی متقاضی نہیں، بلکہ یہ شاعر سے حُسنِ عمل اور عظمتِ کردار کا بھی مطالبہ کرتی ہے۔**

جب تک روح میں طہارت، خیال میں پاکیزگی، اور مقامِ نبوت سے مکمل

شناسائی نہ ہو، نعت گوئی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ نعت لکھنا ہر طبع موزوں رکھنے والے صاحبِ قلم کے امکان اور اختیار میں تو ہے لیکن اس کا حق ادا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ کیوں کہ عام شاعری کا دارومدار تخیّل اور زبان پر ہوتا ہے جبکہ نعتیہ شاعری میں محض تخیّل پر انحصار کافی نہیں۔ اس کے لئے منشائے رسالت اور مقامِ محمدیؐ کا ادراک اور اُسوۂ حسنہ پر عمل بہت ضروری ہے۔ بقول علیم ناصری ؎

نہیں حکمِ مصطفےٰ پر جو عمل، علیم کوئی
تو یہ عشق کی کہانی ہے فقط سخن طرازی

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت و محاسن کو بیان کرتے وقت متانت اور تعظیم و تقدیس کی روش بھی حد درجہ ضروری ہے۔

اس بات کا اعادہ کئے بغیر چارہ نہیں کہ فنی مہارت کے ساتھ، عروض اور نعت پر خواہ کتنا ہی عبور کیوں نہ ہو، آہنگ اور اسلوبِ بیان میں کتنی ہی جدت کیوں نہ ہو، نعت گوئی کا حق ادا کرنا، سینے میں سچے عشق رسولؐ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ان حقائق اور شواہد کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ نعت گوئی کتنا نازک فن ہے؟ اور مدح رسولؐ کے لئے صحت زبان اور بیان کی متانت کتنی ضروری ہے؟ نعتیہ شاعری کے غیر اسلامی پہلو، ایک طرف اگر زبان و بیان کی بے احتیاطی، شاعرانہ تعلّی اور تلمیحات کے ناموزوں استعمال، دیگر انبیائے کرام کی توہین، توحید و رسالت، ''عبد'' اور ''معبود'' کے نازک رشتوں کا خیال نہ رکھنے اور من گھڑت واقعات کو بلا تحقیق بیان کر دینے کی وجہ سے سامنے آتے ہیں تو دوسری طرف کُھلم کُھلا شرکیہ عقائد کی مثالیں بھی کثرت سے

سامنے آ کر ان غیر اسلامی پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ غیر اسلامی پہلوؤں کی نشاندہی کی جائے، شاعرانہ تعلّی کے حوالے سے بھی بات ضروری ہے۔ نعتیہ شاعری میں اکثر شعراء اپنے آپ کو حضرت حسّانؓ اور حضرت کعبؓ قرار دینے سے نہیں چوکتے۔ بعض حضرات شاعرِ دربانِ مصطفیؐ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ دربانِ رسولؐ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں اور کچھ اقلیمِ نعت کے سلطان ہونے کے داعی ہوتے ہیں۔ یہ طرزِ تعلّی مناسب نہیں۔ شاعرانہ تعلّی پر مبنی کچھ اشعار یہ ہیں:

اب شاعرِ رسولؐ میرا نام ہو گیا
اور مدحتِ نبیؐ ہی میری ذات ہو گئی

جبریل سے مجھے ہی ہے نسبت قریب کی
میں بھی ہوں اور وہ بھی ہے دربانِ مصطفیؐ

بعض شعراء اپنے آپ کو کھلے عام ''حسّانِ پاکستان'' لکھواتے ہیں۔ اعجاز رحمانی کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

کوئی حسّان ہے، کوئی اعجاز ہے
کیسے کیسے ہیں مدحت سرا آپؐ کے

شاعر کا خود کو صحابیِ رسول حضرت حسّان ابن ثابت کا ہم پلّہ قرار دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اکثر شعراء کو خاکساری اور حفظِ مراتب کا احساس ہی نہیں ہو رہا۔

ہماری نعتیہ شاعری میں کھلم کھلا شرکیہ عقائد پر مبنی مثالیں کثرت سے سامنے

آتی ہیں۔ ''شرکیہ عقائد'' کی وضاحت حسبِ ذیل ہے۔

ہفت روزہ ''ضربِ مومن'' کراچی مجریہ ۲۹ جون تا ۵ جولائی ۲۰۰۷ء کے شمارے میں، ایک سوال کے جواب میں اس کے دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی سے جاری ہونے والے فتوے کی روشنی میں ''شرکیہ عقائد'' کی وضاحت کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام یا اولیاء کرام کو عالم الغیب، مختارِ کُل یا حاضر و ناظر سمجھنا، یا آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنا، شرکیہ عقائد کہلاتے ہیں۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے بھی اپنی تصنیف ''اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں شرکیہ عقائد اور فروعی مسائل میں مسلک اعتدال کے حوالے سے بیش بہا معلومات فراہم کی ہیں اور دارالافتاء والارشاد کراچی سے جاری ہونے والے اس فتوے سے ملتی جلتی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ دارالافتاء جامعہ امدادالعلوم اسلامیہ پشاور صدر کے مفتی سبحان اللہ جان صاحب نے راقم کے تحریری استفسار پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مانگنے کو ناجائز قرار دیا ہے نیز حضوری یا ''حاضر و ناظر'' کے مسئلے کو بھی خلافِ شریعت قرار دیا ہے۔

ہمارے علمائے کرام نے کسی تحقیقی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ عالم اسلام کے ایک قابلِ فخر سپوت مولانا سرفراز خان صفدر نے مذکورہ تمام مسائل پر الگ الگ تحقیقی کتاب لکھی ہے۔ ''شریعت یا جہالت'' کے موضوع پر محمد پالن حقانی گجراتی اور ''عقیدہ اور عقیدت'' کے موضوع پر مولانا سیّد مفتی مختار الدین صاحب کی

کتاب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی کتاب'' حقیقت شرک وتوحید، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی کتاب، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ شاہ اسماعیل صاحب شہید کی کتاب، کتاب التوحید وتقویت الایمان، اسلام ایک تعارف از مولانا وحید الدین خان صاحب اور مسائل شرک وبدعت از مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی کی کتابیں بھی انتہائی اہم ہیں۔ مذکورہ موضوعات کی حمایت میں اور ان فتوؤں کی مخالفت کرنے والے علماء کی بھی کمی نہیں۔ صرف ''جاء الحق'' کے مصنف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا نامِ نامی ہی کافی ہے جو ان سب شرکیہ عقائد کو درست سمجھتے ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں قرآن وحدیث سے دلائل بھی دیتے ہیں۔

فروعی مسائل میں آئمہ اہل سنت کا اختلاف کوئی ڈھکی چُھپی بات نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ افراط وتفریط سے پاک نقطۂ نظر پیش کیا جائے اور اختلاف برائے اختلاف کو چھوڑ کر مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کے فروغ کے لئے کوشش کی جائے اور آنحضرتؐ کے مبارک طریقوں کو اپنی اور دوسروں کی زندگی میں لانے کی سعی کی جائے اور شرک و بدعات، غیر اسلامی رسوم اور توہّمات کا قلع قمع کر کے عوام وخواص کو صوم وصلوٰۃ کا پابند اور سنت نبویؐ کا پیرو بنایا جائے

سورۃ العمران پارہ ۴ آیات ۱۰۱ تا ۱۰۲ میں ارشاد ربانی ہے

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال پر کہ تم

مسلم ہو سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو“

مفسرین قرآن نے ”اللہ کی رسی“ سے مراد اس کا دین لیا ہے اور تمام مسلمانوں کے درمیان دین ہی ایک ایسا رشتہ ہے جو تمام ایمان والوں کو باہم ایک جماعت بناتا ہے۔

مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں بٹنے سے بچنے کی تاکید اور نصیحت کی گئی ہے اور حضرت محمدؐ کی سنت اور تعلیمات کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ فرقہ ورایت مسلمانوں کے لئے زہر قاتل ہے جس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

یہودی وثوق سے عیسائیوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں جبکہ عیسائی یہودیوں کے وجود کو تسلیم کرنے میں لڑنے جھگڑنے کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں جب کہ دونوں قوموں کو اللہ تعالٰی کی کتابوں سے رہنمائی حاصل کرنے کا موقع ملا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ”فرقہ واریت“ چاہے پیغمبروں کے ناموں کے حوالے سے کیوں نہ ہو اللہ تعالٰی کو قبول و منظور نہیں ہے۔

سورہ ہود پارہ ۱۲ آیت ۱۱۷ میں ارشاد ربانی ہے:

ولو شاء رَبُّک لَجعل الناس اُمةً واحدةً ولایزالون مختلفین ٥ الا من رحِم رَبُّک

ترجمہ: اگر آپ کا پروردگار چاہتا کہ تمام لوگوں کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا لیکن وہ ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں، مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے، اور اس واسطے ان کو پیدا کیا''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف اور صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا اگر فطرت سلیمہ کے مطابق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا اسی لئے ''الا من رحم ربّک'' سے متنبہ فرمایا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنٰی ہیں''[۱]

سورۃ انعام پارہ ۸، آیت ۱۵۲ میں اس اختلاف کی مزید تشریح ملتی ہے۔

وانّ ھذا صراطی مُستَقیمَا فَا تَّبِعوہُ ولا تتَّبعو السّبُل فَتفرقَ بِکُم عن سَبِیلہِ

ترجمہ: یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو خدا کے راستہ سے جدا کر کے تتر بتر کریں گے''

حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب رقمطراز ہیں:

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے تفسیر کلام پاک، از مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب صفحہ ۳۱۰

''آیت بالا میں ''صراط مستقیم'' کے لئے لفظ مفرد اور بقیہ اہل اختلاف کے لئے ''السّبل'' (جمع) اختیار کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راہ مستقیم ایک ہی ہے اور ضلالت و گمراہی کے راستے بہت ہیں''[۱]

اس موقع پر حضور نبی کریمؐ کی ایک حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہئے۔ آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

''یہودی ۷۱ فرقوں میں اور عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور عنقریب میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ نے عرض کیا وہ کونسی جماعت ہوگی؟ یا رسول اللہؐ، تو آپ نے فرمایا ''جو جماعت اس طریقہ پر ہوگی جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں'' بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔[۲]

اُردو شاعری میں نعت سے مراد آنحضرتؐ کی مدح ہے یہ مدح نظم ہو یا غزل، قصیدہ ہو یا مثنوی، اس سے نعت کی نوعیت میں فرق نہیں آتا، کیوں کہ نعت کا تعلق موضوع سے ہے، ہیئت سے نہیں ہے۔ بعض شاعروں نے غزل اور قصیدے کی صنف میں نعت لکھنے کے ساتھ ساتھ دوہے اور راگ کے انداز کو بھی نعت کے لئے استعمال کیا ہے۔ جدید دور میں تو آزاد نظم اور نظم معریٰ وغیرہ میں بھی نعت لکھی جانے لگی ہے۔ نعت کو کسی مخصوص ہیئت تک محدود نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ساخت اور موضوع دونوں کے حوالے سے نعت میں بے پناہ وسعت پائی جاتی ہے۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ ترجمان السنۃ از مولانا محمد بدر عالم صاحب صفحہ ۳۴

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے دین حق تالیف شیخ عبدالرحمان بن حماد آل عمر اردو ترجمہ سعید احمد قمر الزمان صفحہ ۶۶

نعتیہ شاعری میں شعراء نے ہر صنف سخن مثلاً مثنوی، قصیدہ، قطعہ، رُباعی، مسدس، ترجیع بند، یہاں تک کہ یک مصرعی نظم، سی حرفی، سانیٹ اور ہائیکو جیسی اصناف میں بھی سرورِ کائنات سردارِ دوجہاں کی مدحت وتوصیف کی کوشش کی ہے۔ قدیم صنفِ سخن، مثنوی میں گلہائے عقیدت پیش کرنے والے شعراء میں علامہ ضیاء القادری، حفیظ جالندھری، اختر الحامدی، احسان دانش اور منور بدایونی، جبکہ قصیدے کی صنف میں لکھنے والوں میں جعفر طاہر، عبدالعزیز خالد، رئیس امروہوی، حفیظ تائب اور حافظ لدھیانوی کے نام نمایاں ہیں۔ قطعے کو ہر شاعر نے برتا ہے، تاہم مظفر وارثی، اقبال عظیم، راجہ رشید محمود اور حافظ لدھیانوی کے نام نمایاں ہیں۔ مسدس کے فن میں محشر رسول نگری، رحمان کیانی، سیماب اکبرآبادی، صہبا اختر اور ماہر القادری کے نام قابل ذکر ہیں۔ نعتیہ مخمس لکھنے والوں میں اقبال سہیل، راغب مرادآبادی، محبوب الٰہی عطا، صبا متھراوی اور شاعر لکھنوی کے نام آتے ہیں۔ یورپی صنف سخن ''سانیٹ'' کی صنف میں افسر صدیقی امروہوی، حفیظ تائب، منصور ملتانی اور صبیح رحمانی کے نام شامل ہیں۔ آزاد نظم کی صورت میں نعتیہ مضامین نظم کرنے والوں میں ظہور نظر، نعیم صدیقی، سعید وارثی، ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی، عبدالعزیز خالد، اطہر نفیس، جیلانی کامران اور جعفر بلوچ کے نام آتے ہیں۔ ''ہائیکو'' کی صنف میں طبع آزمائی کرنے والے نعت گو شعراء میں سرشار صدیقی، صبیح رحمانی، سہیل غازی پوری، مظفر وارثی، محسن بھوپالی، آفتاب کریمی، اقبال نجمی اور شبنم رومانی وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ نعتیہ غزلوں کے اشعار پر تضمین کرنے والوں میں ساجد اسعدی، راجہ رشید محمود اور ہلال جعفری پیش پیش ہیں۔

نعتیہ شاعری روز بروز جُملہ اصنافِ ادب کے مقابلے میں اپنی جگہ بنا رہی ہے۔ صنف نعت کی زبردست پذیرائی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ دور نعتیہ شاعری کا ہوگا۔ نعتیہ مجموعے جس ذوق وشوق سے شائع ہورہے ہیں اس سے نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشاندہی ہورہی ہے۔ موجودہ دور میں جو نعتیہ ادب تخلیق ہو رہا ہے اس میں بہت بہتری آئی ہے۔ پہلے پہلے نعت پر تنقید کا حوصلہ بہت کم لوگوں میں رہا لیکن اب گذشتہ دس پندرہ سال سے کچھ ایسے رسالے بھی نکلنا شروع ہوگئے ہیں جیسے ''نعت رنگ'' کراچی، وغیرہ۔ اس میں نعت پر تنقیدی مضامین چھپنے شروع ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں مذہبی حوالے سے بعض فنی خرابیوں کی نشاندہی ہونے لگی ہے جس سے اُمید پیدا ہوگئی ہے کہ مستقبل میں بہترین نعتیہ ادب سامنے آجائے گا کیوں کہ آج نعت اُردو ادب کی تمام اصناف میں کہی جا رہی ہے اور اس میں جدت طرازی بھی نمایاں طور پر سامنے آ رہی ہے۔ بلاشُبہ نعت کا ہر صنف میں کہا جانا، خود اُردو ادب کی تمام مروجہ اصناف کے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔ ہمارے ملک میں ہر صبح طلوع ہونے والا سورج، وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کی کرنیں لے کر طلوع ہوتا ہے اور گلشن ہستی نعت سے مہکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ جس برق رفتاری سے نعتیہ انتخاب، اور ادبی رسائل وجرائد کے خاص نمبر شائع ہورہے ہیں اور نعتیہ محافل منعقد ہورہے ہیں یہ سب عوامل نعت کے شاندار مستقبل کی علامتیں ہیں۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے نہ تو وسیع المطالعہ ہونے کا زعم ہے اور نہ ہی دوسروں کی غلطیوں کو آشکارا کرنے کا شوق ہے البتہ موضوع کی مناسبت سے میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے خلوصِ نیت کے

ساتھ اپنی بساط کے مطابق حقائق کے اظہار کی ایک کوشش ضرور کی میری دسترس میں آنے والے نعتیہ مجموعوں کی تعداد دوڈھائی سو کے قریب رہی۔ ان نعتیہ مجموعوں کے علاوہ، مجھے بیسیوں ''منتخب نعتیہ کلام'' کو بھی پڑھنے کا موقع ملا اور دورانِ مطالعہ اپنے موضوع سے متعلق مواد کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ متعدد رسائل کے نعتیہ نمبروں تک رسائی حاصل کر لی۔ جہاں کام کا مواد ملتا رہا، اُسے لکھتا رہا۔ جہاں شاعر کا نام ملا اُسے سب سے پہلے درج کر دیا۔ جہاں اشتباہ ہوا چھوڑ دیا۔ میرے موضوع سے متعلق بعض اہم اشعار محض اس وجہ سے درج کرنے سے رہ گئے کہ جہاں شاعر کا نام یا موزوں حوالہ نہ مل سکا۔ تاہم اس مقالے میں، میں نے دوڈھائی سوا ایسے اشعار ضرور درج کئے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم محسوس ہوئے۔

میرا ایمان ہے کہ حضورؐ کی محبت کو تمام کائنات کی محبت پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔ اس پُرفتن دور میں اگر آج کا مسلمان کامل مومن بن جائے اور شہنشاہِ دوعالم ﷺ کی محبت وعشق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے اور محبت میں رہ کر ان کا کامل اتباع کرے تو یقیناً تمام دنیا میں مسلمان ہی سرفراز ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی اور آخرت کی کامیابی تو ویسے بھی مسلمان ہی کا مقدر ہوگی۔ بقول حفیظ جالندھری:۔

محمدؐ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرطِ اوّل ہے
اگر ہو اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی سچی و کامل محبت عطا فرمائے۔ آمین۔ علیم ناصری کے ان اشعار پر میں اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ؎

نوعِ بشر کے لئے اُسوہ محبوبِ حق
علم و عمل کا سبق فکر و نظر کا پیام
گر نہیں میرا عمل حسبِ رضائے حضورؐ
میرے ارادے غلط، میری تمنائیں خام

کتابیات

مأخذ ومصادر

ا) (بنیادی مآخذ)

(۱) آغا صادق   شاخِ طوبیٰ   اسلامیہ پریس کوئٹہ،۱۹۵۳ء

(۲) ابرارالحق مولا تیرے رنگ رنگ   دُعا پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۲ء

(۳) ابوالکیف کیفی   صلِ علیٰ محمد   ادارہ اشاعت سرحد، پشاور،۱۹۷۸ء

(۴) اثر صہبائی   بحضورِ سرورِ کائناتؐ   کتب خانہ انجمن حمایت الاسلام لاہور،۱۹۵۹

(۵) احسان دانش   دارین   مجلس ترقی ادب لاہور،۱۹۷۵ء

(۶) احسان دانش   ابر نیساں   مقبول اکیڈمی لاہور،۱۹۷۷ء

(۷) احمد رضا خان بریلوی   ملفوظات مدینہ پبلشنگ کراچی س۔ن

(۸) احمد رضا خان بریلوی   حدائقِ بخشش   مدینہ پبلشنگ کراچی ۱۳۲۵ھ

(۹) احمد ندیم قاسمی   جمال   مقبول اکیڈمی لاہور،۱۹۹۴ء

(۱۰) اختر ہوشیارپوری   خیرالبشر   مقبول اکیڈمی لاہور،۲۰۰۰ء

(۱۱) اسماعیل انیس   چراغ عالمین   اقبال بُک ہاؤس کراچی،۱۹۹۴ء

(۱۲) اعظم چشتی   نیّرِ اعظم   حلقۂ اربابِ اعظم لاہور،۱۹۷۵ء

(۱۳) اقبال حیدر سیّد   الہام   اظہار سنز اُردو بازار لاہور،۲۰۰۱ء

(۱۴) اقبال صفی پوری   رحمت لقب   ناظم آباد کراچی،۱۹۸۸ء

(۱۵) اقبال عظیم   قاب قوسین   شیخ اکیڈمی لاہور،۱۹۷۰ء

(۱۶) اُمید فاضلی   میرے آقاؐ   سفینہ اکیڈمی کراچی،۱۹۸۴ء

(۱۷) امیر مینائی   محامد خاتم النبیینؐ   نولکشور پریس لکھنؤ،۱۹۵۴ء

(۱۸) بشیر رحمانی   بشارتیں   مقبول اکیڈمی لاہور،۲۰۰۰ء

(۱۹) بہزاد لکھنوی   ثنائے حبیبؐ   ادارۂ فروغ اُردو لکھنؤ،۱۹۵۴ء

(۲۰) بہزاد لکھنوی — کرم بالائے کرم — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(۲۱) بیچین رجپوری — کلیاتِ بے چین (جلد اوّل) — مکتبہ بے چین، وحدت کالونی لاہور، ۲۰۰۳ء

(۲۲) تابش دہلوی — تقدیس — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۸۵ء

(۲۳) جعفر بلوچ — بیعت — یونیورسل بکس اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۹ء

(۲۴) جمیل عظیم آبادی — وحدت و مدحت — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۸۷ء

(۲۵) حافظ پیلی بھیتی — نعت حافظ — مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۶ء

(۲۶) حافظ لدھیانوی — ثنائے خواجہ (باردوم) — بیت الادب گلستان کالونی فیصل آباد، ۱۹۷۸ء

(۲۷) حافظ لدھیانوی — نشید حضوری (باراوّل) — بیت الادب گلستان کالونی فیصل آباد، ۱۹۸۰ء

(۲۸) حافظ لدھیانوی — مطلع فاراں — بیت الادب گلستان کالونی فیصل آباد، ۱۹۸۷ء

(۲۹) حافظ لدھیانوی — کیف مسلسل — بیت الادب گلستان کالونی فیصل آباد، ۱۹۸۹ء

(۳۰) حسن رضا خان بریلوی — ذوقِ نعت — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، س۔ن۔

(۳۱) حفیظ تائب — صلّو علیہ وآلہٖ — سیرت مشن لاہور، ۱۹۷۸ء

(۳۲) حفیظ تائب — وَسَلِّمُوتسلیما — مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۰ء

(۳۳) خالد بزمی — سنہری جالیوں کے سامنے — مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء

(۳۴) خاطر غزنوی — سلسلہ انوار کا — سنڈیکیٹ آف رائٹرز پاکستان، پشاور ۱۹۹۶ء

(۳۵) خالد عباس الاسدی، دھڑکن دھڑکن صلِ علیٰ، عظیم منشن رائل پارک لاہور، ۲۰۰۶ء

(۳۶) رشید محمود راجہ — وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ — مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷ء

(۳۷) رابعہ نہاں — صبح تجلّی — ملک بُک ڈپو، نواب آباد، راولپنڈی، ۱۹۹۱ء

(۳۸) راسخ عرفانی — غبارِ حجاز — مکتبہ نور، گوجرانوالہ، ۱۹۶۱ء

(۳۹) راسخ عرفانی — ذکرِ خیر — مکتبہ نور، گوجرانوالہ، ۱۹۷۹ء

(۴۰) راسخ عرفانی — حدیث جاں — مکتبہ نور، گوجرانوالہ، ۱۹۸۲ء

(۴۱) راغب مراد آبادی خیر البشر سفینہ اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۹ء

(۴۲) رفیع الدین ذکی نور و نکہت ضیائے ادب، کبیر سٹریٹ لاہور، ۱۹۸۷ء

(۴۳) رفیع الدین ذکی حرفِ نیاز مکتبہ القریش، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۹ء

(۴۴) رفیع الدین ذکی عنوانِ تمنا مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۶ء

(۴۵) رفیق چودھری شفاف نعتیں مکتبہ قرآنیات، لاہور، ۲۰۰۳ء

(۴۶) ریاض تصور نورِ مبین القمر انٹر پرائزز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۷ء

(۴۷) ریاض حسین چودھری زرِ معتبر خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۵ء

(۴۸) ریاض مجید، پروفیسر اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۵ء

(۴۹) ساغر صدیقی سبز گنبد ٹیکنیکل پبلشرز لاہور، ۱۹۷۱ء

(۵۰) سعید اللہ خان، نواب حمد و نعت اظہار سنز اردو بازار لاہور، ۱۹۹۲ء

(۵۱) سکندر لکھنوی سحاب رحمت ناظم آباد کراچی، س۔ن

(۵۲) سکندر لکھنوی تسکینِ روح ناظم آباد کراچی، ۱۹۶۳ء

(۵۳) سلیم فارانی نغمۂ فاران فروغ ادب اکیڈمی گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء

(۵۴) سلیم گیلانی مدح سیّد الکونین علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، ۱۹۹۷ء

(۵۵) سلیم گیلانی سیّدنا علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، ۲۰۰۳ء

(۵۶) سہیل غازی پوری شہرِ علم فضلی سنز، اردو بازار کراچی، ۱۹۸۷ء

(۵۷) سیف زلفی روشنی حلقۂ اہل قلم لاہور، ۱۹۷۸ء

(۵۸) شعیب جاذب ارمغان حرم کلیم آرٹ پریس، حسن پروانہ روڈ ملتان، ۲۰۰۶ء

(۵۹) شکیل بدایونی نغمۂ فردوس شفاعت بُک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۷۶ء

(۶۰) شوکت ہاشمی فیضان رحمت الحمد پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۸ء

(۶۱) شوکت ہاشمی بہارِ طیب و طاہر الحمد پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۱ء

(۶۲) صابر براری جامِ طہور مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۸ء

(۶۳) صائم چشتی روحِ کائنات چشتی کتب خانہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء

(۶۴) صبیح رحمانی جادۂ رحمت ممتاز پبلشرز، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۳ء

(۶۵) ضیاء القادری تجلّیاتِ نعت آستانہ بک ڈپو دہلی، ۱۹۵۰ء

(۶۶) ظفر اکبر آبادی رحمتِ مآب الحمد پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء

(۶۷) ظفر علی خان انتخاب کلام ظفر علی خان الفیصل ناشران کتب لاہور، ۱۹۹۸ء

(۶۸) عابد نظامی، خواجہ میاں دو کریم الفیصل ناشران کتب لاہور، س۔ن

(۶۹) عاصی کرنالی مدحت شیخ اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۶ء

(۷۰) عاصی کرنالی نعتوں کے گلاب شیخ اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۸ء

(۷۱) عبداللہ نیاز، راجہ، یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے، دارالتذکیر، رحمان مارکیٹ اردو بازار لاہور، ۱۹۶۷ء

(۷۲) عبدالعزیز خالد فارقلیط مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۴ء

(۷۳) عبدالعزیز خالد منحمنا مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۷ء

(۷۴) عبدالعزیز خالد حمطایا مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۶ء

(۷۵) عبدالعزیز خالد ماذ ماذ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۹ء

(۷۶) عبدالعزیز خالد طاب طاب مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۷ء

(۷۷) عبدالعزیز خالد عبدہ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۲ء

(۷۸) عبدالکریم ثمر شاخِ سدرہ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۵ء

(۷۹) عزیز حاصل پوری جامِ نور آئینہ بک ڈپو لاہور، ۱۹۶۱ء

(۸۰) ع۔س۔مسلم، ابوالامتیاز حمد و نعت مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۱ء

(۸۱) ع۔س۔مسلم، ابوالامتیاز کعبہ و طیبہ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء

(۸۲) ع۔س۔مسلم،ابوالامتیاز کاروانِ حرم مقبول اکیڈمی لاہور،۱۹۹۶ء

(۸۳) علیم ناصری طلع البدر علینا مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور،۲۰۰۴ء

(۸۴) عمران حسین،چودھری میٹھا میٹھا میرے محمدؐ کا نام اپنا ادارہ،لاہور ۲۰۰۶ء

(۸۵) عنایت اللہ خان والئ بطحا مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی،۱۹۵۹ء

(۸۶) غوث متھراوی بُلاوا مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی،۱۹۷۵ء

(۸۷) فرحت عباس شاہ تاجدارِ حرم شام کے بعد پبلیکیشنز، بہاولپور روڈ لاہور،۲۰۰۴ء

(۸۸) قمر انجم حصنت جمیع خصالہٖ نعت کونسل کراچی،س۔ن۔

(۸۹) کوثر نیازی زرگل فیروزسنز لمیٹڈ لاہور،س۔ن۔

(۹۰) گوہر ہوشیارپوری آرزوحضوری کی اظہارسنز لاہور،۱۹۹۶ء

(۹۱) ماہرالقادری ذکرِ جمیل نفیس اکیڈمی دکن،۱۹۴۴ء

(۹۲) ماہرالقادری کلیاتِ ماہر القمر انٹرپرائزز،اردو بازار لاہور،۲۰۰۱ء

(۹۳) محبت خان بنگش ضوفشاں ادارۂ اشاعت سرحد،پشاور،۱۹۹۶ء

(۹۴) محبوب الٰہی عطا چرخِ اطلس (نعتیہ رُباعیات) الحمد پبلیکیشنز لاہور،۲۰۰۱ء

(۹۵) محسن احسان اجمل واکمل القلم،شان پلازہ اسلام آباد،۱۹۹۶ء

(۹۶) محسن کاکوروی کلیات نعت مولوی محمد حسن کاکوروی نولکشور پریس لکھنؤ،۱۹۰۸ء

(۹۷) محشر رسول نگری فخر کونین پنجاب بُک ڈپو لاہور،۱۹۶۲ء

(۹۸) محمد اعظم چشتی معراج الحمد پبلیکیشنز لاہور،۱۹۹۶ء

(۹۹) محمد اقبال،ڈاکٹر کلیاتِ اقبال الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور،۲۰۰۱ء

(۱۰۰) محمد اقبال،نجمی انوارمدحت فروغ ادب اکادمی گوجرانوالہ،۲۰۰۵ء

(۱۰۱) محمد الیاس،جسٹس شانِ دوکریم فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۱۹۹۳ء

(۱۰۲) محمد الیاس،جسٹس لاشریک و بےمثال فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۱۹۹۵ء

(۱۰۳) محمود گیلانی　گلِ نایاب　الحمد پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء

(۱۰۴) مخمور اکبر آبادی　سرو صنوبر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۱ء

(۱۰۵) مسرور کیفی　ملجا و ماوی ادارہ فروغ ادب کراچی، ۱۹۸۰ء

(۱۰۶) مسرور کیفی　میزاب رحمت　جہان نعت ملیر، کراچی ۱۹۸۴ء

(۱۰۷) مظفر وارثی　نورِ ازل　علم و عرفان پبلشرز لاہور

(۱۰۸) مظفر وارثی　بابِ حرم　آئینہ ادب لاہور،

(۱۰۹) مظفر وارثی　کعبۂ عشق　علم و عرفان پبلشرز لاہور،

(۱۱۰) مظفر وارثی　دل سے درِ نبی تک　علم و عرفان پبلشرز لاہور،

(۱۱۱) منور بدایونی　منور نعتیں　اقبال بُک ہاؤس کراچی، ۱۹۶۲ء

(۱۱۲) مجم منور علی　کیف حضوری　تخیّل پبلیکیشنز لاہور کینٹ، ۱۹۹۸ء

(۱۱۳) نعیم صدیقی　نور کی ندیاں رواں　الفیصل ناشران کُتب لاہور، ۱۹۷۶ء

(۱۱۴) نوری، مفتی اعظم ہند　سامانِ بخشش　مکتبہ نوریہ، وکٹوریہ مارکیٹ سکھر، س۔ن

(۱۱۵) یزدانی جالندھری　توصیف خیر البشر　الفیصل، ناشران و تاجران کتب لاہور، ۱۹۹۲ء

(۱۱۶) واصف علی واصف،　ذکر حبیب،　کاشف پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴

۲) ثانوی مآخذ

(۱) ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر کراچی، ۱۹۶۷ء

(۲) ابوالفیض سحر فن اور فنی مباحث یونیورسل پریس نوئیڈا (بھارت) ۱۹۹۵

(۳) ابواللیث صدیقی لکھنؤ کا دبستان شاعری اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۰ء

(۴) ابن تیمیہ ترجمہ: احسان الٰہی ظہیر، ادارہ ترجمان السنہ اردو بازار لاہور

(۵) ابوعدنان سہیل، ڈاکٹر، اسلام میں بدعت و ضلالت کے محرکات، مکتبہ نورحرم گلشن اقبال کراچی

(۶) ابواللیث صدیقی دہلی کا دبستان شاعری اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۷ء

(۷) احسان بی۔اے سیرت النبیؐ (تلخیص) مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۶ء

(۸) احمد یار خان، مفتی جاءالحق مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء

(۹) اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ، پنجاب لاہور، ۱۹۸۹ء

(۱۰) اسرار احمد سہاروی ادب اور اسلامی قدریں مکتبہ چراغ کراچی، ۱۹۶۰ء

(۱۱) اسماعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر اردو شاعری میں نعت (جلد اوّل) نسیم بُک ڈپو، جی پی مارگ لکھنؤ (باراوّل)، ۱۹۹۲ء

(۱۲) ایضاً جلد دوم ۱۹۹۲ء

(۱۳) اسماعیل شہید مولانا کتاب التوحید و تقویۃ الایمان اردو ترجمہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی دارالسلام پبلشرز لاہور ۱۹۹۷ء

(۱۴) اسماعیل شہید، مولانا، تقویۃ الایمان (مقدمہ غلام رسول مہر)، اہل حدیث اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۱ء

(۱۵) اشرف علی، تھانوی شریعت و طریقت ادارہ اسلامیات کراچی، ۱۹۸۱ء

(۱۶) اعجاز حسین ڈاکٹر، مذہب و شاعری اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۵ء

(۱۷) اعجاز قدوسی سراپائے رسولؐ مکتبہ فلاح انسانیت لاہور، س۔ن

(۱۸) افسر صدیقی اردوئے قدیم اور نعت بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) لاہور

(۱۹) الطاف حسین حالی مسدّس حالی مدّ وجذر اسلام فیروز سنز لمیٹڈ لاہور (بار اوّل) ۱۹۸۸ء

(۲۰) امجد الطاف سیّد اردو نعت پر ایک طائرانہ نظر در فاران (سیرت نمبر) کراچی، ۱۹۵۶ء

(۲۱) امین احسن اصلاحیؒ، مولانا حقیقت شرک وتوحید فاران فاونڈیشن لاہور ۲۰۰۷

(۲۲) انور سدید، ڈاکٹر شاعری کا دیار مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء

(۲۳) انور محمود، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسولؐ اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء

(۲۴) اے۔ڈی۔نسیم ڈاکٹر اردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر، پی ایچ ڈی مقالہ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۴ء

(۲۵) تحسین فراقی، ڈاکٹر، جستجو (تنقیدی مضامین) القمر انٹر پرائزز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۷

(۲۶) تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۷ء

(۲۷) جمیل جالبی، ڈاکٹر تاریخ ادب اُردو مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۷ء

(۲۸) حفیظ جالندھری شاہنامہ اسلام الحمد پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء

(۲۹) خاطر غزنوی اردو زبان وادب کا پاکستانی دور، خیابان شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، ۱۹۶۸

(۳۰) رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

(۳۱) رشید محمود راجہ نعت حافظ پیلی بھیتی مقبول اکیڈمی لاہور، س۔ن

(۳۲) رشید محمود راجہ پاکستان میں نعت ایجوکیشنل ٹریڈرز لاہور

(۳۳) رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، تحقیقی وتنقیدی مقالات، مجید بُک ڈپو لاہور، ۱۹۹۵ء

(۳۴) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر اردو کی نعتیہ شاعری، اقبال بُک ہاؤس کراچی، ۱۹۷۷ء

(۳۵) رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، اصناف ادب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۱ء

(۳۶) رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، اسلامی تحقیق، اس کے معنی، مدعا اور دائرہ کار، دارالاشاعت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۹ء

(۳۷) رؤف خیر دکن کے رتن اور ارباب فن (تنقیدی مضامین)، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی نمبر ۲، (۲۰۰۵ء)

(۳۸) ریاض مجید، ڈاکٹر اردو میں نعت گوئی، پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ، اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۱ء

(۳۹) سعید الدین ڈار، تحقیق میں حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات، اردو بک ریویو، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء

(۴۰) سلیم اختر، ڈاکٹر اردو ادب کی مختصر تاریخ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء

(۴۱) شاکر کنڈان، نعت گویان سرگودہا، مثال پبلشرز، پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد، ۲۰۰۶ء

(۴۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ تاریخ مدینہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(۴۳) شبلی نعمانی، مولانا سیرت النبیؐ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور، ۲۰۰۱ء

(۴۴) شبلی نعمانی/علامہ سلیمان ندوی جلد اول، دوم حذیفہ اکیڈمی لاہور ۲۰۰۰ء

(۴۵) شفقت رضوی، پروفیسر نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ مہر منیر اکیڈمی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی، ۲۰۰۴ء

(۴۶) شفقت رضوی پروفیسر، اردو میں نعت گوئی چند گوشے، جہاں حمد پبلی کیشنز لیاقت آباد کراچی ۲۰۰۲

(۴۷) شمس بدایونی اردو نعت کا شرعی محاسبہ روشن پبلیکیشنز بدایون انڈیا، ۱۹۸۸ء

(۴۸) شمس بریلوی کلام رضا کا تحقیقی جائزہ مدینہ پبلیکیشنز کمپنی کراچی، ۱۹۷۶ء

(۴۹) شیر محمد اعوان، ملک مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری مرکز مجلس رضا لاہور

(۵۰) صدرالدین اصلاحی، مولانا اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، اسلامک پبلی کیشنز، لوئر مال لاہور، ۲۰۰۶ء

(۵۱) عاتکہ، اردو شاعری میں نعت گوئی (غیر مطبوعہ مقالہ) ایم اے اردو، مخزونہ اورینٹل کالج لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۵۲) عبداللہ شاہین، توحید رسالت اور ولایت، اسلامی پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۹ء

(۵۳) طلحہ برق رضوی، ڈاکٹر اردو کی نعتیہ شاعری کراچی

(۵۴) ظفر احمد قادری مدظلہ، عشق رسولؐ اور اکابر علمائے دیو بند، عمران اکیڈمی اردو بازار لاہور

(۵۵) عبدالحق ،مولوی چند ہم عصر باراول مُرتبہ: شیخ چاند لطیفی پریس دہلی ۱۹۳۷ء

(۵۶) عبدالعزیز بن عبداللہ، بن باز اردو ترجمہ شیخ عبدالخالق الریاض السعودی عربیہ ۱۴۱۲ھ

(۵۷) عبدالرحمان شیخ بن حماد آل عمر ''ترجمہ سعید احمد قمر الزمان الندوی علمی تحقیقات ودعوت وارشاد الریاض السعودی عربیہ ۱۴۲۰ھ

(۵۸) عبدالسلام ندوی، مولانا اقبال کامل مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۴۸ء

(۵۹) عزیز احسن اردو نعت اور جدید اسالیب فضلی سنز اردو بازار کراچی، ۱۹۹۸ء

(۶۰) عزیز احسن نعت کی تخلیقی سچائیاں اقلیم نعت شادمان ٹاون شمالی کراچی ۲۰۰۳

(۶۱) عزیز احسن ہنر نازک ہے اقلیم نعت ذیلی دفتر ۲ ئی ٹن ٹو اسلام آباد ۲۰۰۷ء

(۶۲) غلام حسن، قادری، مولانا، شان مصطفیؐ بزبانِ مصطفیؐ، ارشد برادرس، دریا گنج نئی دہلی، ۲۰۰۰ء

(۶۳) غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خان، ادیب وشاعر، مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۶۷ء

(۶۴) غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر اردو شاعری کا سیاسی وسماجی پس منظر جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۰۱ء

(۶۵) غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اردو میں قرآن وحدیث کے محاورات، الوقار پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء

(۶۶) فارغ بخاری ادبیات سرحد مکتبہ اہل قلم پشاور، ۱۹۵۵ء

(۶۷) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اردو غزل، نعت اور مثنوی الوقار پبلیکیشنز ۲۰۰۴ء

(۶۸) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اردو کی نعتیہ شاعری آئینہ ادب لاہور، ۱۹۸۸ء

(۶۹) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اردو شاعری کا فنی ارتقاء الوقار پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۱ء

(۷۰) وحیدالدین سید۔ فقیر محسن اعظم اور محسنین، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۸۹ء

(۷۱) محمد اقبال جاوید، پروفیسر، بیسویں صدی کے رسولؐ نمبر فروغ ادب اکادمی، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ، ۱۹۹۹ء

(۷۲) محمد بدر عالم صاحب مولانا ترجمان السنۃ جلد اول و دوم مقبول اکیڈمی لاہور

(۷۳) محمد سرفراز خان صفدر مولانا، گلدستہ توحید مکتبہ صفدریہ گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۲۰۰۵

(۷۴) محمد بن صالح شیخ، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اردو ترجمہ عبدالرشید اظہر وزارت اسلامی امور اوقاف سعودی عربیہ ۱۴۲۴ھ

(۷۵) محمد حسین صدیقی اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، ۲۰۰۳ء

(۷۶) محمد حنیف، مولانا چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں حق پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۱ء

(۷۷) محمد طفیل (مدیر نقوش)، رسولؐ نمبر (جلد دہم، حصہ نعت) ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۴ء

(۷۸) محمد طفیل (مدیر نقوش)، رسول نمبر (جلد ا تا ۱۳)، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۴ء

(۷۹) محمد ظفر عالم جاوید، صدیقی اردو میں میلاد النبیؐ فکشن ہاؤس لاہور، ۱۹۹۸ء

(۸۰) محمد رفعت قاسمی مسائل شرک وبدعت مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور ۲۰۰۳

(۸۱) محمد مقصود حسین شاد ذکر حفیظ تائب القمر انٹر پرائزز اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء

(۸۲) محمد منظور نعمانی، مولانا قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی

(۸۳) محمد منظور نعمانی، مولانا دین وشریعت ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۹۹۵ء

(۸۴) محمد یوسف لدھیانوی، اختلاف اُمت اور صراط مستقیم مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور، س۔ن

(۸۵) مختار الدین، مولانا عقیدہ اور عقیدت دارالایمان جامعہ ذکریا، کربوغہ شریف کوہاٹ، ۱۹۸۶ء

(۸۶) معین قریشی، ایس ایم اردو زبان وادب شوکت علی اینڈ سنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۶ء

(۸۷) معین الدین عقیل، ڈاکٹر تحریک آزادی میں اردو کا حصہ انجمن ترقی اردو کراچی

(۸۸) ممتاز حسن خیر البشر کے حضور میں ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۷۵ء

(۸۹) مودودی، ابوالاعلیٰ سرورِ دو عالم ادارہ ترجمان القرآن لاہور

(۹۰) نشاط احمد ساقی ثناخوان رسولؐ عمر پبلشرز اردو بازار لاہور،۱۹۹۴ء

(۹۱) نسیم قریشی اردو ادب کی تاریخ دہلی،۱۹۵۵ء

(۹۲) وحیدالدین خان مولانا اسلام ایک تعارف، دارالتذکیر اردو بازار لاہور ۲۰۰۸

(۹۳) ہارون الرشید، پروفیسر اردو ادب اور اسلام، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۶۷ء

(۹۴) یونس شاہ سیّد، پروفیسر تذکرۂ نعت گویان اردو مکتبہ کس لاہور،۱۹۸۴ء

۳) نعتیہ انتخاب

(۱) ارشد ملک، کرو ذکر میرے حضورؐ کا، رمیل ہاؤس آف پبلیکیشنز، اقبال مارکیٹ راولپنڈی، ۲۰۰۶ء

(۲) ارشد ملک، نا قابل فراموش نعتیں نواب سنز، کمیٹی چوک راولپنڈی،۲۰۰۴ء

(۳) امتیاز احمد سیّد، حسّان بن ثابت سے حفیظ تائب تک (منتخب نعتیں) نستعلیق مطبوعات، عمران آرکیڈ چوبرجی، لاہور ۲۰۰۶ء

(۴) خالد پرویز، پروفیسر نعتیہ بیت بازی حق پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور،۲۰۰۳ء

(۵) خالد پرویز، پروفیسر شاہِ مدینہ (سو مشہور نعتوں کا انتخاب) حق پبلیکیشنز لاہور،۲۰۰۵ء

(۶) رئیس احمد حریم نعت اقلیم نعت، شادمان ٹاؤن کراچی،۱۹۹۵ء

(۷) شفیق بریلوی، ارمغان نعت، مرکز علوم اسلامیہ ۵ گارڈن کراچی اشاعت اول مارچ ۱۹۷۵ء

(۸) عبدالغفور قمر، انتخاب نعت (حصہ اوّل) الخیر کارپوریشن، ایمپریس روڈ لاہور

(۹) عزیز احسن، خوابوں میں سنہری جالی ہے، (صبیح رحمانی کے نعتیہ کلام کا انتخاب)، فضلی سنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۷ء

(۱۰) فرمان فتح پوری، پروفیسر ڈاکٹر، اردو غزل، نعت اور مثنوی (معہ انتخاب نعت)، الوقار پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۴ء

(۱۱) محمد اقبال، نجمی، مدیر مجلّہ ''مفیض'' نعت نمبر (معہ انتخاب نعت)، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء

(۱۲) محمد امین ساجد، سعیدی، صلی اللہ علیہ وسلّم (منتخب نعتیں) کتاب سرائے، ٹمپل روڈ لاہور، ۱۴۲۳ھ

(۱۳) محمد رفیق چودھری شفاف نعتیں مکتبہ قرآنیات لاہور، ۲۰۰۳ء

(۱۴) محمد طفیل مجلّہ ''نقوش'' (رسول نمبر (انتخاب نعت)، جلد دہم، ادارہ فروغ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۴ء

(۱۵) محمد عمران، انجم، آیا ہے بُلاوا مجھے دربارِ نبیؐ سے، روبی پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، س۔ن

(۱۶) مدثر سرور چاند لب پر نعت پاک کا نغمہ دُعا پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء

(۱۷) مظفر وارثی اُمّی لقبی (۱۰۱ بہترین نعتیں) علم و عرفان پبلشرز لاہور، ۲۰۰۵ء

(۱۸) ملک غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر صلی اللہ علیک وسلّم محمدؐ جہانگیر بُک ڈپو لاہور، ۲۰۰۴ء

(۱۹) ممتاز حسن، خیر البشر کے حضور میں (معہ انتخاب نعت) ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۷۵ء

(۲۰) ناصر زیدی ۱۰۱ معیاری نعتیں اظہار سنز، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۴ء

(۲۱) ہارون احمد یوسفی، سب سے اُولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ (منتخب نعتیں)، مکتبہ قرآنیات، لاہور، ۱۹۹۸ء

(۲۲) یعقوب مختار نعتیں حضورؐ کی خواجہ ایم ریاض پبلشرز لاہور، ۲۰۰۲ء

۴) قرآن و تفسیر/ حدیث

(۱) تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ۶ جلدیں ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔

(۲) القرآن الحکیم، ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن، تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔

(۳) القرآن الحکیم تفسیر ماجدی، ترجمہ: وتفسیر مولانا عبدالماجد دریاآبادی تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی ۲۰۰۱

(۴) لغات القرآن، مولانا محمد رشید نعمانی، دارالاشاعت اردو بازار لاہور ۱۹۹۴ء

(۵) معارف القرآن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ۸ آٹھ جلدیں، ادارہ المعارف کراچی۔

☆

(۱) ترجمہ مشکوٰۃ شریف مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

(۲) ترجمہ بخاری شریف دارالاشاعت اردو بازار کراچی، ۱۹۸۵ء۔

(۳) ترجمہ ترمذی شریف مولانا ذکریا صاحب دینی کتب خانہ لاہور۔

(۴) صحیح مسلم شریف جلد اول ودوم مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

(۵) کنز العمال ادارہ تالیف اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان ۲۰۰۳

۵) جرائد کے خاص نمبر

(۱) مجلّہ ''اوج'' (نعت نمبر) گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳-۱۹۹۲ء

(۲) ماہنامہ ''سیارہ ڈائجسٹ'' (رسول مقبولؐ نمبر) لاہور، ۱۹۷۳ء

(۳) ماہنامہ ''سیر وسفر'' نعت نمبر، ملتان ۱۹۶۳ء

(۴) ماہنامہ ''شام وسحر'' نعت نمبر، لاہور، ۱۹۸۱ء

(۵) ماہنامہ ''صریرِ خامہ'' (قصیدہ نمبر) شعبہ اردو جامعہ سندھ، ۶۸-۱۹۶۷ء

(۶) ماہنامہ ''صریرِ خامہ'' (نعت نمبر) شعبہ اردو جامعہ سندھ، ۱۹۷۸ء

(۷) ماہنامہ ''فاران'' (سیرت نمبر) کراچی، ۱۹۵۶ء

(۸) ماہنامہ ''فکرونظر'' (سیرت نمبر) اسلام آباد،۱۹۸۰ء

(۹) ماہنامہ ''فنون'' (رسولِ مقبول نمبر) لاہور، ۱۹۷۷ء

(۱۰) ماہنامہ ''ماہِ نو'' (مُسلم فن وثقافت نمبر) لاہور، ۱۹۸۰ء

(۱۱) ماہنامہ ''محدث'' (رسولِ مقبول نمبر) ۱۹۷۶ء

(۱۲) ماہنامہ ''محفل'' (خیرالبشر نمبر) لاہور، ۱۹۸۱ء

(۱۳) سہ ماہی ''مُفَیِّض'' (نعت نمبر) سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء

(۱۴) مجلّہ ''مہک'' (رحمت للعالمین نمبر) گورنمنٹ کالج جڑانوالہ

(۱۵) ماہنامہ ''نعت رنگ'' کراچی، ستمبر۱۹۹۹ء

(۱۶) ماہنامہ ''نعت رنگ'' کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء

(۱۷) ماہنامہ ''نعت رنگ'' کراچی شمارہ۱۳، دسمبر۲۰۰۲ء

(۱۸) ماہنامہ ''نعت رنگ'' کراچی شمارہ ۱۴ دسمبر۲۰۰۲

(۱۹) ماہنامہ ''افکارِ معلم'' لاہور (متعدد شمارے)

(۲۰) ماہنامہ ''ترجمان القرآن لاہور (متعدد شمارے)

(۲۱) ماہنامہ ''سب رس'' کراچی (متعدد شمارے)

(۲۲) ماہنامہ ''نگار'' (اصناف ادب نمبر) کراچی

۶) انگریزی کُتب English Books

(1) Abdul Majid, The Last Prophet and His Preachings, R.L.D.C. Printing Press, Karachi, 1985.

(2) Aisha Bawany, Islam the Relion of all Prophets, Karachi, 1986.

(3) J-Spencer Trimingham, The Sufi Orders in Islam, Oxford Press, 1971.

(4) Khalid Gauba, The Prophet of the Desert, Al-Kitab, Lahore, 1980.

(5) Qutabud Din, Aziz, the Prophet of Peace and Humanity, Modern Book Depot, Islamabad, 1986.

ضمیمہ

گرامی قدر جناب حضرت

مولانا ____________________________ صاحب

السلام علیکم!

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مسئلہ بیان کرنے سے پہلے اپنا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ آج کل ''اردو نعت گوئی میں غیر اسلامی عناصر کے تحقیقی وتنقیدی مطالعے'' پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہا ہوں۔

اس سلسلے میں چند سوالات کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔اُمید ہے آپ شکرگزاری اور ممنونیت کا موقع فراہم کرتے ہوئے جوابات سے سرفراز فرمائیں گے۔

(۱) نعتِ نبیؐ میں حروف ندا کا استعمال (یا نبیؐ، یا رسول اللہ وغیرہ) جائز ہے؟ نیز حضور نبی کریم ﷺ کو ''مولا'' کہہ کر پکارنا درست ہے؟

(۲) حضور نبی کریم ﷺ کو ''نور'' قرار دینا کہاں تک درست ہے؟ مشہور نعت گو شاعر امیر مینائی کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

نورِ مجسم، نیّرِ اعظم، سرورِ عالم، مونسِ آدم
نوح کے ہمدم، خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے حوالے سے صحیح اسلامی عقیدہ اور سوچ کیا ہونی چاہیئے؟ کیا ہر فاسق وفاجر اور مذہبی شعائر کی پابندی نہ کرنے والا بھی حضورؐ کی شفاعت کا مستحق ہوگا؟

(۴) حضورؐ سے کچھ مانگنا، طلب کرنا، جیسے:

تیرے ہی سامنے پھیلا ہے مرا دستِ سوال
کہ تو ہی تو مرا سرچشمۂ سخاوت ہے

درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

(۵) بریلوی مسلک کے مطابق ''حضوری کا مسئلہ'' یعنی دورانِ نماز صف میں خالی جگہ چھوڑ کر حضورؐ کے تشریف لانے کا مسئلہ، اکثر اشعار کا موضوع بنتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

حضوری تو تھی بس گھڑی دو گھڑی کی

مگر اس کی ہے کیفیتِ جاودانہ

(۶) ایک نعت گو شاعر کے شعر کا مصرع ہے ؎ ''غایتِ کن فیکون ہے تیری ذاتِ اقدس'' کیا ''کن فیکون'' کی واقعی یہی غایت تھی؟

(۷) ایک شاعر کہتے ہیں: ؎ محمدؐ واقفِ سرّ معانی محمدؐ شارحِ آیاتِ محکم

''سرّ معانی'' کے حوالے سے اگر غیب کی طرف اشارہ ہے تو حضورؐ کو عالم الغیب قرار دینا درست ہوگا؟

(۸) حضورؐ کو حاضر و ناظر سمجھنا جیسے ؎ جواب دیتے ہیں میرے سلام کا آقا

یہ مجھ پہ لطف و کرم صبح و شام رہتا ہے **جائز ہے؟**

(۹) اسلامی تعلیمات کی رو سے کیا واقعی مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا گیا ہے؟

مجھے اپنے مقالے کی تیاری میں قرآن و سنت کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے آپ ضرور اپنی رہنمائی سے نوازیں گے اور ممکن ہو تو ایسی کوئی کتاب / رسالہ وغیرہ بھی مطالعے کے لئے تجویز فرمائیں گے جس میں شریعت مطہرہ کے مطابق ان سوالات سے ملتے جلتے دیگر سوالات کے جوابات ملتے ہوں۔

میں حد درجہ شکر گزار اور دُعا گو رہوں گا۔

فقط زیادہ آداب

دُعا گو

شیدا محمد، استاد شعبہ اردو

اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی